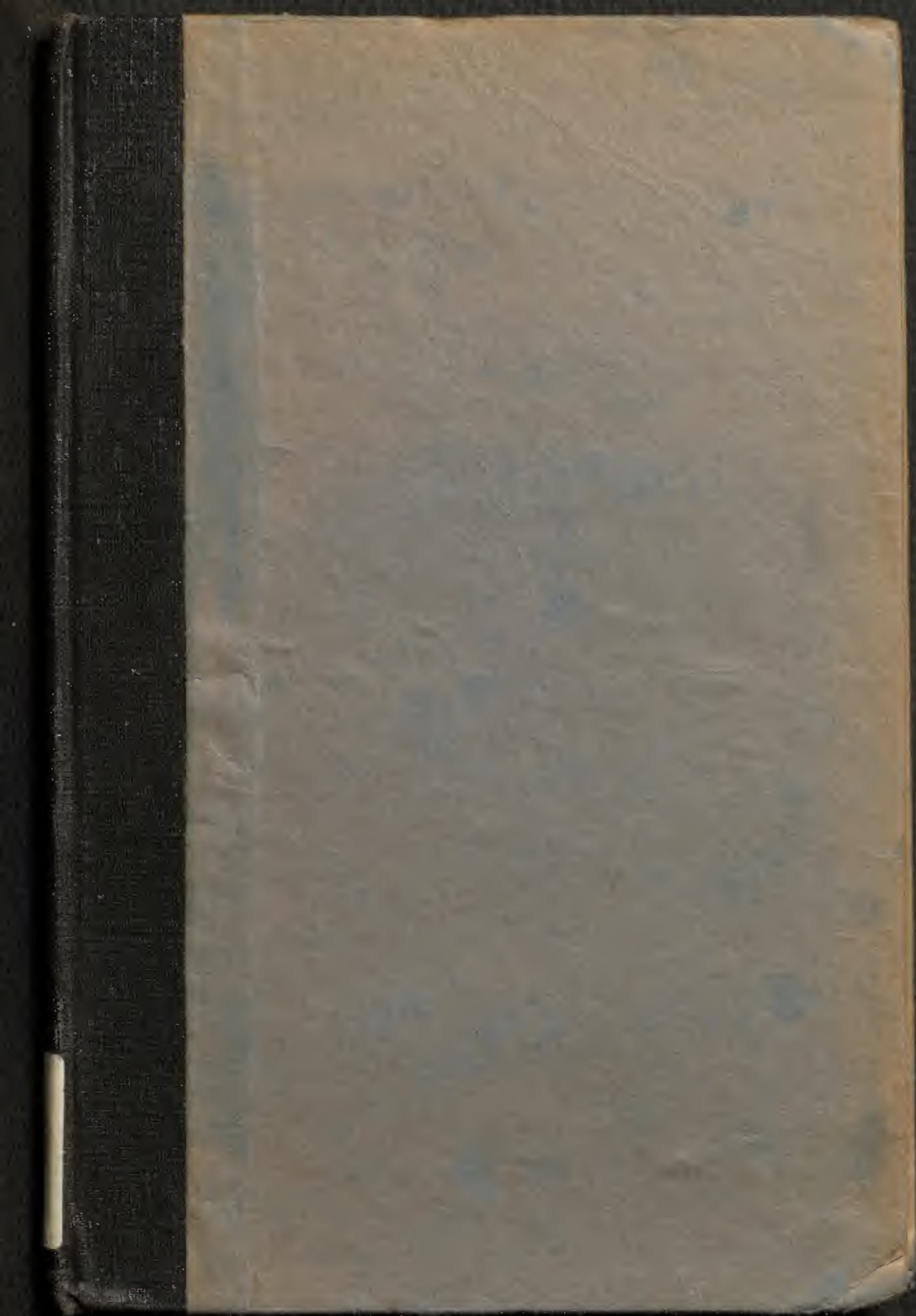


Bostan-i akhyar

یا فتّاح

بوستانِ اخیار

۱۳ ھ ۱۳

Sa'id Ahmad

یا

تذکرۂ مشاہیر اکبر آباد

جس میں

آگرہ کے دو سو تراسی ۲۸۳ مشاہیر بزرگوں کے حالات مندرج ہیں

مؤلفہ

احقر العباد سعید احمد مارہروی غفر اللہ ذنوبہ

باہتمام حافظ فیاض الدین پرنٹر

ابو العلائی اسٹیم پریس آگرہ میں چھاپی گئی

بار اوّل

(ہلال نوشت)

فہرست مضامین کتاب بوستان اخیار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی آشنائے نام خود گرداں زبانم را زبسم اللہ زینت بخش گلزار بیانم را

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا یُّوَافِیْ نِعَمَکَ وَیُکَافِیْ مَزِیْدَ کَرَمِکَ اَحْمَدُکَ بِجَمِیْعِ مَحَامِدِکَ مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَعَلٰی جَمِیْعِ نِعَمِکَ مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَعَلٰی کُلِّ حَالٍ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ہ

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے کلام پاک اور انبیائے عظام علیہم السلام کے اذکار خیر کے بعد کوئی ذکر خدا شناسانِ باکمال کے برگزیدہ احوال و اوصاف سے بہتر و برتر نہیں ہے۔ بمجوائے عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ (ترجمہ صالحین اور ابرار کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت نازل ہوتی ہے) شیخ الاسلام حضرت عبد اللہ انصاری سے منقول ہے کہ جہاں تک ہو سکے اولیاء اللہ کی باتیں یاد رکھو اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو ان کے اسمائے گرامی ہی یاد رکھو کہ یہ بھی کافی ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء امیر خسرو رحمہ سے اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اے خسرو! ملفوظات مشائخ کو یاد کرو اور اُن کا ذکر کیا کرو کہ اُن کے ذکر سے دل کو کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ مولانا سید عبد الواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل فرماتے ہیں ؎

اے دل از اخلاق مرداں بہرہ مند از نیستی	بائے اخلاقِ بزرگاں راز جاں تکرار کن
عِندَ ذِکرِ الصَّالِحِینَ الحق نزولِ رحمت است	ہر زماں ذکرِ جواں مردانِ دیں بسیار کن
گہ بدل بر خوبی احوال شاں مشتاق باش	گہ ز چشم از پاکی اخلاق اشک ایثار کن
یارب اندر معصیت دارم بہ اھل اللہ صفا	آں صفا را چارۂ عفوِ منِ بدکار کن

ذکرِ صالحین باعث تسکیں دلہائے حزیں ہے۔ یہ کشتگانِ خنجرِ تسلیم اگرچہ ہماری ظاہری نگاہوں سے دور اور عالم خاک سے رخصت ہو کر بہشت نشینوں کے ہم نشین ہیں لیکن بفحوائے کلامِ پاک وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ (ترجمہ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مرا ہوا خیال نہ کرنا چاہئے بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے ہیں اور اُن کے راتب بندھے ہیں) اب تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے ۵ (فیضی)

ہرگز مُردہ اند نمیرند اہلِ دل   حرفیست نام مرگ بریں قوم ترجماں

اِن مردانِ خدا کے فیضانِ روحی سے رحلت ظاہری کے بعد بھی مثلِ ایام زندگانی کے ہم مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اُن کے مقدس تذکرے اُن کے کلمات طیبات (ملفوظات) ہماری ہدایت و ارشاد کے مراسم بجالا سکتے ہیں۔ اِن کا پڑھنا۔ لکھنا۔ سُننا عبادت میں داخل اور باعثِ برکات ہے اور ان کے احکام و ہدایت کی پیروی باعثِ نجات ہے۔ اُن میں وہی کیمیائی اثر اور مقبولیت کی تاثیر موجود ہے جو صاحبِ کلمات کی نظر و زبان میں موجود تھی۔ ہاں نیازمندی خاکساری ضروری اور عقیدت لازمی ہے ۵

عبادتے بجہاں بہ ز خاکساری نیست   بہ از وضوئے عزیزاں بود تیمم ما

البتہ جہاں تک ممکن ہو اولیاء اللہ کے مزارات پر خواہشات دنیوی کو نظر انداز کرکے دولتِ خداشناسی کے فیض کی دعا کرنی چاہیئے ۔

از مزارِ اہلِ حق جز دولتِ عقبیٰ مخواہ   زینہار از ترکِ دنیا کردگاں دنیا مخواہ

راقم الحروف کو اوائل عمر سے مردانِ خدا کے ساتھ دلی محبت و اعتقاد ہے ۔ اور مدت سے بزرگانِ سلف کے مزارات کی زیارت اور مزارات اور حالات کی تحقیق و تفتیش کا شوق دامنگیر ہے ۔ اور اس تلاش و جستجو میں سینکڑوں تاریخوں اور تذکروں کی ورق گردانی اور بیسیوں شہروں اور جنگلوں کی بادیہ پیمائی کا فخر حاصل ہے ۔ اللہ تعالیٰ مَنْ اَحَبَّ قَوْماً حُشِرَ مَعَھُمْ (ترجمہ جو کوئی جس گروہ کے ساتھ محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ محشور ہوگا) کے شرف سے مشرف فرماوے ۔

سال گذشتہ میں آگرہ کی تاریخ قلمبند کرتے وقت بزرگانِ اکبرآباد کے احوال باکمال جمع اور ترتیب کرنے کا خیال پیدا ہوا تھا چنانچہ تاریخ مذکور کے ختم کرنے کے بعد چند حالات بطور ضمیمہ تاریخ مذکور مختصر طور سے قلمبند بھی کرلئے تھے لیکن کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِوَقْتِہٖ (ترجمہ ہر کام کا وقت مقرر ہے) کی مجبوری مانع آئی ۔ اور دو تین صفحوں کے بعد پھر قلم اٹھانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی ۔ بالآخر اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیْئاً فَھَیَّأَ اَسْبَابَہٗ (ترجمہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے اس کے اسباب کردیتا ہے) نے دستگیری فرمائی اور خدا کے فضل و کرم اور بزرگانِ باکمال کی روحانی امداد سے تھوڑے ہی عرصہ میں پیکر خیالی نے عالم وجود میں آکر سرزمین قرطاسی میں جلوہ فرمایا اور بوستان اخیار ۱۳۳۱ کا تاریخی تاج سر پر رکھا ۔ اللہ تعالیٰ اس بوستانِ اخیار کو چشمۂ آبِ حیات سے سیراب کرکے بقائے دوام کے مرتبہ

پر پہنچا دے۔ خَتَمَ اللّٰہُ بِالْخَیْرِ وَعَلَی اللّٰہِ اِعْتِمَادِی (ترجمہ اللہ تعالیٰ اسکو خیر کے ساتھ ختم کرے اور اللہ تعالیٰ ہی پر میرا بھروسہ ہے)۔

اب آیئے آیئے۔ سرسری طور سے بوستانِ اخیار کی سیر بھی فرماتے جایئے۔ اِس پھلے پھولے گلزارِ بہشتی کے نظّارہ سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا کیجئے۔ کاغذی سرزمین پر خلدِ بریں کا منظر دیکھ لیجئے۔ چمنِ محمدیہ کی پھلواڑ کو ملاحظہ فرمایئے اور اِس بوستانِ پُر بہار کے سبزہ زار کو دیکھئے کہ ؎ (فیضی)

ہر گیاہے کہ بر زمیں روید ۔ وحدہٗ لا الٰہ لہٗ گوید

اِس گلزارِ ابرار کے پھول پتّوں سے معرفتِ الٰہی کا سبق حاصل کیجئے ؎

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ۔ (سعدی) ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

وہ دیکھئے باغ بہشت کی پیشانی پر اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ترجمہ اللہ آسمان و زمین کا نور ہے) کے نور سے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ ۝ (ترجمہ سلام تم پر تم لوگ پاکیزہ ہو سو داخل ہو اس میں ہمیشہ کے واسطے) لکھا ہوا ہے۔ اِس کے رنگ برنگ کے خوشنما پودے اگرچہ قدرتاً بحکم فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ (ترجمہ بڑائی دی ہم نے ایک کو دوسرے سے) ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ لیکن بفحوائے اَلْفُقَرَاءُ کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ (ترجمہ جملہ درویش مانند ایک جان کے ہیں) یک جان ہزار قالب کی مصداق ہیں۔ اور سب کی پھول پتّوں سے جلوہ الٰہی نظر آتا ہے ؎

نظر جس گُل پہ پڑتی ہے مری گلزارِ عالم میں ۔ ہر اک پتّہ پہ جلوہ دیکھتا ہوں حسنِ قدرت کا

اِس باغ پُر بہار میں ہر قسم کے پودے ایک ترتیب (بلحاظ حروفِ تہجّی) میں اپنا اپنا جداگانہ رنگ اور مختلف بہاریں دکھا رہے ہیں ؎

لگایا ہے مالی نے یہ باغ ایسا نہیں جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

اِس بوستانِ بیخزاں میں چار قسم کے اصحاب رونق افروز ہیں۔ اول مشائخین عظام جنہوں نے ظاہری اور باطنی صفائی حاصل کر کے کمال پیدا کیا۔ دوم دانشمند اصحاب جو عُلما فضلا کے لقب سے موسوم ہیں سوم مجذوبانِ باکمال اور قلندرانِ نامدار جن کا اندرون آباد اور بیرون برباد ہے۔ چہارم شہدائے باوقار جن کو حیات جاوید کا مرتبہ حاصل ہے۔

اولین طبقہ میں قادریہ۔ چشتیہ نقشبندیہ۔ شطاریہ۔ مداریہ وغیرہ مختلف خانوادوں کے مشائخین شامل ہیں۔ خانوادۂ قادریہ کے ممبر آوردوں میں امیر سید اسمٰعیل قادری رح۔ میر سید جلال قادری رح۔ شیخ الشیوخ محمد صالح قادری رح۔ سید عبد القادر بخاری رح شیخ محمد خیالی رح۔ شاہ عبد الرحمن قادری رح۔ شیخ یوسف قادری رح۔ شیخ محمد معروف قادری رح سید امجد علی شاہ قادری رح۔ حکیم نور الدین قادری رح۔ حکیم مہر علی قادری رح۔ وغیرہ بزرگانِ باکمال رونق بوستان ہیں۔

خانوادۂ چشتیہ میں شاہ نعمت اللہ چشتی رح۔ میر عبد اللہ تبریزی رح۔ عبد المومن چشتی رح شاہ محمد چشتی رح۔ شیخ محمد چشتی رح۔ میر محمد صالح کشفی رح۔ شیخ منور چشتی رح۔ شاہ یار محمد چشتی رح شیخ سدھاری چشتی رح۔ شیخ زین الدین چشتی رح وغیرہ بزرگانِ چشت اہل بہشت زیب اوراق بوستان اخیار ہیں۔

مشائخین نقشبندیہ میں حضرت شاہ ابو العلا رح۔ خواجہ محمد یحییٰ رح۔ امیر عبد اللہ رح۔ میر محمد نعمان رح خواجہ محمد میر رح۔ محمد ابراہیم رح۔ حافظ عبد اللہ وغیرہ اور مشائخین شطاریہ میں شیخ ضیاء اللہ رح شیخ عبد اللہ رح۔ شیخ برہان رح وغیرہ اور خانوادۂ مداریہ میں شاہ فخر الدین مداری رح۔ مانگ شاہ رح

لَا أُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ (ترجمہ اے پروردگار جو ثنا تیرے واسطے سزاوار ہے اس کا میں احاطہ نہیں کر سکتا ہوں) تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ نقشبندیہ پودے میں چشتیہ شاخ پیوند کر کے ایک جدید شجرِ پُرثمر اس باغ میں تیار کیا گیا ہے جو ابوالعلائیہؒ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی شاخیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ بانی خانوادہ حضرت شاہ ابوالعلاؒ کے علاوہ امیر فیض العلاؒ۔ امیر نور العلاؒ۔ امیر عبد الماجدؒ۔ امیر عبد المنعمؒ۔ خلیفہ ابوالقاسمؒ۔ ملا محمد عمرؒ۔ سید محمد افضلؒ۔ سید محمد جعفرؒ۔ شاہ فرہادؒ۔ شیخ ولی محمدؒ وغیرہ اسی شجرِ پُرثمر کے قلم بوستانِ اخیار میں سرسبز ہیں۔ ان کے علاوہ حسب ذیل اولیائے کبار اور صلحائے نامدار اَلْفَقْرُ کَنْزٌ مِنْ کُنُوْزِ اللّٰہِ (ترجمہ درویشی خزانہ ہے خزانہائے خدا سے) کے شرف سے مشرف اور بوستانِ اخیار میں جلوہ افروز ہیں۔ جن کے سلسلۂ معرفت کا پتہ نہیں چلا۔ یا کئی کئی سلسلوں میں منسلک ہیں۔ شیخ ابوالفتحؒ۔ میر ابوالغیث بخاریؒ۔ شیخ ابوبکر قریشیؒ۔ سید احمد بخاریؒ۔ حافظ احمدؒ۔ شیخ افضل محمد۔ سید باقیؒ۔ شیخ بایزید شروانیؒ۔ شیخ بایزید خویشگیؒ۔ خواجہ بختیارؒ۔ سید بدر الدینؒ۔ سید بھکاریؒ۔ میر تباںؒ۔ امیر سید جلال متوکلؒ۔ سید جلال بخاریؒ۔ شیخ جندن قریشیؒ۔ مولانا شیخ حسن شیرازیؒ۔ شیخ حسین بدخشیؒ۔ سید حسینؒ۔ شاہ حیدرؒ۔ خواجہ خضرؒ۔ شیخ خلیلؒ۔ امیر سید داودؒ۔ شاہ رفیع سبز پوشؒ۔ میر رفیع الزمانؒ۔ شیخ سالمؒ۔ سقاؒ۔ سید شاہ میرؒ۔ میراں عارف حسینیؒ۔ شیخ عبد اللہ گنگ داسنؒ۔ شیخ عبد اللہ بخاریؒ۔ شیخ عبد الحکیمؒ۔ خواجہ عبد الرؤفؒ۔ شاہ عبد اللطیف برّیؒ۔ شیخ عبدیؒ۔ شیخ فتح اللہؒ۔ شاہ فتح علیؒ۔ شیخ کمالؒ۔ شیخ کمال الدین حسینؒ۔ شاہ مجاہد الدینؒ۔ شیخ محب اللہؒ۔ سید محمد بخاریؒ۔ شیخ محمد زاہدؒ۔ شیخ محمد عارفؒ۔ مولانا محمد عارفؒ۔ شیخ محمودؒ۔ سید مرشد الدینؒ۔ شیخ ناظرؒ۔ شیخ نصیر الدین انصاریؒ۔ شاہ

ابوالعلائیہ

اولیائے کبار

نور الزمان رح۔ شیخ ولی محمد نارنولی رح شاہ بہرے بھرے رح۔ شیخ یوسف لنگ رح۔ شیخ یوسف انصاری رح۔ شاہ عظمت اللہ رح۔ شبیر علی شاہ رح۔ ننھے میاں رح۔

نساء صالحہ

عارفہ اور صالحہ عورتوں میں سے جو اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ (ترجمہ تمام دنیا متاع ہے اور بہتر متاع دنیا کی صالح عورت ہے) کی مصداق ہیں۔ بی بی جیونی رح۔ چاند بی بی رح۔ بی بی خاکی شاہ رح۔ بی بی قطبا رح۔ بی بی بنفشہ رح۔ بیگم سلطان رح کے حالات بوستان اخیار میں موجود ہیں۔

علما فضلا

طبقہ دوم علما فضلا کے گروہ میں محدثین۔ مفسرین۔ قرار (قاری) مورخین۔ شعرا وغیرہ شامل ہیں۔ علما و فضلا میں شیخ جلال الدین انصاری رح۔ سید شاہ میر سامانہ رح۔ مفتی ابوالفتح رح۔ مفتی ناصر رح۔ مفتی عیسی رح۔ مفتی بہاؤ الدین رح۔ مفتی جنید رح۔ ملا عبدالرشید۔ ملا عبدالعزیز رح۔ مولانا عماد الدین رح۔ قاضی قربان رح۔ قاضی ابوبکر رح۔ قاضی جلال الدین رح۔ قاضی نور اللہ شوستری رح۔ قاضی ناصر رح۔ مولانا میر رح۔ مولانا محمد سعید رح۔ مولوی عبداللہ رح۔ میر ہادی رح۔ ہمت خان رح۔ میرزا ایزد بخش رح۔ علامی افضل خان رح۔ شیخ ابوالخیر رح۔ مولانا عادل رح۔ مولانا احمدی

محدثین

اور محدثین میں میر رفیع الدین صفوی رح۔ شیخ عبدالوہاب رح۔ مولانا میر کلان رح۔ حاجی ابراہیم رح۔ سید جعفر رح۔ شیخ جمال الدین رح۔ اور مفسرین میں شیخ مبارک رح صاحب تفسیر منبع العیون۔ شیخ فیضی فیاضی رح صاحب تفسیر سواطع الالہام اور قاریوں میں

قاری

قاری حافظ عبدالملک رح۔ قاضی حافظ شیخ محمد رح۔ قاری حافظ عبدالکریم بصیر رح۔ قاری حافظ محمد صالح رح۔

مورخین

اور مورخین میں علامی ابوالفضل رح۔ شیخ عبدالصمد انصاری رح صاحب اخبار الاصفیا۔ میر محمد فاضل رح صاحب مخبر الواصلین و تذکرۃ القدما۔ مولوی سید وارث علی رح صاحب شمس التواریخ وغیرہ اور

شعرا

شعرا میں مولانا ابوالواجد فارغی رح۔ شیخ زین الدین خوافی رح۔ مولانا شہاب الدین معمائی رح

میر عبدالحی مشہدی رح - ملا نجم الدین رح - (قاسم کاہی) ملا مقصود علی رح غزنی حصاری - بیان نظیر رح وغیرہ چند صوفی منش شاعر اس حدیقۂ پربہار میں رونق افروز ہیں۔

مجاذیب

تیسرے طبقہ میں دو قسمیں ہیں اوّل مجذوبانِ باکمال جن میں سید علاؤالدین رح مجذوب۔ شاہ ولایت۔ شیخ علاؤالدین ثانی رح شیخ اسحٰق رح شیخ بھول رح - شیخ مبارک غوث رح شیخ ناکھو رح - سید نظام رح - سید منور رح - جمال شاہ رح - سید حبیب - سلو شاہ رح - لوٹن شاہ - عزا علی شاہ - بہو شاہ رح - عثمان غنی رح - مظہر علی شاہ رح وغیرہ اور دوسرے قلندران نامدار

قلندر

جن میں شاہ بروی رح شاہ شوقا رح خاکی شاہ رح - ہانڈی موقوف شاہ وغیرہ رونق افروز ہیں

شہدا

چوتھے چمن میں شہدائے باوقار وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط (ترجمہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں۔ ان کو مرا ہوا نہ کہنا) کا ترانہ گا رہے ہیں۔ کتب سیر اور تذکرہ مشائخین میں شہدا کا ذکر بہت کم بلکہ برائے نام بھی نہیں ملتا۔ اسی وجہ سے بوستانِ اخیار ان کے مفصل حالات سے خالی ہے۔ لیکن چونکہ ان کا مرتبہ عالی اور رتبہ برتر ہے۔ لہذا تیمناً و تبرکاً اصحاب ذیل کا جو کچھ حال معلوم ہو سکا قلمبند کر دیا گیا ہے روشن شہید رح - سید کابلخاں شہید رح - زنگی شہید رح - لطف اللہ شہید رح - سید محمد شہید رح میر محمد مجاہد شہید رح - سید حسین شہید رح - سید حسن شہید رح - آغا خاں شہید رح - سید زین العابدین شہید رح میر رستم خاں شہید - ابوالفتح شہید رح - سید کلن شہید رح - سلطان شہید رح - لوٹن شہید رح - لطف اللہ شہید رح - میرن شہید رح

جن مشاہیر اولیاء اللہ کے حالات مختلف تاریخوں اور تذکروں میں موجود ہیں۔ ان کے حالات میں عموماً خرق عادات اور کشف و کرامات کے واقعات میں خصوصاً خَيْرُ الْكَلَامِ فِي الْاِخْتِصَارِ (ترجمہ کلام کی خوبصورتی اختصار میں ہے) کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

آگرہ کا آباد ہونا

آگرہ اگرچہ بہت قدیم شہر ہے مگر اسلامی عہد اور سلطان سکندر لودی کے زمانہ سے پیشتر یہ ایک گمنام موضع سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا۔ ۹۰۸ھ (۱۵۰۲ء) میں سکندر لودی نے اِس کو از سرِ نو آباد کر کے اپنا دار الخلافت مقرر کیا۔ اس بادشاہ کی درویش پرستی علمی قدردانی اور کمال پروری کی برکت سے چند ہی روز میں یہ نو آباد شہر مشائخین نامدار کا مرکز اور شیراز و بغداد کی طرح دار العلوم بن گیا۔ اور سلطان کی نیک نیتی۔ خدا دوستی کمال پروری بہت سے اہل دل بزرگوں اور اہل کمال آدمیوں کو دور دراز ممالک

بزرگانِ متقدمین

اسلامیہ سے آگرہ میں کھینچ لائی۔ اور یہاں کی سکونت کا باعث ہوئی۔ چنانچہ شیخ یوسف لنک رح۔ سید رفیع الدین محدث رح۔ سید عبد اللہ دانشمند رح۔ شیخ یوسف انصاری رح۔ شاہ نعمت اللہ چشتی۔ شیخ بڈھن شطاری رح۔ شیخ جندن قریشی رح۔ شیخ نصیر الدین تیمی انصاری رح۔ شیخ ابو الفتح مکی رح۔ شیخ ابو بکر قریشی رح۔ سید اسماعیل قادری رح۔ شیخ عبد المومن چشتی رح۔ شیخ حسن شیرازی رح۔ قاری عبد الملک رح۔ شیخ محمود رح۔ سید جعفر محدث رح۔ وغیرہ بزرگانِ اکبر آباد اِنَّ اَوَّلَ نَاسٍ اَوَّلُ نَاسٍ (ترجمہ تحقیق (صفتہائے کاملہ میں) اوّل آدمی اول آدمی ہیں) (یعنی فضیلت رکھتے ہیں) کے مصداق اور سلطان مذکور کے عہد میں آگرہ میں رونق افروز ہو کر آباد ہوئے۔ اِن کے بعد مفتی ابو الفتح رح۔ مفتی بہار الدین رح۔ سید جلال متوکل رح۔ شیخ جلال انصاری رح۔ سید علاء الدین مجذوب۔ حاجی ابراہیم محدث رح۔ شیخ مبارک رح۔ شیخ زین الدین رح۔ شیخ شہاب الدین معمائی رح۔ مولانا ابو الواجد فارغی رح۔ وغیرہ بابری ہمایونی اور افغانی عہد میں تشریف لائے۔ اور اپنے متقدمین کے ساتھ اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ (ترجمہ جو آگے ہیں یہ آگے ہی ہیں۔ یہ ہی مقرب ہیں) کے زمرہ میں داخل ہیں دسویں صدی کے اخیر تک کہ عہد اکبری کا آخری زمانہ تھا۔ آگرہ میں علماء فضلاء اور مشائخین

کا خوب دور دورہ رہا۔ اور حاجی ابراہیم محدثؒ۔ سید بدر الدینؒ۔ قاضی جلال الدینؒ قاضی نور اللہ شوستریؒ۔ خواجہ محمد یحییٰؒ۔ شیخ منور چشتیؒ۔ شیخ عارف حسینیؒ۔ شیخ عبدالوہابؒ مولانا کمال الدین حسینؒ۔ شیخ ضیاء اللہ شطاریؒ۔ قاری شیخ محمد خالدیؒ۔ مولانا میر کلانؒ۔ مولانا میرؒ۔ قاضی ناصرؒ۔ شیخ عبدالرحمن قادریؒ۔ علامی ابوالفضلؒ۔ شیخ ابوالفیض فیضیؒ۔ شیخ عبداللہ شطاریؒ۔ شیخ ابوالخیر وغیرہ سے علما۔ فضلا اور خداشناس آگرہ میں تشریف لائے یا پیدا ہوئے

بزرگانِ گیارہویں صدی

گیارہویں صدی میں کہ جہانگیر و شاہجہاں اور عالمگیر کا عہد سلطنت ہے۔ بہ نسبت صدی ماقبل کے تنزل کے آثار نمایاں ہونے لگے مگر پھر بھی بعض مشائخین نامدار کے طفیل میں خَیرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا کا فخر سے حاصل ہوا۔ چنانچہ حضرت شاہ ابوالعلاؒ۔ میر محمد نعمانؒ۔ سید احمد بخاریؒ۔ سید جلال بخاریؒ۔ سید باقیؒ۔ شیخ اسماعیل چشتیؒ۔ علامی افضل خانؒ میر عبداللہ تبریزیؒ۔ سید عبدالقادر بخاریؒ۔ امیر فیض العلاؒ۔ شیخ محمد ہادیؒ۔ شیخ محمد صالحؒ۔ شیخ ناظرؒ۔ ملا عبدالعزیزؒ۔ ملا عبدالرشیدؒ وغیرہ بڑے بڑے مشاہیر۔ اولیاء اللہ اور علما فضلا اس صدی میں بھی پیدا ہوئے۔

بزرگانِ بارہویں صدی۔

بارہویں صدی میں اسلامی سلطنت کے تنزل کے ساتھ مشاہیر آگرہ میں بھی حیرت انگیز تنزل پیدا ہوا۔ ایام طوائف الملوکی اور جاٹوں اور مرہٹوں کے زمانہ میں جملہ شرفا اور مشائخین آگرہ سے رخصت ہو گئے۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ تقریباً کل صدی میں صفر ہی صفر نظر آتا ہے۔ اس زمانہ سے انگریزی عہد تک ایسا تاریک زمانہ گزرا کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ اور مشائخین نامدار کی خانقاہیں۔ درگاہیں اور مزارات تک کھُد کھُدا کر نیست و نابود ہو گئے یا کس مپرسی کی وجہ سے بے نام و لاپتہ ہو گئے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بزرگانِ متقدمین کے مزارات میں صرف دو ایک مزار مشہور اور چند مزارات کا نہایت تلاش

تحقیقات سے پتہ چلا ہے۔ شاہ عبداللہ شطاری رح شیخ ضیاء اللہ شطاری رح مولانا میر کلاں رح۔ شیخ اسماعیل چشتی رح حاجی ابراہیم محدث رح امیر سید جلال متوکل رح سید بدر الدین رح وغیرہ سے اولیائے کبار کے مزارات تک کا پتہ و نشان نہیں چلتا۔ چند بافیض و نورانی مزارات موجود ہیں۔ اُن کے مکینوں کا نام بتانے والا دنیا میں کوئی نہیں ملتا۔ اِس قسم کے چند مزارات کا ذکر بمضمونِ حدیث قدسی اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَائِکُمْ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔ (ترجمہ تمہارے ناموں میں بہت پیارا نام اللہ کے نزدیک عبداللہ و عبدالرحمٰن ہے) عبداللہ کے مبارک نام سے کیا گیا ہے افسوس کہ شیخ مبارک شیخ فیضی۔ شیخ ابو الخیر وغیرہ سے مشاہیر کے مقابر نیست و نابود کر دیے گئے۔ اور کسی کو گورنمنٹ کو متوجہ کرنا کیا معنی اُف تک کرنے کی توفیق نہ ہوئی ؎

جن کے نقشِ پا کو رکھتی تھی زمیں سر پر بفخر
نام ان کا کوئی اب بھولے سے بھی لیتا نہیں
خاک میں مر کر ملے افسوس وہ عالی دماغ

تربتوں میں خاک آلودہ ہیں وہ عالی گہر
جن کے دروازوں پہ ڈنکا بجتا تھا شام و سحر
اب نشانِ قبر بھی اِن کے نہیں آتے نظر

سینکڑوں مزارات آبادی میں آکر لاپتہ ہو گئے[1]۔ بزرگانِ متقدمین کی خانقاہیں اکثر لب جمنا تھیں۔ مغلیہ عہدِ سلطنت میں وہاں اُمرانے بڑی بڑی عالیشان حویلیاں اور باغات تعمیر کرائے۔ کچھ آثار اس زمانہ میں نیست و نابود ہو گئے۔ اب اِس مقام پر ہندؤں کا محلہ بیلن گنج آباد ہے۔ جس میں غالباً ایک گھر بھی مسلمان کا نہیں ہے۔ امرائے مغلیہ کی وسیع حویلیوں میں ہندو ساہوکار آباد ہیں۔ اُس سے آگے بڑھ کر جان صاحب مشہور

[1] آگرہ میں جابجا دیواروں میں جو طاق بنے نظر آتے ہیں۔ اور جن میں سے اکثر کے اندر نشانِ تعویذ بنے ہیں۔ وہ اِسی قسم کے مزارات کی یادگار ہیں۔

سوداگر کے وسیع کارخانے (فلور ملز۔ کاٹن ملز۔ برف کارخانہ وغیرہ) اور کارخانہ آب رسانی (واٹرورکس) وغیرہ بن گئے ہیں۔ دو ایک مزار جانؔ صاحب کے کارخانوں کے اندر اب تک موجود ہیں۔ مگر صاحب مزارات کے نام و نشان کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اب اس نواح میں حضرت میر رفیع الدین محدثؒ اور شاہ فخرالدین مداریؒ کے دو قدیم مزارات مشہور و معروف باقی رہ گئے ہیں۔

بزرگانِ متاخرین

بارہویں صدی کی تاریکی کے بعد تیرہویں اور چودھویں صدی کے بزرگانِ ذیل نعمت غیر مترقبہ معلوم ہوتے ہیں۔ مولانا ضیاء الدین بلخیؒ۔ مولانا احمدی قادریؒ۔ مولانا عادلؒ۔ سید امجد علی شاہ قادریؒ۔ شاہ محمد چشتیؒ۔ حکیم سید نورالدینؒ۔ حکیم سید مہر علیؒ۔ شاہ بیدا نجبتؒ۔ حافظ عبداللہؒ۔ میاں نظیرؒ۔ شیخ امام علی شاہؒ۔ سلو شاہ مجذوبؒ۔ مرزا علی شاہ مجذوبؒ۔ بتو شاہ مجذوب۔ مولوی سید وارث علیؒ۔ احمد شاہ و محبت شاہ نقشبندی۔

بزرگانِ صلحائے عہد

اس زمانہ میں کہ مذہب۔ عقیدت۔ رغبت۔ اور صدق و صفا کے بارآور درخت ہمارے بدنصیبی سے قریب قریب خشک ہو گئے۔ اور علی العموم کسی کو ان میں پانی دینے کی توفیق باقی نہیں رہی۔ اور ان کی جگہ بدعقیدگی۔ لامذہبی اور الحاد کے نئے پودے روز بروز جدید تعلیم و فلسفہ سے سیراب ہو کر جڑ پکڑتے جاتے اور شب و روز افزوں ترقی پر ہیں۔ شجرِ عقیدت و اخلاص کی جو چند ہری ٹہنیاں باقی نظر آتی ہیں وہ بسا غنیمت ہیں۔ انہیں نعمتِ غیر مترقبہ سمجھو۔ مالِ غنیمت خیال کرو۔ آنکھوں کا تارا تصور کرو۔ اور قدر و تعظیم کی نگاہوں سے دیکھ کر جو کچھ ہو سکے اُن سے فیض حاصل کرنے کی کوشش کرو ورنہ یاد رکھو اور یقین جانو کہ چند روز میں ان مقدس نورانی صورتوں کو بھی ترسو گے۔ شاہ محمد افضل صاحب بخاری۔ سید عرفان علی شاہ صاحب قادری۔ مولوی محمد سعادت اللہ صاحب

سنبھلی مدرس اوّل مدرسہ جامع مسجد۔ مولوی ضیاء الاسلام صاحب امام جامع مسجد۔ وغیرہ بزرگان مقیم اکبر آباد انجمنِ خدا شناسی کے ارکان۔ اسرار طریقت کے مشکلکشا۔ طالبانِ ہدایت کے رہنما۔ راہِ شریعت کے پیشوا۔ اور بزرگانِ قدیم کی یادگار ہیں۔ ان باکمالوں کے دیدار سے ظاہری اور باطنی آنکھیں منور کر کے مُشَاھَدَۃُ الْاَبْرَارِ بَیْنَ التَّجَلِّیْ وَالْاِسْتِتَارِ کا شرف حاصل کرو۔ اور ان مردانِ خدا کی فیض صحبت سے سعادت دارین حاصل کرنے کی کوشش کرو ہ

مردانِ خدا خدا نباشند		لیکن ز خدا جدا نباشند		

اب میں اُن ہزارہا بزرگانِ اکبر آباد کی پاک و برتر روحوں سے جو خاک پاک آگرہ میں آسودہ ہیں۔ اور جن کے مزارات و حالات کا پتہ نہیں چلا۔ اور اُن خداشناس زندہ بزرگوں سے جن کی خدمت بابرکت میں بدقسمتی سے مجھے نیاز حاصل نہیں ہے نہ باوجود تلاش کسی دیگر ذرائع سے اُن کے حالات معلوم ہو سکے۔ اور بوستانِ اخیار کے اوراق اُن کے نام نامی اور واقعات گرامی کی سعادت سے محروم رہے۔ دلی عاجزی اور قلبی نیازمندی سے معافی چاہکر بارگاہِ ایزدی میں نہایت ادب و عاجزی سے دست بدعا ہوں۔ کہ وہ اپنے فضل و کرم اور حضور رسول مقبول محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے طفیل اور جملہ صحابۂ کرام اور بزرگانِ عظام خصوصاً ان نامورانِ فردوس خیام کے تصدق میں جو بوستان اخیار میں جلوہ افروز ہیں۔ مجھ گنہگار و روسیاہ نگارندۂ بوستان اخیار کے نامۂ اعمال سے گناہوں کی سیاہی اور قلب سے بدکاریوں کی تاریکی اور زنگ کو دور فرمادے۔ اور سینہ کو اسلامی نور سے منور کر کے کسی قدر ابدی معرفت نصیب کرے۔ اور بوستان اخیار کے خیابانِ بانوار کو انہار جنت سے ایسا سرسبز و شاداب کرے۔ کہ اس

بوستانِ دل فریب اور فرحت انگیز کے خوشنما پھولوں کی دیدار اور دلکش پھولوں کی خوشبو سے تمام زائرین کا دماغ معطر و معنبر ہو جائے جو شخص اس کی سیر کرے بے ساختہ صَلِّ عَلٰی پڑہ کر خدائے تبارک و تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ درود شریف کے پھول چُن کر جناب رسالتمآب صلعم پر نثار کرے۔ فاتحہ کے ہزارے (فوارہ) کو چشمۂ رحمت سے پُر کر کے شجرہائے پُرثمر و پُربہار پر آب پاشی کرے اور سب کے بعد باغبانِ پُرعصیاں کو دعائے خیر سے یاد فرمائے آمین۔ راقم بوستان خُدا کے فضل بے پایاں سے امیدوار ہے۔ کہ کوئی اہل دل اس خیستانِ محمدیہ کی سیر فرمائے اور اِس کے ادنیٰ اشارہ سے یہ گم کردہ راہ۔ راہِ راست پر آوے ؎ (سعدی)

غرض نقشیست کز ما یاد ماند	که هستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برحمت	کند در حق این مسکیں دعائے

بہرحال فضل ایزدی ہر حال میں درکار ہے۔ اور راقم اُسی کا محتاج و امیدوار ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

مقام اکبرآباد (آگرہ) محلہ نائی منڈی حویلی خواجہ۔ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

بندۂ گنہگار۔ عاجز و شرمسار۔ امیدوار مغفرت پروردگار
سید احمد ابن مولوی سلطان احمد
ماہروی غفر اللہ ذنوبہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نامہ آغازم بنام ذوالجلال آنکہ بیرون است از وہم و خیال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا بے انتہا شکر و احسان ہے اول میں بھی اور آخر میں بھی

امیر سیّد ابو العُلا قدس اللہ سرہٗ العزیز

آپ آگرہ کے آفتاب اور ہندوستان کے اولیائے عالی مقام اور مشائخین ذی احتشام اور سادات عظام سے ہیں۔ سلسلۂ نسب انتیس ۲۹ واسطوں سے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کے جد ہشتم امیر عماد الدین آمر حاج بسمّی اور جد ششم امیر تقی الدین کرمانیؒ اولیائے کبار اور مشائخین نامداریں سے تھے۔ نسب نامہ مادری حضرت غوث الابرار خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے جن کے کمالات اظہر من الشمس ہیں۔ آپ کے جدّ بزرگوار امیر عبد السلام ابن امیر

عبدالملک ابن امیر عبدالباسط ابن امیر تقی الدین کرانی اکبر بادشاہ کے عہد سلطنت میں اپنے وطن مالوف سمرقند سے مع اہل وعیال ہندوستان جنت نشان میں تشریف لائے تھے اثنائے راہ میں بمقام قصبہ نریلہ جو دہلی سے بجانب لاہور ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے ۹۹۰ھ میں آپ کی ولادت باسعادت واقع ہوئی

امیر عبدالسلام نے دارالسرور فتح پور سیکری میں جو اس وقت دارالخلافت تھا سکونت اختیار فرمائی۔ بعد چندے حرمین شریفین کی زیارت اور حج بیت اللہ کے واسطے تشریف لے گئے اور بمقام مکہ معظمہ سفر آخرت اختیار فرمایا۔ آپ کے والد ماجد امیر ابوالوفا بدستور فتح پور میں مقیم رہے۔ جب اُن کی زندگانی کا ورق ختم ہوا تو خوابگاہ کے واسطے دہلی کو پسند کیا گیا اور نعش مبارک فتح پور سے لیجا کر خاک پاک دہلی کے سپرد کی گئی۔

آپ کی پرورش و تعلیم و تربیت خواجہ فیضی ابن خواجہ ابوالفیض ابن خواجہ محمد عبداللہ احرار آپ کے جد مادری (نانا) کی آغوش شفقت میں ہوئی جو کہ میرزا راجہ مان سنگھ کچھواہہ گورنر بنگال کی طرف سے شہر بردوان کے ناظم تھے۔ جب خواجہ موصوف کسی لڑائی میں شہید ہو گئے تو راجہ مان سنگھ نے اُن کی جگہ آپ کو بردوان کا ناظم مقرر کر دیا۔ چونکہ مشیت آلہی شامل حال تھی لہذا ازلی عنایت نے دستگیری فرمائی اور اُسی ایام میں ایک شب آپ نے تین بزرگوں کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے سید تم نے یہ کیا وضع اختیار کی ہے۔ ہماری وضع اختیار کرو اور فکر معاش سے بے فکر ہو کر اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ترجمہ (اللہ ہی کے نور سے) آسمان وزمین کی روشنی ہے) کے مظہر بن جاؤ۔ پھر ایک بزرگ نے اُسترہ سے آپ کے سر کے بال تراش دئے۔ دوسرے نے ایک قمیص پہنائی۔ تیسرے نے ایک عمامہ آپ کے سر پر رکھ دیا۔

مایۂ فخر۔ صاحب السیف والقلم۔ بے نظیر مورخ اور لاثانی انشا پرداز تھے۔ سخاوت۔ امانت۔ دیانت۔ شجاعت۔ ذہانت۔ مہماں نوازی۔ خدا ترسی۔ بے تعصبی اور بے شمار اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ آپ کی ذات میں جمع تھے۔ آپ ہندوستان میں سب سے پہلے مسلمان ہیں جو اپنے علم و فضل کی بدولت علامی فہامی کے معزز خطاب سے مفتخر ہوئے۔

۶۔ محرم ۹۵۷؁ھ ۱۶۵۱ء کو اتوار کے دن آپ آگرہ میں پیدا ہوئے۔ شیخ ابوالفضل خطیب گازرونی مشہور فاضل کے نام پر آپ کا نام ابوالفضل رکھا گیا۔ چار برس کی عمر سے فاضل باپ نے تعلیم و تربیت شروع کی۔ ۱۵ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر ۲۴ برس کی عمر میں علامی ہو گئے۔ آپ کی جودت و ذہانت کا یہ عالم تھا کہ ایام طالب علمی ہی میں اکثر قدما کی تصانیف اور اُن کے کلام اور رایوں پر نہایت قابلیت سے اعتراض کیا کرتے تھے۔ ۲۰ برس کی عمر تھی کہ حاشیہ فاضل صفاہانی کی ایک نصف دیمک خوردہ جلد آپ کے ہاتھ آئی۔ اس سے بہت مدت پیشتر یہ کتاب آپ کی نظر سے گزر چکی تھی۔ آپ نے اپنے حافظہ اور خداداد ذہانت کی مدد سے اس دیمک خوردہ کتاب کو مکمل کر لیا۔ کچھ مدت بعد جب اس کا صحیح اور مکمل نسخہ مل گیا اور اس سے اس نسخہ کا مقابلہ کیا گیا تو صرف دو جگہ لفظوں میں فرق پایا گیا اور چار لفظ قریب المعنی استعمال کئے گئے تھے باقی کل تحریر حرف بحرف صحیح نکلی۔

۹۸۱؁ھ ۱۶۷۵ء میں اپنے بڑے بھائی ملک الشعرا فیضی کے توسل سے آپ دربار اکبری میں حاضر ہوئے لیکن اس سال کوئی خدمت سپرد نہیں ہوئی دوسرے سال دوبارہ حاضر دربار ہو کر اپنی لکھی ہوئی تفسیر آیت الکرسی پیش کی جس کو دیکھ کر تمام علما سے دربار

رشک و حسد سے جل مرے ۔ کسی نے اس کو سرقہ بتایا۔ کسی نے کہا کہ دراصل یہ شیخ مبارک کی تصنیف ہے۔ لیکن جب یہ علما اور جملہ فضلائے دربار علمی مباحثوں میں اس نوجوان فاضل سے ہار گئے تو تمام اہل دربار اور خود شہنشاہ اکبر پر آپ کی عظمت ووقعت کا سکّہ بیٹھ گیا اور صرف آپ کی علمیت و قابلیت ہی دربار اکبری میں آپ کی سفارشی ہو کر روز افزوں ترقی کا باعث ہوئی۔ اور بہت تھوڑی مدت میں آپ بیستی منصب سے دو ہزاری کے منصب جلیلہ اور وزارت اعظم کے درجہ پر پہنچ گئے ۔ افسوس کہ اس مختصر کتاب میں اس قدر گنجایش نہیں ہے کہ آپ کے ملکی اور فوجی کارناموں کو بیان کیا جائے نہ اس کتاب کا مقصد اس قسم کے واقعات کا بیان کرنا ہے لہذا ان واقعات کو نظر انداز کیا جاتا ہے ۔

ابو الفضل کے مذہبی خیالات پر طرح طرح کے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ کوئی اُسے ہندو مذہب کا مقلد بتاتا ہے۔ کوئی آفتاب پرست کہتا ہے ۔ کوئی کافر ملحد اور نقطوی خیال کرتا ہے۔ سب سے بڑا الزام دین آلہی اکبر شاہی کی خلافت قبول کرنے کا ہے لیکن یہ سب الزام بے بنیاد اور زیادہ تر تعصب کا نتیجہ ہیں ۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ تقلید کا منکر کسی قدر آزاد خیال صُلحِ کُل اور بادشاہ وقت کا سچا خیر خواہ اور مصلحت وقت کی مجبوریوں کی وجہ سے بادشاہ کا حد سے زیادہ خوشامدی تھا لیکن یہ قطعی غلط ہے کہ وہ اسلام کا منکر اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے خالی تھا۔ اِس کے ثبوت میں اُس کے بے شمار مذہبی فقروں مناجاتوں نعتوں وغیرہ کے علاوہ کئی تاریخی شہادتیں بھی موجود ہیں چنانچہ صاحب ذخیرۃ الخوانین لکھتے ہیں کہ وہ راتوں کو درویشوں کے گھر جاکر روپئے اشرفیاں نذر کیا کرتا اور اپنے ایمان کی سلامتی کے واسطے دعا کا ملتمس رہتا تھا۔ شیخ ابو المعالی قادری رح سے

کہ لاہور کے اکابر مشائخین اور اولیاء اللہ سے تھے منقول ہے کہ میں شیخ ابوالفضل کی طرف سے اچھا خیال نہ رکھتا تھا۔ شہادت کے بعد ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلعم کی مجلس عالی میں شیخ کو حاضر کیا گیا۔ آنحضرت صلعم نے جبہ مبارک شیخ کے منہ پر ڈال دیا اور مجلس میں بٹھا کر فرمایا اگرچہ یہ شخص اپنی حیات چندروزہ میں بُرے کاموں کا مرتکب ہوا ہے۔ لیکن یہ مناجات اُس کی مقبول بارگاہ ہو کر اس کی نجات کا باعث ہوئی " آلہی نیکاں را بوسیلۂ نیکی سرفرازی بخشی وبداں را بمقتضائے کرم دلنوازی کنی۔ الخ " ایک مرتبہ شاہزادہ سلیم شیخ کے مکان پر گیا تو دیکھا کہ چالیس کاتب مکان پر بیٹھے ہوئے قرآن وتفسیر لکھ رہے ہیں۔ سب کاتبوں کو مع اُن کے نوشتوں کے لاکر اکبر کے روبرو پیش کیا اور شکایت کی کہ جناب خلیفہ صاحب

ع چوں بخلوت می روند آں کارِ دیگر می کنند کے مصداق ہیں۔

ابوالفضل کی تصنیفات میں آئین اکبری اور اکبرنامہ دو بے نظیر کتابیں ایسی ہیں جو آپ کی غیر معمولی لیاقت بلکہ فوق العادت کی ایسی یادگاریں ہیں جن سے آپ کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اُن کے علاوہ آپ کی انشاپردازی کی یادگاریں بہت سے فرامین اور خطوط تقریظیں وغیرہ موجود ہیں جو ابوالفضل کے نام سے مشہور اور فارسی کے منتہیانہ درس میں داخل ہیں۔ اکثر مورخ لکھتے ہیں کہ ایشیا کے بادشاہ اکبر کی تلوار سے اس قدر نہ ڈرتے تھے جس قدر ابوالفضل کی قلم کے خوف سے کانپتے تھے۔

جمعہ کے دن ۴۔ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو سرائے بیر سے نصف کوس اور نرور سے چھ کوس کے فاصلہ پر یہ فرزانۂ روزگار شاہزادہ سلیم کے اشارہ اور راجہ نرسنگھ دیو بندیلہ والی اُرچھا کے لوگوں کے ہاتھ سے جام شہادت پی کر فردوس برین کو سدھارا۔ سر

شاہزادہ کے پاس الہ آباد بھیجا گیا اور لاشۂ بے سر قصبہ انتروی (ریاست گوالیار) میں سپرد خاک کیا گیا۔ بندۂ ابوالفضل شہادت کی تاریخ ہے خود آپ نے خواب میں آکر بتائی
اکبر کو اس قدر صدمہ ہوا کہ بے اختیار رو دیا اور کہا کہ اگر شاہزادہ سلیم کو سلطنت کی تمنا تھی تو میرا سر کاٹنا چاہیئے تھا بیچارہ شیخ کا کیا قصور تھا۔ شیخ عبدالرحمن آپ کے صاحبزادہ امرائے عہد اکبری و جہانگیری سے تھے۔



شیخ ابوالفیض فیضی فیاضی

اصلی نام ابوالفیض اور تخلص فیضی اور فیاضی ہے۔ شیخ مبارک کے فرزند سعادتمند اور شاگرد رشید ہیں۔ شعر و معما عروض و قافیہ تاریخ و لغت ہیئت و ہندسہ اور انشا میں بے نظیر اور عربی فارسی علوم کے علاوہ سنسکرت میں بھی لاثانی سمجھے جاتے تھے ۹۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۰ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر کمال کے درجہ کو پہنچ گئے
جب آپ کے علم و فضل۔ ذہن و ذکا اور کمالات شاعری کی خبریں دربار اکبری تک پہنچیں تو قدردان و کمال پرور بادشاہ نے ۱۲ سنہ جلوس میں جبکہ وہ چتوڑ کی مہم پر جا رہا تھا طلبی کا فرمان صادر کیا۔ آپ نے حاضر دربار ہو کر نقرئی پنجرہ (کٹھرہ) سے جہاں آپ کھڑے تھے فی البدیہ یہ قطعہ پڑھا ؎

بادشاہا درونِ پنجرہ ام	از سرِ لطف خود مرا جادہ
زانکہ من طوطی شکر خوا ئم	جائے طوطی درونِ پنجرہ بہ

یہ قطعہ بادشاہ کو ایسا پسند آیا کہ بادشاہ نے آپ کو فوراً اپنے پاس بلا لیا اور

اُسی وقت سے آپ کو تقرب شاہی کا فخر حاصل ہوا چند دن کے بعد آپ نے دو سو پچاس شعر کا ایک پُر زور قصیدہ دربار میں پڑھا جو نہایت مقبول ہو کر آپ کے قرب و منزلت اور شہرت و عظمت کا باعث ہوا اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے

سحر نوید رساں قاصد سلیمانی　　رسید ہمچو سعادت کشادہ پیشانی

فیضی کے دربار میں پہنچنے کے وقت مشہد غزالی ملک الشعرا کے خطاب سے موصوف تھا سنہ ۳ جلوس میں مشہد غزالی کی وفات کے بعد جب فیضی نے مہابھارت کا منظوم ترجمہ پیش کیا تو بادشاہ نے اس کے صلہ میں ملک الشعرا کا خطاب مرحمت فرمایا۔

فیضی کے سپرد شاہزادوں کی تعلیم و تربیت اور سفارت کا کام بھی تھا چنانچہ آپ فرمانروایان دکن کے پاس بطور سفیر بھیجے گئے تھے اس کام کو آپ نے بہت خوبی سے انجام دیا۔

ماثر الامرا میں آپ کی تصانیف و تالیف کی تعداد ایک سو ایک لکھی ہے جس میں سب سے مشہور تصنیف سواطع الالہام ہے جو قرآن مجید کی بے نقط تفسیر اور آپ کے عربی علم و ادب اور تبحر کی ایسی بے نظیر یادگار ہے جس کی کوئی اور دوسری نظیر موجود نہیں ہے اس میں حروف مہملہ کا اتنا التزام کیا ہے کہ نام بھی بعض جگہ بدل ڈالے ہیں۔ شروع میں بسم اللہ کی جگہ کلمہ طیبہ لکھا ہے جس میں ایک بھی منقوط حرف نہیں ہے۔ یہ تفسیر مطبع نولکشور میں چھپ گئی ہے۔ سب سے زیادہ یہ تعجب کی بات ہے کہ ایسے مشکل کام کو دو برس کی مدت میں کلمہ طیبہ کے لام سے والناس کے سین تک انجام کو پہنچایا ہے۔ فضلائے عہد نے اس لاثانی تفسیر پر بہت سی تقریظیں اور تاریخیں لکھی تھیں۔ میر حیدر معمائی نے سورۂ اخلاص تاریخ پائی اور دس ہزار روپیہ صلہ حاصل کیا۔ اس کے علاوہ علم اخلاق پر موارد الکلم نام ایک بے نقط کتاب لکھ کر انشاپردازی کا کمال دکھایا ہے۔ نظم میں غزلو

اور قصیدوں کا بارہ ہزار بیت کا دیوان - خمسہ نظامی کے جواب میں مرکز ادوار بجواب مخزنِ اسرار - نل دمن - سلیمان و بلقیس (غیر مکمل) ہفت پیکر - اکبر نامہ (غیر مکمل) سنسکرت کے ترجموں میں ترجمہ مہابھارت منظوم - لیلاوتی وغیرہ مشہور ہیں -

صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں کہ آپ کی فارسی شعر گوئی میں خسرو کا سوز - سعدی کی ملاحت اور حسن دہلوی کا حُسن موجود تھا - آپ کی مٹھی تہی دستوں کی خزانچی اور آپ کی زبان عاجزوں کا سرمایہ تھی - آپ اُن صوفیوں میں ہیں جو وحدت وجود کے مقر ہیں .... راقم نے آپ کے حالات سُنے ہوئے نہیں لکھے بلکہ اُن حالات میں سے لکھے ہیں جو معائنہ کرکر اور پاس بیٹھکر معلوم کئے ہیں "

شیخ مبارک اور ابوالفضل کی طرح فیضی کے مذہبی خیالات کے متعلق بھی مختلف روایتیں ہیں جہاں بہت سے لوگ آپ کو ملحد خیال کرتے ہیں وہیں اکثر بزرگوں نے آپ کا ذکر صوفیہ کرام کے ضمن میں کرکے اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے - راقم بوستان تفسیر سواطع الالہام اور آپ کی تصانیف کی نعت و مناجات کو دیکھ کر آخر الذکر گروہ کا ہم خیال ہے - نل دمن - میں حسن فصاحت و بلاغت - وسعت بیانی اور زور کلامی سے آپ نے حضور رسول مقبول صلعم کی نعت اور معجزات لکھے ہیں یا مرکز ادوار وغیرہ میں حسن خوبصورتی خوش اعتقادگی سے حمد مناجات اور توحید وغیرہ کا بیان نظم کیا ہے اُسے پڑھ کر کوئی شخص آپ کو منکر اسلام نہیں خیال کر سکتا و اللہ اعلم بالصواب

اتوار کے دن دسویں صفر ۱۰۰۴ھ ہجری کو اس جامع کمالات فاضل نے مرض ضیق النفس میں مبتلا ہوکر سفر آخرت اختیار کیا اکبر بیماری کا حال سُنکر عیادت کے واسطے خود مکان پر آیا - سر بالیں بیٹھ کر تکیہ سے آپ کا سر اُٹھایا اور نہایت محبت و الفت سے

چند مرتبہ آواز دی۔ فیضی آنکھیں کھولو۔ دیکھو میں تمہارے پاس آیا اور حکیم علی گیلانی کو علاج کے واسطے ساتھ لایا ہوں۔ مگر آپ شہنشاہ حقیقی کے دربار میں حاضر ہونے کی تیاری میں ایسے مصروف تھے کہ بادشاہ مجازی کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ ابوالفضل لکھتے ہیں کہ مرنے سے چار روز بیشتر مجھسے فرمایا کہ بادشاہ سے چار دن کی رخصت لیکر میرے پاس رہو میں نے چار دن کی رخصت لے لی۔ چوتھے روز ہی انتقال ہوگیا۔ چار ہزار تین سو نفیس کتابیں جن میں اکثر آپ کے قلم کی لکھی ہوئی تھیں آپ کے کتب خانہ میں نکلیں فیاض عجم وفات کی تاریخ ہے۔ مزار آگرہ میں والد بزرگوار کے پہلو میں واقع تھا۔ ۱۰۰۱ھ

شیخ ابوالفتح مکیؒ

زاد بوم شروان ہے۔ چونکہ مکہ معظمہ میں بہت رہے تھے لہذا مکیؒ مشہور ہوگئے شیخ جمال الدین ابن عبدالباسط عباسی کے فرزند ارجمند تھے۔ سلسلہ ارشاد شیخ عمر ابن فارض تک پہنچتا ہے۔ حضرت غوث العرفا گیلانیؒ کا خرقہ خاص آپ کو پہنچا تھا وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ ہر ایک قسم کے فضائل و مہارت سے موصوف اور سیاحی کے شوقین تھے۔ سلطان سکندر لودی کے عہد میں براہ خشکی سندھ میں تشریف لائے۔ بادشاہ نے آپ کے اوصاف و کمالات کا حال سنکر ایک عریضہ آپ کی طلب میں بھیجا جس میں طرح طرح کی خوشامدیں اور آرزوئیں درج کی تھیں۔ اس عریضہ کو ملاحظہ کرکے آپ آگرہ میں تشریف لائے۔ سلطان نہایت عاجزی اور محبت کے ساتھ پیش آیا اور منت و سماجت کرکے آپ کو آگرہ کے قیام پر راضی کرلیا اور اس قدر خاطر و وقعت کی کہ اُمرائے دولت کو

رشک پیدا ہوا چنانچہ ایک بدباطن نے آپ کے حروف کا چربہ اُتار کر ایک خط دشمن سلطان کے نام بنا کر اس طرح روانہ کیا کہ بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے وہ خط آپ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ ابوالفتح ایسا نالایق نہیں کہ ایسی بیہودہ تحریر سے اپنے قلم کو ملوث کر کے دل آزاری روا رکھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مفتری شخص جلد اپنے کیے کی سزا پائے گا۔ ایک ہفتہ بھی پورا نہ گزرنے پایا کہ ایک مست اونٹ نے اُس شخص کا ہاتھ چاب ڈالا۔

جب سلطان ابراہیم لودی بابر کے مقابلہ کے واسطے مع لشکر کے پانی پت کی طرف روانہ ہوا تو دیگر علما اور مشائخین کے ساتھ آپ کو بھی ہمراہ لے گیا۔ دہلی سے آپ لشکر سے لوٹے جب لوگوں نے حقیقت حال استفسار کی تو فرمایا کہ خدا کی آفت اور ازلی آشوب اس لشکر کے اوپر نامزد ہوا ہے لہذا بھاگنا واجب ہے غرضکہ آپ آگرہ چلے آئے اور سلطان ابراہیم اور اُس کی فوج کے علاوہ بے شمار مخلوقات اُس لڑائی میں ضائع ہوئی۔

سلاطین مابعد بھی آپ کی عزت و وقعت کرتے رہے سب سے زیادہ شیر شاہ سور آپ کا معتقد تھا پورنمل والی رائےسین جس نے چندیری کو غارت کر کے ہزارہا مسلمان شرفا کو تباہ و برباد اور دو ہزار مسلمان عورتوں کو اپنے حرم میں داخل کر لیا تھا۔ ۹۵۰ھ میں آپ ہی کے فتوی سے ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے کچلوا دیا گیا آپ بَرَكَةُ الْعُمْرِ فِي حُسْنِ الْعَمَلِ (ترجمہ عمر کی برکت عمل کی خوبی سے ہے) کے شرف سے مشرف تھے چنانچہ ۱۴۴ برس آپ نے طالبانِ خدا کی رہنمائی کی اور باختلاف روایات بائیس شعبان یا دوسری ذالحجہ ۹۵۳ھ کو آپ خاک آگرہ کے سپرد کیے گئے میر رفیع الدین صفوی

مسجد کے قریب واقع ہے جس کے دالان پر یہ عبارت مرقوم ہے۔ "حافظ احمد وقف کرد یازدہ دہ کاکین و دو قطعہ باغ سی بگیہ حصول آن جہت خرچ مسجد و مجلس فقرا۔ سنہ ۱۱۵۱ھ۔

محمد عربی کابروے ہر دو سرا است | کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سرِ اُو
منم عاجزم در دمندم غریبم | کرم کُن الٰہی طفیلِ محمد
ہمیشہ مجھسے عاصی کوں نہیں جای آسرا تیرا | جہنم کی خلاصی کون نہیں جای آسرا تیرا

الٰہی تو غفار حافظ احمد گنہگار۔ توبہ کرد از جمیع کردار۔ از فضل و کرم غفار۔ ہم لقایت۔ ہم شفاعت محمد علیہ الصلوٰۃ۔

حافظ احمد حسین صاحب نقشبندی مجددی

آپ شیخ محمد بخش اکبرآبادی سوداگر پنجابی کے فرزند سعید ہیں۔ بچپن ہی سے خداطلبی کی چنگاری آپ کے دل میں سُلگ رہی تھی۔ اکثر راتوں کو جنگل میں پھرتے تھے۔ اور بزرگانِ اکبرآباد کے مزار پر نہایت ذوق و شوق سے حاضر ہوا کرتے تھے سنِ تمیز پر پہنچکر آپ اکثر مزارات پر چلّہ کش ہو کر انواع کمالات سے مالامال ہوئے۔ اور حافظ وزیر علی اکبرآبادی کے حلقہ درس سے کہ ایک صاحب باطن اور مجذوب صفت بزرگ تھے قرآن شریف کے نور سے اپنے سینہ کو منور کیا۔ ابتدا سے حال میں بیخود تھے آخر کار عنایت ایزدی نے آپ کو مولوی حاجی سید محمد قربان علی بخاری بجے پوری کی خدمت بابرکت میں پہنچادیا اور پیر روشن ضمیر کی نظر توجہ سے چند سال ہی کے اندر منزلِ مقصود پر پہنچکر خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔ حاجی صاحب موصوف کے

وصال کے بعد جب اُن کے صاحبزادہ صاحب سید عبدالرحمٰن صاحب نے تبرکات تقسیم کیے تو سب سے پہلے آپ ہی کو خرقہ مرحمت فرمایا اور بعد تقسیم تبرکات و فراغ حلقہ ارشاد فرمایا کہ جملہ بھائیوں کو جان لینا چاہیئے کہ حافظ احمد حسین کو خلفائے اعلیٰ حضرت قبلہ میں خاص درجہ حاصل ہے۔

آپ نہایت منکسر المزاج سلیم الطبع۔ با اخلاق اور گمنامی پسند بزرگ ہیں۔ شریعت پر بڑے ثابت قدم اور اکثر خاموش رہتے ہیں۔ مریدوں پر آپ کا نہایت نیک اثر ہے۔ کیسا ہی بدکار کیوں نہ ہو آپ کی غلامی میں آکر تائب اور نیک کار ہو جاتا ہے۔ اوّل اوّل آپ سختی کے ساتھ کسی برائی سے منع نہیں فرماتے بلکہ صاف فرما دیتے ہیں کہ جو چاہو کرو اور جہاں چاہو جاؤ مگر ہمیں ضرور ساتھ لے لیا کرو۔ راقم بوستاں سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر مرید کلال خانہ یا رنڈی کے مکان پر بھی جانا چاہے تو آپ کو اُس کے ساتھ جانے میں کچھ دریغ نہیں ہوتا اور آپ بے تکلف اُس کے ساتھ چلے جاتے ہیں مگر چند ہی دن میں مرید پر ایسا نیک اثر پڑتا ہے کہ کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ آپ کا معمول ہے کہ نماز صبح اپنے محلہ کی مسجد میں با جماعت ادا فرما کر آٹھ بجے تک اوراد و ظائف سے فارغ ہوتے ہیں پھر کھانا کھا کر جنگل کو تشریف لیجاتے ہیں وہاں مزارات پر مراقبہ میں مصروف رہتے ہیں وہاں سے ڈیڑھ دو بجے براہ راست اکبری مسجد میں آکر ظہر کی نماز جماعت سے پڑھتے ہیں۔ پھر عصر تک مسجد مذکور میں اوراد و وظائف میں مشغول رہ کر عصر کی نماز جماعت سے ادا فرماتے ہیں بعد نماز عصر اکثر اپنے صاحبزادہ محمد احسن صاحب یا برادر حاجی الطاف حسین صاحب سوداگر کی دوکان پر قیام فرماتے ہیں پھر مغرب کی نماز اکبری مسجد میں پڑھ کر مکان پر تشریف لیجاتے ہیں۔ پھر عشا کی نماز کے واسطے اسی مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مدت تک آپ کا فیض جاری رکھے - افسوس کہ ترتیب کتاب کے بعد حافظ صاحب نے بتاریخ ۳ شوال ۱۳۳۱ھ یوم جمعہ سفر آخرت اختیار فرمایا اور قبرستان پنج کوئیوں میں سپرد خاک کئے گئے - لوح مزار پر دو تاریخیں کندہ ہیں جن میں ایک یہ ہے

جانب جنت رواں شد حافظ احمد حسین
سالک راہ طریقت ہادی راہ صواب

روز جمعہ در مہ شوال تاریخ سویم
لا الٰہ گفت و یک دم رفت از جنت تشناب

دست او در کار دنیا خاطرش با یار خویش
بود اس طرز کمالش بے نظیر و لاجواب

مطلع راز حقیقت مشرق سر الٰہ
در گروہ اولیا بودہ است مثل آفتاب

خاطر مقبول محزوں در غم ہجر پدر
زالتہاب سوزہائے اندروں گشتہ کباب

از سر ہو آمدہ مقبول درگوشم ندا
سال وصل رحلتش از کلمہ مغفور یاب

۱۳۳۱ھ

احمد شاہ نقشبندیؒ

آپ تیرھویں صدی کے اخیر دور میں ایک صاحب نسبت بزرگ تھے جو محبت الٰہی میں ہر وقت مست رہتے تھے - آپ کے کرامات اور خارق عادات کی اکثر روایتیں مشہور ہیں مزار مبارک محلہ بلوچپورہ میں واقع ہے - آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ محبت شاہ صاحب جو ایک صاحب حال اور خداشناس بزرگ تھے - آپ کے جانشین ہوئے تھے - وہ بھی آپ کے قریب ہی آسودہ ہیں -

مولانا احمدی قادریؒ

حضرت کا اسم مبارک سید احمد اللہ اور عرف مولانا احمدی تھا - آگرہ کے سادات عظام

اور علمائے کرام سے تھے رسمی علوم میں مولانا عادل اکبر آبادی کے شاگرد رشید تھے
۱۲۱۶ھ میں خلد بریں کی راہ لی سید امجد علی شاہ آپ کے فرزند رشید نے یہ تاریخ رحلت موزوں
فرمائی جو آپ کے مزار واقع مسجد شاہی محلہ مدرسہ پر کندہ ہے ؎

چوں بجنت کرد مسکن مولوی معنوی | شمع بزم احمدی مجلس فروز قادری
برگزشتم از سر ہوش و شنیدم ایں ندا | مقتدائے راہ احمد بود بیشک احمدی
۱۲۱۶

آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ بڑے سید امجد علی شاہ منجھلے سید محمد میر۔ اور چھوٹے
غلام مصطفیٰ ہم۔ اوّل و دوم کے حالات بوستاں میں موجود ہیں چھوٹے صاحبزادے
مولوی ڈپٹی امداد العلی مرحوم ڈپٹی کلکٹر کے والد ماجد تھے۔

آدم شاہ رح

آپ آگرہ کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔ آپ کا مزار لب سڑک ریلوے متصل کچہری کلکٹری
ریلوے پل سے مشرقی جانب واقع ہے۔

شیخ اسمٰعیل چشتی رح

سید صحیح النسب اور مشاہیر اولیائے اکبر آباد سے ہیں۔ علوم عقلی و نقلی میں یکتائے
روزگار اور کمالات باطنی میں شہرۂ آفاق تھے۔ طالب دنیا اور طالب عقبیٰ دونوں طرح
کے لوگ آپ کی مجلس سے فیض پاتے تھے۔ آپ کا مقولہ تھا کہ اگر طالب دنیا اپنی
مراد کو پہنچے گا تو اس کے دل میں اولیا اللہ کی محبت پیدا ہوگی اور رفتہ رفتہ طالب حق
ہو جائے گا۔ غرضکہ کوئی شخص آپ کی مجلس سے محروم تہی دست نہ جاتا تھا۔ وجد

وسماع کے آپ عاشق زار تھے ۔ ۲۰۔ رمضان ۱۰۶۶ھ کو حج ودیدار کے واسطے کوچ فرمایا
راقم بوستان کو بدقسمتی سے مزار مبارک کا پتہ نہیں چلا۔ **تاریخ وفات**

خلیل دہر اسمعیل ثانی   بہشتی شد جوان نیکو سرشتی
۱۰۶۶

امیر سید اسمٰعیل قادری رح

سید ابدال قادری کے فرزند ارجمند تھے ۔ سلسلہ نسب حضرت شیخ عبدالرزاق ابن غوث الصمدانی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رح تک پہنچتا ہے ۔ آگرہ کے اولیائے عظام اور مشائخین کرام میں ممتاز تھے اس نواح میں سلسلہ قادریہ کا رواج آپ ہی کی ذات بابرکات سے ہوا اپنے پدر بزرگوار سے خرقۂ خلافت حاصل کرکے آگرہ تشریف لائے اور یہیں کی سکونت اختیار فرمائی شیخ امان اللہ پانی پتی اور شیخ محمد حسن خیالی آپ کے معتقد اور شیخ یوسف تمیمی انصاری اکبرآبادی آپ کے خلیفہ اور داماد تھے ۔ خوابگاہ جھنوں ہے ۔

شیخ اسحٰق مجذوب رح

آپ سالک مجذوب تھے ۔ ابتدائے حال میں علوم رسمی تحصیل کرکے شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے انفاس و توجہ کی برکت سے چند روز میں بہت سے سلوک کے درجہ طے کر لئے ۔ آپ کی زبان خدائی ترجمان اور آپ کا سینہ مشیت ایزدی کا آئینہ تھا ۔ اس آئینہ میں جو نظر آتا وہ بے محابا زبان پر آجاتا تھا ۔ ایک دن عالم بے اختیاری میں سخنان خلوت کو جلوت میں بیان فرمارہے تھے کہ حضرت شیخ تشریف لے آئے اور یہ باتیں سنکر فرمایا کہ اس جن کو یہاں سے اٹھاؤ فوراً جنون کی حالت

پیدا ہوگئی اور چل دیئے کبھی روتے کبھی ہنستے اکثر حالتِ گریہ میں یہ فقرہ زبان پر رہتا تھا "سبحان اللہ ہیچکس پیدا نشد کہ اندوختہ شیخ عبدالقدوس را بردارد" باوجود اس حیرانی و سرگردانی کے مباحثات علمی کے موقع پر اصحاب دانش و خرد سے سبقت لیجاتے تھے - آرامگاہ آگرہ مگر مقام لاپتہ -

شیخ افضل محمدؒ

شیخ یوسف یتیمی انصاری کے بیٹے مرید اور خلیفہ ہیں - رسمی علوم کی تحصیل اپنے عمِ محترم شیخ جلال اور اُن کی وفات کے بعد شیخ ابوالفتح مفتی کے حلقہ درس سے فرمائی - اس کے بعد شیخ مبارک پدر علامی ابوالفضل اور قاضی جلال الدین کی شاگردی میں کمال حاصل کیا حدیث کی سند میر جعفر اکبرآبادی سے حاصل کی - پدر بزرگوار کی روحانی پرورش سے کمالاتِ باطنی میں کمال پایا - اور باپ کی زندگی ہی میں جانشین ہوگئے - کئی مرتبہ عالمِ خواب میں حضور رسول مقبول صلعم کے حلیۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے اور بارگاہ نبوی سے حزب البحر پڑھنے کی اجازت ملی - بہت سے کفار آپ کی ہدایت و ارشاد کی بدولت شرف اسلام سے مشرف ہوئے بہت سے مسلمانوں نے آپ کی صحبت سے خداشناسی کی آنکھیں روشن کیں - ۲۱ صفر ۱۰۰۳ھ کو آپ نے رحلت فرمائی - افضل انام ۱۰۰۳ اور خود اسم مبارک افضل محمد ۱۰۰۳ سال رحلت کے ہم عدد ہیں - آرامگاہ آگرہ - مزار لاپتہ -

شیخ عبدالصمد صاحب اخبارالاصفیاء جامع انشائے ابوالفضل آپ کے صاحبزادے اور ابوالفضل کے بھانجے تھے -

علامی افضل خاں شیرازیؒ

آپ کا اصلی نام ملّا شکر اللہ ہے۔ شیراز کے رہنے والے اور میر ابراہیم ہمدانی اور میر تقی الدین محمد نسابہ شیرازی مشہور فضلا کے شاگرد رشید تھے۔ جملہ علوم عقلی و نقلی میں کمال حاصل کر کے مدت تک اپنے وطن شیراز میں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ فصاحت و بلاغت میں حسّانِ وقت اور ہئیت و ہندسہ میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ جہانگیر کے زمانہ میں بطور سیر و سیاحت سورت ہوتے ہوئے برہان پور میں آئے۔ یہ شہر اُس وقت مغلیہ گورنر کا دار الحکومت اور بہت بڑا تجارتی اور فوجی مرکز تھا۔ خانخاناں عبد الرحیم خاں یہاں کے گورنر تھے جن کے دربار میں ایسے ایسے اہل کمال جمع تھے کہ سلطان حسین مرزا اور میر شیر علی کا زمانہ یاد آتا تھا۔ ملّا صاحب کی ملاقات خانخاناں سے ہوئی وہ نہایت دریا دل۔ کمال پرور بلکہ اہلِ کمال کے عاشق تھے۔ پہلی ہی ملاقات میں کچھ ایسی عالمانہ باتیں اور مدارا تیں ہوئیں کہ ملّا صاحب گرویدہ ہو گئے اور سب سیر و سیاحت کے منصوبوں سے دست بردار ہو کر خانخاناں کی مصاحبت اختیار کر لی۔ چند مدت تک اُن کی خدمت میں رہے۔ جب شاہزادہ خورم نے آپ کے علم و کمالات کا حال سنا خانخاناں سے مانگ کر اپنی سرکار میں لے لیا اور اپنے لشکر کا میر عدل مقرر فرمایا۔ رانا امر سنگھ کی مہم میں یہ شاہزادہ کے ساتھ تھے۔ رانا سے مصالحت ہونے میں آپ کی حُسن خدمت سے جہانگیر نے خوش ہو کر افضل خاں خطاب مرحمت کیا۔ روز بروز شاہزادہ کی خدمت میں بھی آپ کی عزت و اعتبار بڑھتا گیا یہاں تک کہ میر عدل سے ترقی کر کے آپ شاہزادہ کی سرکار کے دیوان کُل ہو گئے۔ انہی ایام میں آپ سفارت بیجاپور پر روانہ کئے گئے یہ کام بھی آپ نے

نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔
جب بادشاہ اور شاہزادہ میں مخالفت پیدا ہوئی تو آپ نے حاضر دربار ہو کر باہمی مصالحت کی پوری کوشش کی مگر چونکہ نورجہاں بیگم اس مخالفت کی بانی مبانی تھیں کوئی کوشش و تدبیر کارگر نہ ہوئی اور بادشاہ نے آپ کو اپنی سرکار میں رکھ کر خدمت خانسامانی کے خلعت سے مفتخر کیا۔
شاہجہاں بادشاہ نے تخت نشین ہوتے ہی منصب چار ہزاری پر سرفراز اور میر سامانی کی خدمت سے ممتاز کیا اور دوسرے سال یعنی ۱۰۳۸ھ میں منصب پنجہزاری سے متفخر کر کے وزارت اعظم کے سب سے بڑے عہدہ سے سرفراز کیا۔ گشتہ فلاطوں وزیر اسکندر ثانی اس کی تاریخ ہے (۱۰۳۸)۔ سنہ ۱۱ جلوس میں منصب ہفت ہزاری پر کہ اس سے بڑا اور کوئی منصب نہ تھا ترقی پائی۔ سنہ ۱۲ جلوس میں آپ بیمار ہوئے۔ ۹۔ رمضان ۱۰۴۸ھ کو بادشاہ خود عیادت کے واسطے مکان پر آئے۔ شاہی طبیبوں سے علاج کرایا مگر چونکہ پیمانہ حیات لبریز ہو چکا تھا کسی کے علاج نے فائدہ نہ بخشا اور ۱۲۔ رمضان ۱۰۴۸ھ کو مقام لاہور ۷۰ برس کی عمر میں آپ نے رحلت فرمائی۔ علامی از دہر رفت (۱۰۴۸)۔ اور زخوبی برد گوئے نیکنامی (۱۰۴۸) وفات کی تاریخیں ہیں۔
شاہجہاں کو آپ کے انتقال کا سخت صدمہ ہوا۔ کئی مرتبہ فرمایا کہ وزیر باتدبیر نے اپنی اٹھائیس سالہ ملازمت میں کسی ایک شخص کی بھی برائی ہم سے نہیں کی۔ آپ نے آگرہ میں ایک عالیشان حویلی تعمیر کرائی تھی جس کے اختتام تعمیر کی تاریخ۔ منزل افضل ہے (۱۰۴۳)۔ اس کے علاوہ ایک حویلی لاہور میں اور ایک باغ کشمیر میں بنوایا تھا۔ حویلی کا کوئی نشان اب باقی نہیں رہا۔ لیکن آگرہ میں آپ کا مقبرہ اب تک موجود ہے اور جمنا پار لب دریا چینی کے روضہ کے

نام سے موسوم اور باوجود شکستہ حال ہونے کے آگرہ کی قابل دید خوشنما عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ عبدالحق شیرازی مشہور خوشنویس جو امانت خاں کے خطاب سے موصوف اور ممتاز محل کے روضہ کے کتبوں کا بے نظیر کاتب اور صناع تھا آپ کا برادر حقیقی تھا اُس کے بیٹے عنایت اللہ کو جو عاقل خاں کے خطاب سے موسوم ہے آپ نے اپنا بیٹا (متبنیٰ) بنایا تھا۔

آغر خاں شہیدؒ

آپ کا اصلی نام پیر محمد اور خطاب بہ مناسبت قومیت آغر خاں تھا۔ عہد عالمگیری کے نہایت شجاع و شیر دل امیر کبیر تھے جو ۱۱۰۱ھ مطابق ۱۶۹۰ء میں حسبۃً للہ سادات کی حمایت میں شہید ہوئے آپ کا مزار متصل ریلوے اسٹیشن آگرہ چھاونی (آگرہ روڈ) ایک چبوترہ پر واقع ہے جس پر نیب کے تین چار درخت سایہ کئے ہوئے ہیں۔ لوح مزار پر ایک طرف آیت الکرسی اور دوسری طرف یہ عبارت کندہ ہے "تاریخ سال یکہزار و یکصد و دو از ہجرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ خان عفران نشان نواب آغر خان از صوبہ کابل بموجب فرمان بادشاہ عالمگیر بہ ہندوستان روانہ شدہ در سرائے جاجئو رسید۔ دو روز پیشتر مردم قافلہ سادات کہ بہ حج میرفتند کفار آنہا بغارت بردہ اسیر کردہ بودند۔ چوں ہمت ایں دیندار غازی مصروف در تقویت دین سیدالمرسلین بودہ سواری نمودہ دیہات آن کفار را سوختہ بسیار کافراں را بجہنم فرستادہ اسیران اسلام را خلاص نمودہ ثواب غزا یافتہ برائے مرتبہ شہادت کہ اعلیٰ معارج است تلاش کردہ کام خود را بہ شہد شہادت شیریں گرداند۔ درسال یکہزار یکصد و نوزدہ احقر جزو کل بندۂ مُغل کہ بخطاب مبارز بدر مخاطب گردیدہ ایں لوح را برائے یادگار بدستخط خود نوشتہ گذاشت۔ تاریخ شہادت ازیں ابیات حاصل میگردد کہ میر ہویدا سے بلخی گفتہ بود ایں است ؎

چرخ گردوں ماند نقشے داغِ حسرت درمیاں ——— حیف ازیں دنیائے فانی وے دریغا از جہاں

از برائے سیداں شدآں شہیدِ راہِ عشق ——— لالہ داغِ ماتمِ خاں در بہار و در خزاں

یک طرف میرزا عشور بیگ آں شہیدِ شیر دل ——— رفت با صد داغِ آخر آں شجاع نکتہ داں

سال تاریخ شہیداں را خرد بر ما بگفت ——— دو حروفِ جیم و بے بیروں شدا زباغِ جناں

کتبہ سال و اقعہ عالمگیر بادشاہ ۔ شاہ عالم الپسر کلاں بر تخت ہندوستاں " چبوترہ پر دوسرا مزار میرزا عشور بیگ شہید کا ہے ۔

شیخ الہداد قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالمگیر بادشاہ کے زمانہ کے خدا شناسان باکمال سے تھے ۔ ۱۰۷۸ھ میں آپ نے رحلت فرمائی ۔ مزار محلہ گڈھیا الہداد متصل لوہا منڈی میں واقع ہے ۔ تاریخ رحلت ؎

شیخ الہداد بود واصل حق ——— ماہِ چرخِ مقید و مطلق

عقل تاریخ نقل آں مسعود ——— زد رقم ۔ قدوۂ مشائخ بود

۱۰۷۸

سید امجد علی شاہ جعفری القادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکتیس ۳۱ واسطہ سے شہیدِ دشت کربلا امام حسین علیہ السلام سے ملتے ہیں ۔ آپکے جدِ پنجم قطب الاقطاب مولانا سید ابراہیم قطب جعفری مدینہ منورہ سے بعہد جہانگیر بادشاہ آگرہ میں تشریف لاکر سکونت پذیر ہوئے تھے ۔ خانجہاں لودی جو جہانگیری عہد کا مشہور و معروف امیر تھا آپ کا معتقد و مرید تھا اور اُس نے آپکے واسطے مدرسہ مسجد اور مکانات اپنے محل کے قریب تعمیر کرا دئے تھے جس جگہ یہ مکانات تھے وہ اب لودی خاں کا ٹیلہ

مشہور اور متصل ریلوے اسٹیشن آگرہ سٹی واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا سید احمدی رح کے عہد میں اتفاق سے اُن مکانات میں آگ لگی اور جملہ مکانات و کتب خانہ وغیرہ جل جلا کر خاکستر ہو گیا۔

آپ مولانا ضیاء الدین بلخی رح کے مرید اور سید عبد اللہ قادری بغدادی رح رامپوری کے خلیفہ اعظم تھے علوم عقلی و نقلی دونوں میں یکتائے زمانہ تھے۔ شاعری میں اصغر تخلص اور کمال حاصل تھا جس کا ثبوت آپ کا مطبوعہ دیوان موجود ہے جو حقائق و معارف کے موتیوں کا خزانہ ہے۔ کمالات باطنی کے متعلق صرف یہ روایت کافی ہے کہ حضور محبوب سبحانی غوث الاعظم جیلانی رح کے ارشاد کے بموجب آپ کے پیر بزرگوار آپ ہی کی تعلیم کے واسطے بغداد سے ہندوستان میں آئے تھے۔ آپ گیارہویں شریف نہایت اہتمام اور دھوم دھام سے کیا کرتے تھے جس کا سلسلہ آپ کے خاندان میں اب تک جاری ہے جس کے اخراجات کے واسطے موضع بودلہ پرگنہ آگرہ معاف ہے۔

۲۲۔ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۰ھ کو آپ نے رحلت فرمائی اور احاطہ مسجد شاہی محلہ مدرسہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

عارف کامل ولی ابن ولی قطب دیں — عالم علم نبی کاشف راز علی

چونکہ بجنت رسید جملہ ملائک بگفت — واقف راہ خدا سید امجد علی ۱۲۳۰

آگرہ کے مشہور ادیب اور نقاد سخن جناب سید نظام الدین شاہ صاحب دلگیر حسن کا کلام پسندیدہ تمام ہندوستان میں مشہور و معروف ہے آپ کی یادگار اور سجادہ نشین درگاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بزرگوں کے مرتبہ پر پہنچاوے اور اُن کے علوم و کمالات ظاہری کو عروسِ عمل کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کرے۔ آمین۔

سیّد امام علی شاہؒ

آپ سید امجد علی شاہ قادری اکبرآبادیؒ کے خلیفہ اور آگرہ کے متاخرین مشائخین میں تھے۔ آپ محلہ نمک کی منڈی کے رہنے والے تھے مزار شریف احاطۂ درگاہ میر مجاہدؒ میں متصل مسجد گلی ملکان تاج گنج واقع ہے۔

میرزا ایزد بخش رساؒ

آپ میرزا جعفر آصف خاں وزیر جہانگیر بادشاہ کے پوتے ہیں۔ جملہ علوم وفنون میں شہرہ آفاق اور فصاحت و بلاغت اور انشاپردازی میں یگانۂ عصر خیال کئے جاتے تھے۔ عالمگیر بادشاہ کے عہد میں میرمنشی کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ فرخ سیر نے ۱۱۲۴ھ میں محض اس قصور میں کہ اُس کے باپ شاہزادہ عظیم الشان کی نسبت کوئی سخت کلمہ آپ کی زبان سے نکل گیا تھا آپ کو شہید کرا دیا۔ آپ کا مزار حویلی ایزد بخش میں جو اب محلہ بلین گنج میں ریٹ صاحب کی کوٹھی کے نام سے موسوم ہے واقع ہے ۱۹۴۹ء تک تعویذ موجود تھا

سیّد باقیؒ

عمل میں یگانۂ آفاق اور نہایت صاحب تقویٰ اور اہل کرامت بزرگ تھے۔ ۵ شوال ۱۰۶۵ھ کو وصال ہوا۔ قطعہ تاریخ

عمدۂ دنیا و دین و قدوۂ کون و مکاں ‏ قبلۂ اہلِ جہاں و کعبۂ عرش آستاں

میر باقی مرشدِ آفاق از لطفِ خدا ‏ چوں ازیں دار فنا شد جانب قصرِ جناں

ساعتِ وزودمہ وسال صالش عقل گفت صُبحِ شنبہ پنجم شوال باقی داد جاں

مزار مبارک محلہ سید باڑہ نوبستہ عالم گنج میں لودھوں کی آبادی کے قریب ایک مختصر حجرہ میں واقع ہے جو ۷ فیٹ ۱۰ انچ لمبا ۵ فیٹ ۵ انچ چوڑا اور صرف ۴ فیٹ بلند ہے۔

شیخ بایزید شروانیؒ

آپ سید ولی چترساولی کے مرید ہیں۔ آزادہ دلی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ وجد سماع سے عشق تھا آپ کے شور وفغاں سے مجلس سماع میں نمکینی پیدا ہو جاتی تھی اور آپ کے گریہ سے ہم نفس اور نظارہ کرنے والے اصحاب پر بھی رقت طاری ہو جاتی تھی دسویں صدی کے اخیر میں دار الحضور کو روانہ ہو گئے۔ سید بایزید کے نام سے اب صرف ایک مزار موجود ہے جو نگلہ سنگن متصل تخت پہلوان میں واقع ہے۔

شیخ بایزید خویشگیؒ

آپ عہد عالمگیری کے ایک صاحب نسبت اور واقف حقیقت بزرگ تھے۔ ۱۰۹۴ھ میں دار السرور کو رحلت فرما ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات

چوں گزشت از دارِ فانی بایزید یافت قصرِ جاودانی بایزید
سالِ نقاشِ مظہر الحق زد رقم شد زآفاق آہ ثانی بایزید
۱۰۹۴ھ

سید بدر الدینؒ

آپ سید جلال ستوکل کے فرزند ارجمند تھے۔ ۹۴۳ھ میں پیدا ہوئے علوم ظاہری کی تحصیل

شیخ ابوالفتح مفتی اور شیخ جلال انصاری کے حلقۂ درس سے کی۔ باطن کی پرورش اپنے
پدر بزرگوار سے پائی اور شیخ عبدالعزیز دہلوی سے بھی خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی تمام
وکمال ہمت حدود شریعت کی نگہبانی میں اور تمام وکمال نیت اسرار حقیقت کی پاسبانی
میں صرف ہوتی تھی۔ رہنمائی اور نصیحت کے وقت کشف ومعرفت کے انوار شریعت
کے لباس میں پوشیدہ عبارت کے ذریعہ سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ تصوف کی برہنہ
باتیں بہت کم بیان فرماتے اور اِفْشَاءُ الْاَسْرَار لَيْسَ مِنْ سُنَنِ الْاَحْرَار
(ترجمہ رازوں کا ظاہر کرنا احرار کی روش کے خلاف ہے) پر کاربند تھے۔

شیخ محمد صوفی سے منقول ہے کہ ایک روز میں جنگل میں جارہا تھا یکایک دو عرب سامنے
نظر آئے اور سلام کے بعد اُنہوں نے دریافت کیا کہ سید بدرالدین ابن سید جلال متوکل
کو آپ جانتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ میں آپ ہی کے خانوادۂ عالی کا ادنیٰ غلام
ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ اُن سے ملنا ہے۔ میں اُن دونوں کو لیکر آپ کی خدمت میں
گیا۔ دونوں نے قدمبوسی کے بعد عرض کیا کہ کسی فرزند رسول اللہ صلعم سے بیعت ہونے
کی مدت سے آرزو تھی عالم خواب میں جناب سرورِ عالم صلعم کی زیارت نصیب ہوئی اور
حکم ہوا کہ اگر جا کر سید بدرالدین کے مرید ہو جاؤ اگرچہ ہمارے فرزند اس ملک میں بھی ہیں
مگر تمہارا حصہ مشیت ایزدی نے اُن ہی کی تحویل میں رکھا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ
اِس شہر میں تمہارے مطلوب نام کا شخص کوئی اور شخص ہوگا تلاش کرو اور بعد تحقیق
وتشخیص بیعت کرو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ جو علامتیں ہم کو تبلائی گئی ہیں وہ سب آپ
میں موجود ہیں غرضکہ وہ دونوں عرب مرید ہوئے اور اُسی شب کو واپسی کی اجازت
حاصل کی۔ رخصت کے وقت باہر تک میں اُن کے ساتھ گیا اُنہوں نے کہا کہ جس سال

سید کی داڑھی میں سفید بال نمودار ہوگا وہی سال آپ کے کمال کا ہوگا چنانچہ پچپن ۵۵ برس کی عمر میں پیری کی سفیدی نمودار ہوئی اور اسی سال کی ۶- ماہ صفر کو آپ کو مرض استسقا لاحق ہوا- کامل دو مہینے تک بیمار رہے لیکن وظائف میں کسی قسم کا فرق نہ آیا- آخرکار ۲۹- ربیع الاول سنہ ۹۹۸ھ کو بہشت بریں کو روانہ ہو گئے- نگارندۂ بوستاں کو باوجود تلاش بسیار خوابگاہ کا پتہ نہیں ملا-

شیخ برہان شطاری رح

آپ عالمگیر کے زمانہ کے اولیاء اللہ سے ہیں- ماہ شعبان سنہ ۱۰۸۳ھ میں آپ کا وصال ہوا

شیخ برہاں کہ عارف حق بود — محو در ذات پاک مطلق بود
ذات او فیض بخش ابرار است — رونق خاندان شطّار است
زیں جہاں رفت در مہ شعباں — جانب چار باغ خلد وجناں
سال نقلش خرد عیاں و نہفت — صاحب ملک خلد برہاں- گفت
۱۰۸۲ھ

مزار لاپتہ-

بی بی بنفشہ رح

شیخ حسن انصاری شیرازی رح کی کنیز باتمیز اور نہایت کاملہ روزگار اور رابعہ عصر خاتون تھیں- علم وفضل سے موصوف خطاطی میں شہرۂ آفاق اور صحیفوں کے سرورق کی صفائی اور طلائی رنگ آمیزی میں کامل مہارت رکھتی تھیں- مُلا عبداللہ سحری جو کہ اکبر کے عہد کا مشہور شاعر اور خطِ نستعلیق کا باکمال ماہر تھا آپ کا بیٹا اور شاگرد تھا- مزار کا پتہ نہیں چلا-

شیخ بُڈھن شطّاری رح

آپ شیخ عبد اللہ شطاری باندوی کی اولاد میں ہیں۔ شیخ حافظ جونپوری کی خدمت سے جو شیخ عبد اللہ شطاری کے خلیفہ ہیں دونوں طرح کے علم اور دونوں جہاں کی سعادت کا سرمایہ تحصیل کر کے بہت سے کمالات فراہم کئے تھے۔ سلطان سکندر لودی کے عہد میں آگرہ میں مقیم اور اپنے مریدوں کو خانوادۂ شطاریہ کے مطابق تعلیم و تلقین فرمایا کرتے تھے۔ خوابگاہ غالباً اُسی مقام پر ہے جہاں بازار سیب میں ایک طاق بنا ہوا ہے جو مقام مزار پر بطور یادگار بنا دیا گیا ہے اور بُڈھن شہید کے نام سے موسوم ہے۔ سالانہ عرس ہوتا ہے

مفتی شیخ بہار الدین رح

آپ شیخ شمس الدین محبوب مُلتانی ابن شیخ پیر القریشی الاسدی الہاشمی کے فرزند رشید اور شیخ المشائخ حضرت بہار الدین زکریا ملتانی رح کی نسل میں ہیں۔ علوم عقلی و نقلی میں یگانۂ روزگار اور کمالات باطنی میں شہرۂ آفاق تھے۔ بہت سی پوشیدہ باتیں آپ کے آئینہ نما دل پر ظاہر ہو جاتی تھیں خلافت و سعادت پدر بزرگوار سے پائی تھی۔ جس زمانہ میں کہ سلطان حسین نے بھکّر سے مُلتان میں آکر فتنہ و فساد مچا رکھا تھا بہت سے شرفا۔ نجبا و سادات نے وہاں سے جلا وطنی اختیار کی آپ بھی وطن چھوڑ کر آگرہ میں تشریف لائے اور بادشاہ کے زمانہ میں یہاں کی سکونت اختیار فرمائی۔ آپ بیچاروں کے چارہ ساز۔ بے کسوں کے یار اور طالبانِ دین و دُنیا کے رہنما اور مددگار تھے۔ بیچاروں۔ بیکسوں۔ مظلوموں کی مطلب برآری کے واسطے اپنی بزرگی کا لحاظ نظر انداز کر کے اہل دنیا کے دولت خانوں پر

بلا تکلف جاتے اور جہاں تک امکان میں ہوتا خلق خدا کو فیض پہنچاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حافظ اسحٰق نام ایک شخص کو سفارشی خط سلیمان کرّانی والی بنگال کے نام دیا۔ جب غریب حافظ یہ خط لکھ کر سلیمان کے پاس پہنچا تو اُس کی زبان سے اتفاقیہ یہ فقرہ نکل گیا کہ ایرانی اور تورانی باشندوں کو ہمارے نام سفارشی خط لکھنے کا کوئی حق نہیں ہے، بیچارہ حافظ جو اس قدر دور و دراز مسافت طے کر کے وہاں پہنچا تھا یہ ناامیدانہ تقریر سُنکر سخت مکدّر و ناامید ہوا۔ رات کے وقت شیخ نے عالم خواب میں آکر سلیمان کو متنبہ اور نادم کیا جس نے علی الصباح حافظ کو طلب کر کے اُس کا کام بنا دیا۔

عبد الرزاق سوداگر ملتانی سے روایت ہے، کہ شیخ کے انتقال کے بعد ایک مرتبہ میرا نوکر تمام نقد و سامان لیکر آگرہ سے بھاگ گیا میں سخت پریشان و لاچار تھا کہ اسی حالت میں شیخ کی روح پاک کی طرف متوجہ ہوا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ سجادہ کندھے پر ڈالے ہوئے مسجد کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے جلدی سے دوڑ کر اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اتنی خوشامد نہ کر اور اطمینان رکھ کہ بھاگے ہوئے شخص اور مال مسروقہ دونوں کا پاؤں تیری روزی کی زنجیر میں پھنسا ہوا ہے لہذا جلد پہنچا ہوا سمجھنا۔ دو روز کے بعد اس خوشخبری کا ظہور ہو گیا اور غلام مع جملہ مال و اسباب کے پکڑا آیا۔ ایک کوڑی کی بھی خیانت نہیں ہوئی۔

تمام عمر درس و تدریس اور فیض رسانی میں مشغول رہ کر ۱۱۔ شوال ۹۷۰ھ کو آپ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور جمنا پار اپنے محلہ موسوٰہ مفتی پورہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ اب اِس محلہ کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ آثار قدیمہ ریل کی وجہ سے نیست و نابود ہو گئے صرف مسجد ہمایوں مع چند قدیم مزارات یادگار قدیم باقی رہ گئے ہیں۔ باغبانِ بوستاں کی

آپ کے مزار مبارک کا پتہ بھی نہایت تلاش و تحقیقات سے چلا ہے جو جمنا پار موضع کچھپورہ کے قریب مشرقی جانب واقع ہے۔ نور بافانِ ساکنانِ حویلی خوجہ جو اپنے آپ کو سندھی کہتے ہیں ہر سال ۸ صفر کو اس مزار پر حاضر ہو کر عرس کیا کرتے ہیں غالباً اِن لوگوں کے مورثانِ اعلیٰ ملتان سے حضرت کے ساتھ تشریف لائے ہونگے۔

پیر بہاالدینؒ

آپ کا ذکرِ خیر کسی تاریخ و تذکرہ میں میری نظر سے نہیں گزرا صرف اس قدر پتہ چلا ہے کہ آپ اکبر کے عہد میں کابل سے آگرہ میں تشریف لائے تھے مزار مبارک مسجد محلہ سید پاڑہ (عالم گنج) میں جو آپ ہی کے نام سے موسوم ہے زیارت گاہ خاص و عام ہے

خواجہ بختیارؒ

آپ عہد اکبری کے ایک صاحبِ کمال درویش تھے۔ آپ کو باز و جُرّہ کا بہت شوق تھا اور بہت کثرت سے پال رکھے تھے اکثر اوقات شکار کے واسطے بھی جایا کرتے تھے۔ باوجود اِس کے کہ کسی قسم کا دنیوی اسباب موجود نہ تھا مگر مطبخ ہر وقت گرم رہتا تھا اور ہر شخص کے واسطے ہر وقت تازہ کھانا آتا تھا دن بھر یہی سلسلہ جاری رہتا تھا۔ سخاوت و دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ کوئی مسکین یا فقیر آپ کی خانقاہ سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ اکثر لوگ یہ حالات دیکھ کر آپ کو کیمیاگر خیال کرتے تھے۔ مگر بقول صاحب طبقات اکبری آپ کیمیاگر نہ تھے بلکہ خدائی خزانوں کے دروازے آپ پر کشادہ تھے مزار لاپتہ

بتّو شاہ مجذوب رح

آپ بڑے صاحبِ باطن اور مست مجذوب تھے جن کی زیارت سے راقم بوستاں بھی مشرف ہوا تھا۔ محلہ سوئی کٹرہ میں شیخ علی بخش مرحوم عرف ننھے بھائی کے مکان پر رہا کرتے تھے۔ سرِ راہ نشست رہتی تھی۔ اچھی خبریں کم اور بُری خبریں کثرت سے آپ کی زبان سے نکلا کرتی تھیں جو فوراً حرف بحرف ثابت ہوتی تھیں۔ اسی وجہ سے لوگوں نے خوف کے مارے وہ راستہ چلنا بند کر دیا تھا اور کالا ناگ آپ کا نام رکھ چھوڑا تھا۔ آپ اپنے آپ کو نعوذ باللہ اللہ اور خُدا کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے اور ہر شخص کو بھیّا جی یا بھیّا صاحب کہکر مخاطب کرتے تھے۔ ایک دن چار پائی پر لیٹے لیٹے بولے۔ بھیّا جی اللہ میاں کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ فوراً آپ کے پاؤں کی ہڈی چٹخ کر ٹوٹ گئی۔ ہزاروں عجیب وغریب کرامات آپ کی مشہور اور چشم دیدہ اور گوش شنیدہ لوگ روایت کرتے ہیں۔ ننھے بھائی مرحوم نے تمام عمر آپ کی خدمت کی اور باوجود فارغ البالی محض آپ کی خدمت اور حصول فیض کے شوق و ذوق میں شادی نہیں کی۔ اور مرض الموت میں اسی امید پر ایک دم کے واسطے بھی کسی وقت جدا نہیں ہوئے مگر سه

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

جب وصال کا وقت قریب آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھیّا جی جامع مسجد تک ہو آ۔ لیکن ننھے بھائی دو مرتبہ کے حکم پر بھی پاس سے نہیں سرکے۔ تیسری مرتبہ بلند و خشمگیں آواز سے پھر یہی فرمایا اس پر بیچارے بادلِ ناخواستہ جامع مسجد کی طرف بھاگے۔ اُن کا جانا تھا کہ ۲۰۔۲۵ برس کی عمر کا ایک نوجوان کملی پوش فقیر دروازہ پر جھانکا۔ محلہ کے بہت سے

لوگ پاس بیٹھے ہوئے تھے - باوجود اس کے کہ دستوں کی وجہ سے مدت سے آپ
صاحبِ فراش اور بیٹھنے تک سے مجبور تھے مگر اُس فقیر کو دیکھتے ہی پاس بُلا لیا اور فوراً اپنی طاقت
سے کھڑے ہو کر اُسے بغل میں دبا لیا پھر دو تین منٹ کے بعد چھوڑ دیا - فقیر مذکور اپنی راہ
گیا - اُس کا مُڑنا تھا کہ آپ نے دنیا سے مُنہ موڑا اور فوراً طائرِ روح قفسِ گل سے پرواز کر گیا
تمام حاضرین یہ ماجرا اناً فاناً میں دیکھ کر انگشت بدنداں اور محوِ حیرت رہ گئے - ننھے بھائی
دوڑتے ہانپتے آئے یہاں آ کر یہ رنگ دیکھا سر پکڑ کر دیر تک روتے رہے آخر کار جسدِ خاکی
کو کربلا میں لیجا کر سپردِ خاک کیا اور چند مدت بعد خود بھی اس رنج و صدمہ میں چل بسے -
(اس واقع کو تیرہ برس گزرے ہوں گے -

سیّد بھکاری رح

سیّد بدرالدین کے بیٹے اور صاحبِ حال بزرگ تھے - ۲۶ - ربیع الاول ۹۹۸ھ کو پدر بزرگوار
نے حالتِ بیماری میں بزرگانِ شہر کو بُلا کر اُن کے روبرو خرقہ اور سجّادہ آپ کو مرحمت فرما کر
خلافت سے مشرف کیا - تمام عمر آپ نے عبادت الٰہی میں بسر فرمائی اور بندگانِ خدا کو درس و
تدریس اور ہدایت وارشاد سے فیض پہنچاتے رہے - مقام مزار لامعلوم -

بیدار شاہ رح

آپ آگرہ کے تارک الدنیا بزرگوں میں ہیں - مزار مبارک موضع مئو کے سوانہ میں لب سڑک
پُختہ سیتلا متصل میل نمبر ۱ ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے - قریب ہی آپ کا تکیہ موجود ہے -
جس میں ایک چھوٹی سی قناتی مسجد اور چند املی اور نیم کے درخت باقی ہیں -

بیگم سلطان رح

آپ مولانا کمال کی دختر نیک اختر اور عہد ہمایوں کی ایک عارفہ تھیں آپ کا مزار لب سڑک پختہ متصل روضہ اعتماد الدولہ واقع ہے تعویذ مزار پر آیت الکرسی اور بائیں پر وفات مرحومہ مغفورہ بیگم سلطان بنت مولانا کمال در سنہ نہصد و چہل و پنج ۹۴۵ از ہجرت - کندہ ہے - کچھ اراضی اس کے اخراجات کے واسطے معاف چلی آتی ہے -

شیخ بھول مجذوب رح

آپ مجذوبانِ صاحب کمال اور عاشقانِ نامدار سے ہیں - آپ کی ذات سے خرابات کا مکان زیادہ رونق پاتا تھا - بہت سے خرق عادات آپ سے سرزد ہوئے - مثلاً محل (متصل تھانہ رکاب گنج) میں زمین کے اندر ایک غار کھود کر اوپر سے خس پوش کر لیا تھا اس میں رہا کرتے تھے - آپ کا مزار مشہور و معروف اور بھول سید کے نام سے موسوم و زیارتگاہ خاص و عام ہے -

امیر تاج العلا رح

آپ امیر فیض العلا رح ابن امیر ابو العلا رح کے فرزند خلیفہ اور سجادہ نشین تھے - آپ کے سرچشمۂ فیض و ارشاد سے ایک عالم سیراب ہوا ۱۵ شعبان سنہ ۱۱۰۲ھ کو ۷۰ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی - مزار شریف حضرت امیر ابو العلا رح کے پہلو میں واقع ہے - تعویذ سنگ مرمر کا ہے اور اس پر آیت الکرسی بخط طغرا منبت ہے -

امیر تیاں چشتی رح

آپ کا اصلی نام شیخ حمید تھا - چونکہ آپ ہمیشہ اپنے سامنے ایک بڑی اونچی آگ مشتعل

رکھتے تھے لہذا تپا پاتیاں کے نام سے مشہور ہو گئے چنانچہ اب تک آپ کا مزار میر تپاں کے نام سے مشہور چلا آتا ہے آپ شیخ نظام نارنولی رح کے مرید اور آگرہ کے مشہور بزرگوں میں ہیں۔ آپ کی چشمِ ہمت میں نقد و جنس کچھ قدر نہ رکھتا تھا۔ اِس ہاتھ لینا اُس ہاتھ دینا کمال چابک دستی سے ایک چیز کو پلک مارنے میں ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچا دیتے تھے۔ توقف کو ننگ جواں مردی اور نشان دل بستگی سمجھتے تھے جب جذبہ پیدا ہوتا تو آگرہ میں تشریف لاکر ایک درخت کے نیچے نشستگاہ اختیار کرلی۔ چند روز کے بعد اُس درخت کی شاخیں چاروں طرف سے ایسی بڑھیں کہ آفتاب کی دھوپ آپ تک نہیں پہنچتی تھی۔ آپ کے خرق عادات کی اکثر روایتیں اب تک مشہور ہیں۔ سنہ ۱۰۱۹ھ میں آپ دار الفنا سے دار البقا کو تشریف لے گئے۔ مزار مبارک متصل وزیر پورہ ایک بلند چبوترہ پر واقع ہے جس کے اوپر املی کا ایک بڑا درخت سایہ کیے ہوئے ہے۔ غالباً یہ وہی درخت ہے جس کا اوپر مذکور ہوا۔

امیر سید جعفر محدث رح

امیر زین العابدین ابن حضرت امیر تقی الدین کرمانی کے بیٹے۔ سید صحیح النسب۔ اور علوم عقلی و نقلی خصوصاً علم حدیث میں یکتائے روزگار تھے۔ بہت سے تشنگانِ علوم آپ کے دریائے علم و فضل سے سیراب ہوئے۔ آپ آگرہ میں آسودہ ہیں مگر مقام مزار کا اب پتہ نہیں چلتا۔

شیخ جعفر رح

آپ عالمگیر بادشاہ کے عہد کے بزرگوں میں تھے سنہ ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ مزار لاپتہ تاریخ رحلت ۵

شیخ جعفر کہ مظہرِ دیں بود | عارفِ حق نمادِ حق بیں بود
سال نقلش ز نہ رواقِ فلک | جائے جعفر بہشت گفت ملک
۱۰۷۴ھ

قاری حافظ جعفر علیؒ

آپ آگرہ کے ایک صاحب تقویٰ اور نہایت نیک و بابرکت بزرگ تھے۔ محلہ نوری دروازہ آپ کا مسکن تھا۔ جہاں اب تک آپ کی اولاد آباد ہے مولوی محمد امین الدین صاحب فاروقی وکیل آگرہ نے آپکے بہت سے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ بیان فرمائے۔ قرات و قرآن خوانی میں کمال حاصل تھا۔ اذان اس خوش الحانی سے دیتے تھے کہ تیرہویں صدی کے بلالؓ سمجھے جاتے تھے اکثر لوگ جنہوں نے لڑکپن میں آپ کی اذان کو سنا ہے بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جبکہ آپ جامع مسجد میں اذان دیا کرتے تھے بہت سے لوگ محض آپ کی اذان سننے کے واسطے پیشتر سے آکر منتظر بیٹھ جاتے تھے جس وقت آپ اذان دیتے سب پر ایک وجد کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔

امیر سید جلال متوکلؒ

آپ سید صدر الدین حسنی ترمذی متوکل کے فرزند ہیں۔ آپکے بزرگ کرمز ہندوستان میں آکر اودھ میں سکونت پذیر ہوئے تھے وہیں ۸۹۷ھ میں آپ پیدا ہوئے۔ سن تمیز پر پہنچکر خدا شناسی کے سلوک کا شوق پیدا ہوا تو شیخ راجی سیہ نور کے مرید ہو گئے لیکن پدر بزرگوار کے حکم سے سپاہیانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ پانی پت کی لڑائی میں مع اپنے باپ کے سلطان ابراہیم لودھی کے ساتھ تھے۔ اسی لڑائی میں باپ تو شہید ہو گئے اور آپکے زخم کاری

آئے جو مرہم پٹی سے اچھے ہوگئے - اس کے بعد آپ قصبہ سرہر پور مضافات جونپور میں شیخ اللہ داد
داد محمد شریف جونپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چار برس تک کمالات ایزدی اور
معرفت آلہی کی تحصیل کرتے رہے - چونکہ آپ کے بال بچے آگرہ میں تھے لہذا شیخ اللہ داد
نے فرمایا کہ اگرچہ آگرہ کی ولایت سید معین الدین بیانوی کے تصرف میں ہے لیکن ہم نے
التماس کر کے دسواں حصہ تمہارے نام سے لے لیا ہے - بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کی طرف
چلے جاو - آپ نے حکم کی تعمیل کی چونکہ برسوں حصول فقر کی مشق سے تہی دستی اور بھوکے
رہنے کے عادی اور اَلْقَنَاعَۃُ اَفْضَلُ الْغِنَا (ترجمہ قناعت بزرگتر تونگری ہے) سے شکم سیر تھے
لہذا باوجود فرمانروا اسئے وقت کی منت وسماجت کے وجہ معاش بطور ملکیت قبول نہیں فرمائی
اور زبانِ خلق سے متوکل کا خطاب پایا -

منقول ہے کہ ایک روز خانقاہ کے دروازہ پر قلندروں نے آکر دستک دی - خادم باہر آیا
قلندروں نے کہا کہ صاحب خانہ سے ہمارا اسلام کہو نام پوچھا تو جواب دیا کہ خود جانتے ہیں
خادم نے اندر جا کر یہ حال بیان کیا - آپ نے تھوڑی دیر سر جھکا کر تامل فرمایا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا
جا کر جمال اور حسین کہہ کر بلا لو - قلندر اپنا نام سُنکر متحیر ہوئے اور حاضرِ خدمت ہو کر ہاتھ چومے اور
بیعت کی خواہش ظاہر کی آپ نے التماس قبول کر کے فرمایا - درویشوں کی آزمائش کا کبھی خیال
دل میں نہ آنے دینا کیونکہ ہر وقت اور ہر گھنٹہ یکساں حال نہیں ہوتا لہذا اس گروہ کے ساتھ
حُسنِ عقیدت کو آزمائش پر منحصر نہیں رکھنا چاہئے -

دس ۱۰ ذی الحجہ ۹۶۹ھ کو عید اضحی کی نماز سے پیشتر آپ عید گاہِ وصال کو روانہ ہوئے -
شیخ جہاں ۹۶۹ - رحلت کی تاریخ ہے - آپ کے صاحبزادے سید بدر الدین زیب اوراق بوستاں
ہیں - مقام مزار نامعلوم -

شیخ جلال انصاریؒ

آپ شیخ عبداللہ انصاری دانشمند کے بیٹے ہیں ۹۲۳ھ میں آپ نے عالم غیب سے عالم وجود میں ظہور فرمایا سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہو کر بارہ پندرہ برس کی عمر میں کتب مداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے معقولات میں میر ابو البقا بابری کے شاگرد رشید تھے۔ بیسویں سال میں اپنے درس دینے سے پدر بزرگوار کے مدرسہ میں ایک تازہ رونق پیدا کی ہفت اقلیم میں خوشنویسان زمانہ پر فوقیت رکھتے تھے۔ شیخ حاتم سنبھلی کہ سر آمد علمائے ہندوستان تھے ایک مرتبہ آپ کی درسگاہ میں تشریف لائے دونوں میں خوب علمی مباحثہ ہوا۔ دیگر علوم و فنون میں مساوی اور ہیئت و ہندسہ میں آپ سبقت لے گئے شیخ مذکور منصف مزاج تھے خاموشی اختیار کی۔ آپ درس دیتے وقت اپنی زبردست باتوں سے تھوڑی سمجھ والے طلبا کی استعداد بڑھایا کرتے تھے ہمیشہ شریعت کی رعایت کر کے سلوک کے طریقہ میں کوئی طریقہ نہیں چھوڑتے تھے ۹۶۲ھ میں قلعہ آگرہ کے میگزین میں آگ لگی جس کے صدمہ سے سیکڑوں بہشت نما عمارتیں دوزخ کی طرح بھڑک اٹھیں اور سنگین دیواریں پرندوں کی طرح اڑ اڑ کر کوسوں جا پڑیں۔ انہی میں سے ایک سنگریزہ آپ کے مکان میں آکر آپ کے سر پر گرا اس کے صدمہ سے ۱۶۔ ذیقعد ۹۶۲ھ کو اس دار ناپائدار سے عالم قدس کو رحلت فرما گئے۔ قاضی جلال الدین۔ شیخ افضل محمد سید بدر الدین آپ کے مشہور شاگرد ہیں۔ مرقد منور لاپتہ ہے۔

شیخ جلال متورعؒ

آپ حاجی حرمین شریفین اور عالمگیری عہد کے خدا شناسان اہل دل سے ہیں۔ آپ نے

۱۰۸۹ھ میں وفات پائی۔ مزار لاپتہ تاریخ ہے

حاجی بے نظیر شیخ جلال — بندۂ خاص ایزدِ متعال
عقل تاریخ نقلِ آن مغفور — زود رقم۔ "شد بہشت جائے جلال"

۱۰۸۹ھ

سیّد جلال بخاریؒ

آپ حضرت شاہ عالم بخاری احمد آبادیؒ کی پانچویں پشت میں سیّد محمد بخاری رضوی کے فرزند ارجمند تھے۔ ۱۵۔ جمادی الثانی ۱۰۰۳ھ ۱۵۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ "وارث رسول" ولادت کی تاریخ ہے ۱۰۰۳ھ علوم ظاہری ملا محمد صوفی مازندرانی کی شاگردی میں اور کمالات باطنی اپنے پدر بزرگوار کی فیض تربیت سے حاصل کیے۔ شاہ جہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد اپنے والد ماجد کے حکم سے آگرہ میں تشریف لائے اور دربار شاہی سے اعزاز حاصل کر کے واپس گئے۔ ۱۰۵۲ھ ۱۶۴۲ء میں دوبارہ رونق افروز ہوئے۔ اس مرتبہ بادشاہ نے نہایت اصرار سے صدارت کل کے منصب جلیلہ پر کہ جس سے تمام ممالک محروسہ کے علما۔ فضلا اور مشائخین وغیرہ کا تعلق تھا معزز کر کے منصب چہار ہزاری مرحمت کیا۔ چند عرصے میں شش ہزاری ہزار سوار کے منصب پر ترقی پائی۔ یکم جمادی الاول ۱۰۵۷ھ ۱۶۴۷ء کو دنیائے دنی سے فردوس بریں کو روانہ ہوگئے۔ "جانشین حیدر کرار" وفات کی تاریخ ہے۔ مزار مبارک تاج گنج کے راستہ ۱۰۵۷ھ میں متصل مرگھٹہ لب دریائے جمن ایک مرتفع چبوترہ پر واقع اور زیارتگاہ خاص و عام ہے

میر سیّد جلال الدین قادریؒ

آپ سیّد شیخین قادری کے بیٹے اور آگرہ کے اکابر سادات سے ہیں بڑے عابد زاہد و متوکل

بزرگ تھے۔ ابتدا سے انتہا تک گوشۂ عزلت میں بیٹھے رہے۔ بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلیٰ بَابِ الْاَمِیْرِ (ترجمہ امیر کے در پر فقیر بُرا ہے) پرکاربند اور امیروں کی صحبت سے بہت پرہیز رکھتے تھے۔ حضرت غوث الاعظمؒ کی طرف سے لوگوں کو مرید کیا کرتے تھے۔ سید محمدؒ اور سید داؤدؒ آپ کے دو صاحبزادے تھے آپ کی وفات کے بعد آخرالذکر آپ کے جانشین ہوئے ۲۵۔ صفر ۹۸۳ھ کو آپ نے وفات پائی۔ خوابگاہ موضع گھٹواسن متصل آگرہ۔

قاضی جلال الدین ملتانیؒ

آپ ہندوستان کے بڑے عالم متبحر حق گو اور خدا پرست تھے۔ شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی اور شیخ جلال انصاری اکبر آبادیؒ کے حلقۂ درس سے آپ نے فضل و کمال کا ذخیرہ فراہم اور فقر و تصوف کی چاشنی چکھی تھی ابتدائے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے بعد ازاں درس میں مشغول ہوئے۔ کئی برس تک آگرہ میں آپ کا علمی فیض (مدرسہ) جاری رہا سیکڑوں تشنگان علوم آپ کے دریائے علم و فضل سے سیراب ہوئے۔ اکبر بادشاہ نے آپ کے علم و فضل اور دیانت و امانت کا حال سُنکر قاضی یعقوب کی جگہ آپ کو قاضی اکبر آباد مقرر کیا۔ آخرکار آپ کی حق گوئی اور خدا پرستی نے آپ کو جلاوطن کرایا۔ آگرہ سے آپ بیجاپور پہنچے وہاں کے حکام نے آپ کے دین اسلام میں استقامت اور اظہار کلمۃ الحق کا حال سُنا تو بہت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ وہاں سے سفر حج کو تشریف لے گئے اور وہیں ۹۹۹ھ میں سفر آخرت اختیار کیا[1]۔

جمال شاہ مجذوبؒ

آپ مادرزاد فقیر تھے۔ حضرت امیر ابوالعلا قدس اللہ سرہ کی نظر پُراثر کی تاثیر سے شراب وحدت سے

[1] بعض تذکروں میں ہے کہ بیجاپور میں انتقال فرمایا۔

مدہوش ہو کر مجذوب کامل ہو گئے۔ مزار لاپتہ۔

شیخ جمال الدین محدثؒ

آپ عالمگیر کے عہد کے محدثان باکمال اور مشائخین نامدار سے ہیں۔ ۲۱۔ ذیقعد ۱۰۷۸ھ کو آپ نے وفات پائی۔ تاریخ رحلت ؎

عالمِ بے نظیر شیخ جمال — عارفِ ذات ایزدِ متعال
عقل تاریخش از شواہق خلد — گفت دادہ جمال رونقِ خلد

۱۰۷۸ھ

مفتی شیخ جُنیدؒ

آپ مفتی بہاء الدین ملتانی الاکبر آبادی کے فرزند رشید۔ صاحب علم۔ پاکیزہ اخلاق۔ ستودہ صفات اور زاہدانہ افعال تھے۔ علم و فضل کی تحصیل اپنے پدر بزرگوار سے کی تھی۔ آپ کا دسترخوان خلیلی دسترخوان تھا۔ بغیر مہمان کے کبھی آپ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ صاحبانِ احتیاج کے حق میں آپ کی سفارش موثر ہوا کرتی تھی۔ اہلِ ضرورت کی ضرورت کا تعلق جہاں ہوتا وہ خواہ کتنا ہی نامہرباں اور سیہ دل ہوتا مگر کام بے تامل حسبِ دلخواہ انجام کو پہنچ جاتا تھا۔ اسی طرح آپ کی دعائیں آشنا اور بیگانہ دونوں کے واسطے عام اور مشکلات میں مقبول ہوا کرتی تھیں۔ ۱۴ شعبان ۱۰۹۹ھ کو آپ روحانی باغ کی سیر کو تشریف لے گئے۔ آگرہ میں مدفون مگر مزار لاپتہ ہے۔

بی بی جیونیؒ

آپ قوم کی تیلن اور نہایت عارفہ کاملہ تھیں۔ شاہ شوقیؒ سے آپ کو فیض حاصل ہوا تھا۔

۲۹- ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۱ھ (۱۷۸۶ء) کو رحلت فرمائی۔ نواب نجف خاں آپ کا بہت معتقد تھا جس نے اپنے ایام حکومت میں موضع رے پورہ جاٹ پرگنہ فرح ضلع متھرا آپ کی خانقاہ کے مصارف کے واسطے وقف کیا تھا۔ مزار مبارک محلہ عالم گنج میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

ہو اللہ

جیونی شاہِ معرفت آئیں — بُود ثابت قدم براہِ یقیں
چونکہ رحلت نمود از عالم — شُد ازاں خاطرِ جہاں غمگیں
ہاتفِ غیب گفت تاریخش — جائے او باد در بہشت بریں
۱۲۰۱ھ

چاندبی بیؒ

آپ بی بی جیونی کی چھوٹی بہن اور اپنی بہن کی طرح رابعۂ عصر خاتون تھیں۔ آپ کا مزار اپنی ہمشیرۂ کلاں کے پہلو میں واقع ہے۔ آپ کی خانقاہ کے اخراجات کے واسطے بھی نواب نجف خاں نے ایک سو کئی بیگہ زمین وقف کی تھی۔

شیخ چندن قریشیؒ

آپ علامی ابو الفضل کی جدِ مادری ہیں۔ علوم دینی۔ تقوی و پرہیزگاری۔ بلند ہمتی۔ ایثار۔ توکل وغیرہ اوصاف حمیدہ اور صفات پسندیدہ سے موصوف شیخ جمالی کے پیر بھائی اور شیخ سماء الدین کنبوہ دہلوی کے مرید ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کے واسطے عنایت الٰہی سے یہ چار چیزیں کافی ہیں۔ علم عمل۔ عمر۔ اور عافیت اور یہ چاروں چیزیں ہیں طینت بشری کے خمیر میں داخل ہیں اُن کے حصول کے واسطے دعا

ذریعہ سے خواہش کرنی چاہئے جب عبودیت کا مرتبہ کمال کو پہنچے گا۔ خوابگاہ آگرہ مزارات

سیّد حامد بخاریؒ

آپ شاہجہانی عہد کے بزرگوں میں ہیں۔ عوام الناس آپ کو سیّد جلال بخاریؒ اور سیّد احمد بخاریؒ کا بھائی بتلاتے ہیں۔ آپ کا مزار تھانہ تاج گنج کے اندر واقع ہے۔

سیّد حبیب مجذوبؒ

آپ کا جذبہ سلوک کے ساتھ شامل اور مستی و ہوشیاری ملی جلی تھی۔ آپ پوشیدہ واقعات اور پنہانی حالات کا آپ کی بصیرت کے آئینہ میں عکس پڑتا تھا۔ آگرہ میں شاہ قلی خاں محرم کے باغ کے پہلو میں آپ کا گھر تھا۔ اب نہ باغ موجود نہ مزار کا کچھ نشان ہے۔

مولانا شیخ حسن شیرازی انصاریؒ

آپ شیخ محمود انصاری کے فرزند ہیں۔ علوم درسی کی تحصیل اپنی زبوبوم شیراز میں کر کے خوشنویسی میں کمال حاصل کیا۔ جب شاہ اسمٰعیل یا شاہ طہماسپ ابن شاہ اسمٰعیل صفوی نے شیراز پر قابض ہو کر لوگوں کو مذہب امامیہ قبول کرنے پر مجبور کیا تو آپ اپنی والدہ ماجدہ کو ساتھ لیکر حرمین شریفین چلے گئے اور ایک عرصہ تک ان مقدس و بافیض مقامات میں رہ کر علم حدیث تحصیل کیا۔ وہاں سے بحری راستہ سے سلطان مظفر گجراتی کے زمانہ میں احمد آباد میں تشریف لائے۔ یہاں چند روز قیام رہا۔ جب سلطان سکندر لودی نے آگرہ بسایا تو آپ احمد آباد سے آگرہ چلے آئے۔ سلطان نے نہایت دلجوئی اور تعظیم و

تکریم سے آپ کو آگرہ میں آباد کیا۔ آپ کا مکان میر رفیع الدین صفوی رح کے پڑوس میں تھا۔ آپ قرآن حمید اور احادیث شریف کی کتابت سے قوت بسری فرماتے تھے جملہ حکام وقت آپ کی تعظیم و تکریم کرتے رہے شیخ زین الدین خوانی آپ کی فضیلت میں فرماتے ہیں ؎

ہست شعر من ز عقل و نقل خواہم لشنود　　جامع المعقول و المنقول مولا حسن

ہم۔ رجب ۹۵۶ھ کو آپ نے حظ نیستی ختم کیا۔ خوابگاہ اندر احاطہ کچہری دیوانی اُس عظیم الشان گنبد میں ہے جس میں پہلے کمشنری کا گودام تھا اور اب منصرم جی رہتے ہیں۔ غدر سے قبل تعویذ مزار موجود تھا جس پر بقول صاحب مفتاح التواریخ یہ اشعار کندہ تھے ؎

درحقہ فضل مولانا حسن　　ہنرمند بے مثل عالی جناب

سر اہل دانش عزیز جہاں　　جہانی معانی و کوہ وقار

چو کردہ ازیں دار فانی سفر　　بداز لقا آں سر نامدار

بعون و برحمت بہ لطف عمیم　　جہاں آفریں داور کردگار

بفر سور تا روح پاکش برند　　ملائک بفردوس از اعتبار

بجنت قرارش چو شد زیں جہت　　شدہ سال فوتش بجنت قرار

۹۵۶ھ

آپ کے فرزند رشید میاں کمال الدین حسین زیب اوراق بوستاں ہیں۔

مرزا حسن بیگ صوفی رح

آپ عالمگیر بادشاہ کے زمانہ کے مشائخین سے ہیں۔ شب جمعہ ۲ صفر ۱۰۴۱ھ کو آپ نے وفات پائی مزار لاپتہ۔ تاریخ ؎

عارفِ حق بیں دبحق آشنا
بود حسن بیگ زصدق وصفا
سال وصالش خرد حق نما
گفت حسن بیگ شہید خدا

۱۰۷۴ھ

سیّد حسن شہید

آپ زمرۂ شہدائے اکبر آباد میں ہیں۔ آپ کا مزار حلوائی گلی میں زیارتگاہ عام اور باہتمام کمیٹی لوکل ایجنبٹی ہے۔

شیخ حسین بدخشی

آپ مخدوم شیخ حسین خوارزمی رح کے مرید و خلیفہ اور بہت بڑے صاحب باطن بزرگ تھے شریعت پر ثابت قدم اور سلسلہ کبیریہ کے معتقد تھے عشق و محبت الٰہی میں سرشار رہتے۔ ہر روز صبح کی نماز کے بعد شیخ رشید رح کی کتاب مصباح اور مثنوی مولانا روم آپ کی مجلس میں پڑھی جاتی تھی۔ آپ کی صحبت بڑی با اثر تھی کہ ہزاروں پر اثر کر گئی۔ اکبر کے عہد میں حج دیدار کے واسطے کو حج فرمایا۔ مزار کا نشان اب نہیں ملتا۔

سیّد حسین شہید رح

آپ کا مزار صاحب مفتاح التواریخ نے متصل نائی کی منڈی لکھا ہے۔ نگارندۂ بوستان نے ہر چند تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہیں چلا ممکن ہے کہ آپ کا وہ مزار ہو جو متصل مسجد میراں حسینی کا تعویذ بلند چبوترہ پر واقع اور عوام الناس میں سیّد پہلوان کے نام سے موسوم ہے کیونکہ اس کا تعویذ بہت قدیم معلوم ہوتا ہے اور کتبہ بھی کندہ ہے جس کے حروف بوجہ کہنگی پڑھنے میں نہیں آتے بہر حال آپ کے مزار پر یہ اشعار کندہ تھے ؎

جوان سرو قدے گلعذار رعنائے — فتاد در کفِ اہلِ ظلوم ظلم دروں

ز اصل ..... بود از رسول خدا — شہید گشت دریں بیوفائے دنیاء دوں

گذشتہ بود چو نہ روز ماہ ذالحجہ — ز سال نہ صد و چہل و چہار بعد از دول

امیر سیّد حسین شہید شہدا اند — کہ ابن سیّد قریش اہل ۹۴۴ ....

بر سر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ — کہ زیارت گہِ رندانِ جہاں خواہد بود

سیّد حسین رح

آپ شیخ نصیر اللہ ابن شیخ عبد الواحد رح کے صاحبزادے اور شاہجہانی عہد کے مشائخین صاحب اسرار سے تھے ۱۰۶۲ھ میں رحلت فرمائے لامکاں ہوئے۔ تاریخ رحلت ہے

عارفِ بے نظیر شیخ حسین — مرشد و پیر و ہادی الثقلین

سال نقلش خرد چو گوہر سفت — بحسین است زیب جنت گفت ۱۰۶۲ھ

مزار کربلا میں احاطہ باغ موسوم امداد المقابر کے اندر ایک گنبد کے نیچے واقع ہے۔ تعویذ مزار سنگ مرمر کا ہے جس پر سنگ موسیٰ کی پچیکاری سے اسم مبارک دوازدہ امام صلواۃ اللہ علیہم اجمعین اور پائین پر بندہ العاصی قاضی سیّد حسین ۱۰۶۲ھ" کندہ ہے۔

صوفی حسین خاں شہید رح

آپ کا مزار موضع لشکرپور میں صاحب جج بہادر کی کوٹھی کے احاطہ میں واقع ہے جس پر ۱۱۸۱ھ سالِ شہادت کندہ ہے۔

شاہ حیدر رح

آپ عالمگیر بادشاہ کے زمانہ کے مشائخین اکبرآباد سے ہیں ۱۰۶۱ھ میں آپ نے

وفات بائی تاریخ رحلت ؎

شاہِ حیدر کہ مظہرِ حق بُود | رازدان وجود مطلق بُود
گفت تاریخ نقل او رضواں | جائے حیدر بہ کوثر و بہ جناں

۱۰۷۶ھ

مزار لاپتہ

بی بی خاکی شاہ رح

آپ شیر علی شاہ درویش کامل کی مُریدہ سجادہ نشین اور بقول بعض بی بی تھیں۔ آپ کی اکثر کرامات مشہور و معروف ہیں لال کرتی کی مسجد کے قریب اپنے پیر کے مقبرہ میں محو راحت ہیں یہ پُختہ مقبرہ آپ ہی کے نام سے موسوم اور تکیہ خاکی شاہ کہلاتا ہے۔

خواجہ خضر رح

آپ شیخ محمد بختیار رح کے بیٹے ہیں جو شیر شاہ سور کے عہد کے مشہور بزرگ اور تمام پٹھانوں کے مقتدا تھے۔ آپ تمام عمر آگرہ میں گوشہ گزیں اور اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر سرگرم و ثابت قدم رہے۔ مزار نامعلوم

شیخ خلیل رح

آپ شاہ علاء الدین مجذوب رح اور شاہ فخر الدین رح کے ہم عصر اور نہایت عابد و زاہد بزرگ تھے۔ مزار متصل کٹرہ نند رام لب سڑک پُختہ واقع ہے۔ سُلطان شیر شاہ سور کو آپ سے خاص عقیدت تھی۔

امیر سید داؤد رح

آپ سید جلال قادری رح اکبر آبادی کے چھوٹے بیٹے خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ شیخ افضل محمد انصاری رح اور آپ سے بہت محبت تھی۔ اُن کے انتقال کے بعد شیخ سعدی رح

کی یہ بیت آپ اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

چرا دل بریں کاروانگہ نہیم | کہ یاران رفتند ما در رہیم

۴ - ذالحجہ ۱۰۰۶ھ کو آپ خاک آگرہ کے سپرد کیے گئے - مزار لاپتہ -

میر دستم خاں شہیدؒ

آپ میر رستم خاں ترکستانی کے بیٹے اور اکبر بادشاہ کے منظور نظر سہ ہزاری امیر تھے - سنہ ۹۹۰ھ میں جبکہ صوبہ اجمیر کی حکومت پر سرفراز تھے حسب الحکم شاہی اُچلا و موہن و سورداس و تلوکسی برادرزادگان راجہ بھارامل کچھواہہ والی ابنیر (جے پور) کی سرکوبی پر مامور ہوئے اور اسی لڑائی میں اُچلا نہ کور کے برچھے سے زخم کاری کھا کر شہید ہوئے - آپ کا مزار پڑاؤ کالی پلٹن کے قریب متصل سڑک پُختہ ایک چبوترہ پر واقع ہی تعویذ پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

دستم کہ لقبہم بود دردہر علم | ناگاہ سفر کرد سوئے ملک عدم
چوں سال وفاتش ز خرد جستم گفت | تاریخ وفات اوست - فوت دستم
۹۹۰

میر رستم کا مزار بھی اسی چبوترہ پر ہے اور اُس پر یہ کتبہ کندہ ہے ؎

سپہر کرم میر رستم کہ چوں | قضا مدت عمر شش آخر رساند
چو تاریخ فوتش طلب شد مرا | خرد گفت رستم لبعالم نماند
۹۸۱ھ

اِن کے علاوہ تین مزار اس چبوترہ پر اور ہیں جن میں ایک بی بی بخیہ بیگی میر دستم کی والدہ ماجدہ کا ہے -

شاہ رافع رح

آپ آگرہ کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔ آپ کے کمالات کی اکثر روایتیں لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔ مزار شریف چڑیمار ٹولہ میں چھپہ کے اندر واقع ہے۔

مولانا سیّد رفیع الدین صفوی محدث اکبرآبادی رح

آپ حسنی و حسینی سیّد ہیں۔ زاد بوم موضع آنک ہے جو شیراز کے قریب ایک موضع ہے۔ آپ کے جملہ آباؤ اجداد علما۔ فضلا۔ صلحا اور اتقیا سے تھے۔ میر معین الدین صاحب تفسیر معینی جو مدت تک روضۂ مقدسہ حضور سرورِ عالم صلعم کے مجاور رہے آپ کے اجداد سے اور شیخ صفی الدین عبدالرحمٰن کہ جن کی نسبت سے اُن کی اولاد سادات صفویہ کہلاتی ہے آپ کے جداعلیٰ ہیں۔ آپ نے اوّل علوم معقول و منقول کا ذخیرہ وطن مالوف میں ہی بزرگوں سے حاصل کیا۔ اس کے بعد معقولات میں قدوۃ المحققین مولانا جلال الدین دوّانی اور علم حدیث میں شیخ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شاگرد ابن حجر عسقلانی سے کمال کا درجہ حاصل کیا۔ شیخ شمس الدین محمد موصوف نے آپ کے علم و فضل کا شہرہ سُنکر آپ کے حاضر ہونے سے پہلے ہی پچاس کتابوں سے زیادہ کی سند لکھ کر آپ کے پاس بھیجدی تھی۔ اس کے بعد آپ محدث موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدت تک اُن سے حدیث شریف سُنکر سند حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد وطن سے ہجرت کرکے حرمین شریفین میں جارہے تھے آپ بھی عرصہ تک وہاں رہے اسکے بعد مدت تک عراق و عرب میں سیّاحی فرماتے رہے۔ اسی دوران سیاحت میں آپ عرب

سے گجرات اور وہاں سے دہلی ہوتے ہوئے آگرہ میں وارد ہوئے۔ یہاں سلطان سکندر لودہی کی علمی قدردانی کمال پروری اور آگرہ کی خاک ایسی دامنگیر ہوئی کہ سیاحی ترک کر کے جمنا کے کنارہ آباد ہو گئے۔ بادشاہ حد سے زیادہ آپ کی تعظیم و تکریم کرتا تھا اور ہمیشہ حضرت مقدس کہکر مخاطب کیا کرتا تھا۔ آگرہ کے تمام علما و فضلا اور مشائخین میں آپ ممتاز بلکہ سب کے اُستاد و مقتدا سمجھے جاتے تھے۔ تمام مسلمان اور ہنود کے دلوں پر آپ کا نیک اثر تھا۔ بادشاہ وقت بھی آپ سے فتوے طلب کرتے اور ہمیشہ امورات سلطنت میں آپ کے نیک مشوروں پر کاربند ہوتے تھے۔ سکندر۔ ابراہیم۔ بابر۔ ہمایوں۔ شیر شاہ۔ سلیم شاہ۔ چھ بادشاہ آپ کے زمانہ میں گذرے طرح طرح کے فتنہ و فساد اور ملکی انقلاب اس عرصہ میں ظہور میں آئے۔ بعض علما و مشائخین ایک عہد میں مقبول اور دوسرے زمانہ میں مردود ہو کر دشمن حکومت سمجھے گئے مگر آپ کا طرز عمل ایسا مقبول و پسندیدہ تھا کہ جملہ سلاطین آپ کے مطیع و فرماں بردار رہے۔ بابر کے ہندوستان فتح کرنے پر اکثر علاقوں کے حاکم آپ کی معرفت ملازمت شاہی حاضر ہوئے۔ ہمایوں جب دوبارہ شیر شاہ سے شکست کھا کر آگرہ آیا تو بغرض صلاح و مشورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جب یگانہ و بیگانہ بکار جان ہے تو آپ چند روز کے واسطے اس ملک سے باہر تشریف لیجائیے اور قدرت آلہی کے منتظر رہئیے کہ کیا ظہور ہوتا ہے۔ شیر شاہ کے عہد میں جب آپ نے اپنے وطن جانے کا ارادہ فرمایا تو اُس نے نہایت اصرار و منت سے آپ کو اس قصد سے باز رکھا۔ سلیم شاہ کے وقت میں بھی آپ معزز و محترم رہے۔

آپ کی خانقاہ مسافر خانہ اور آپ کا دسترخوان خلیلی دسترخوان تھا۔ ہزاروں علما۔ فضلا۔

غربا۔ اُمرا دور دراز ملکوں سے آ آکر آپ کی خانقاہ میں فروکش ہوتے اور آپ کی سخاوت دور یا دل سے اکثر آپ ہی کے محلہ میں آباد ہو جاتے تھے۔ اگرچہ آپ دینوی کاروبار تعلق رکھتے تھے مگر جو کچھ حاصل ہوتا تھا سب مصارف خیر خصوصاً مسافروں غریبوں اور طالب علموں کی پرورش میں صرف کر دیتے تھے تمام عمر آپ کی خانقاہ میں درس و تدریس خصوصاً علم حدیث کا چرچا رہا اور آپ کے ہزارہا شاگرد کمال کے درجہ پر پہنچے۔ شیخ مبارک پدر ابوالفضل جب سافرانہ طور سے آگرہ میں وارد ہوئے تو اوّل آپ ہی کی خانقاہ میں ٹھیرے تھے اور پھر آپ ہی کے محلہ میں آباد ہوئے۔ آپ ہمیشہ نازک حالتو میں اُن کی مدد فرماتے رہے۔

۹۵۴ھ میں آپ عالم ناسوت کو چھوڑ کر عالم ملکوت کی سیر کو روانہ ہو گئے۔ پیشوائے یقیں رفیع الدین صاحب رفعت زمانہ۔ (۹۵۴ھ) رحلت کی تاریخ ہے۔ تاریخ وفات از مخبر الواصلین ؎

مظہر خالق زمان و زمیں (۹۵۴ھ) — شاہ دنیا و دیں رفیع الدین
صفوی بود آں خدا آگاہ — طیّب اللہ روحہٗ و ثراہ
سال نقلش چو در شمار آمد — نہصد و پنجاہ و چہار آمد (۹۵۴ھ)

جس جگہ آپ کی خانقاہ تھی وہیں مزار مبارک واقع اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ شاہ جہاں کے وقت میں خانقاہ کے آس پاس آصف خاں کی عالیشان حویلی تعمیر ہوئی جس میں باون چوک اور چھپن پھاٹک تھے۔ اب نہ میر رفیع الدین کا محلہ رہا نہ حویلی رہی نہ حویلی والے۔ صرف چند آثار۔ ایک پھاٹک یادگار رہ گیا ہے۔ جہاں سیکڑوں ہزاروں مسلمانوں بیسیوں علما فضلا کے گھر تھے وہاں اب ایک مسلمان بھی آباد نہیں۔ قرب و جوار میں بنیے اور دیگر ہندو آباد اور محلہ پیلن گنج کے نام سے مشہور ہے۔ درمیان میں

مختصر قبرستان یادگار آبادی اہل اسلام باقی رہ گیا ہے کہ جس میں بڑے بڑے مردانِ خدا اور اہل اللہ آسودہ ہیں۔ یہ بھی نہایت کس مپرسی کے عالم میں مسلمانوں کے ادبار کا نوحہ پڑھ رہا ہے۔ کاش مسلمانانِ آگرہ اس کی طرف متوجہ ہوں اور اسے پاک وصاف رکھیں حضرت میر رفیع الدینؒ کا مزار مبارک ایک وسیع وسنگین گنبد کے اندر تھا جس کا بالائی حصہ گر گیا ہے۔ آپ کے صاحبزادہ میر مرشد الدینؒ اوراق بوستاں میں جلوہ افروز ہیں۔

میر سیّد رفیع الدین ثانیؒ

آپ قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے خلفائے اعظم میں سے ہیں۔ ۹۶۵ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک کا پتہ نہیں۔

شاہ رفیع الدین سبز پوشؒ

آپ عالمگیر بادشاہ کے زمانہ کے بزرگانِ خدا شناس سے تھے ۱۰۸۶ھ میں واصل بحق ہوئے۔ مزار لاپتہ تاریخ ہے

آن سیادت پناہ عالیجاہ
کہ وجودش بخلد عمدہ خلد

سال تاریخ نقل او رضوان
گفت سیّد رفیع زبدۂ خلد

۱۰۸۶ھ

میر رفیع الزمانؒ

آپ عہد عالمگیری کے بزرگ ہیں۔ آپ نے ۱۱۰۰ھ میں ایک خوشنما مسجد تعمیر کرائی تھی جو متصل ریلوے اسٹیشن راجہ منڈی واقع ہے مسجد کے قریب شمالی جانب آپ کا مزار ہے جس کے اوپر املی کا درخت سایہ کئے ہوئے ہے۔ مسجد کے قریب جنوبی جانب میر محبوب عالم اور میر

سیّد عالم نام اور دو بزرگوں کے بھی مزار موجود ہیں۔

روشن شہیدؒ

آپ آگرہ کے شہدائے نامدار کے زمرہ میں ہیں۔ آپکے مزار سے جو باگل خانہ کے احاطہ کی جنوبی دیوار کے قریب واقع ہے قرب وجوار کے لوگوں کو بہت عقیدت ہے۔ کہن سال بزرگوں کا بیان ہے کہ اکثر پنجشنبہ اور جمعہ کی درمیانی شب کو مزار سے روشنی (شہابہ) شروع ہو کر گمانی کی مسجد تک جو تھوڑے فاصلہ پر جنگل ہی میں واقع ہے جایا کرتی ہے۔ غالباً اسی مناسبت سے آپ کا نام روشن شہید مشہور ہے۔ آپ کا مزار ۸ فیٹ بلند پختہ چبوترہ پر واقع ہے جس پر دو نیب اور ایک پیلو کا درخت سایہ کئے ہوئے ہیں۔

شیخ زاہدؒ

آپ عالم باعمل۔ عارف حق شناس اولیائے کامل تھے عشق حقیقی کی شورش سے آپ کا سینہ کباب رہتا تھا۔ ۱۶۔ ربیع الاول سنہ ۱۰۰۷ھ کو آپنے وصال فرمایا تاریخ ؎

شیخ زاہد بسیرت افضل — کامل الاولیاء و حق واصل

جائے زاہد بہشت والا شد — سال نقلش بہ ہمین والا شد

۱۰۰۷ھ

مولانا شیخ زین الدین خوافیؒ

آپ بابر بادشاہ کی عہد سلطنت میں کابل سے آگرہ میں تشریف لاکر جمنا پار آباد ہوئے۔ اکثر علوم وفنون میں یگانۂ روزگار خصوصاً فن معما۔ تاریخ۔ فی البدیہہ شعر گوئی اور نظم ونثر کے جمیع کمالات میں بے نظیر تھے۔ وفائی تخلص اور معمائی خطاب تھا۔ جب یہ بابر شاہ کی خدمت

میں حاضر ہوئے تو اُس نے عمر دریافت کی۔ آپ نے فی البدیہ یہ جواب دیا۔ "قبل ازیں
سہ پنج سال وچہل سالہ بودم وحالا چہل سالہ ام و وسال دیگر را چہل تمام میشود۔"
بابر نے آپ کے علم و فضل کو دیکھ کر صدرات کل کے منصب جلیلہ پر سرفراز کیا۔ آپ نے
آگرہ میں ایک مدرسہ اور مسجد تعمیر کرائی تھی مدرسہ کا اب پتہ نہیں مسجد موجود اور جمنا پار
موضع کچھپورہ میں واقع اور مسجد ہمایوں کے نام سے موسوم ہے۔ آپ نے ہندوستان
کے حالات اور اُس کی فتح کے بیان میں ایک تاریخ لکھی تھی جس میں اپنے کمالات سخنوری
کے جوہر دکھائے تھے۔ واقعات بابری کا جو خود بابر کی لکھی ہوئی تاریخ ہے ترکی سے
فارسی میں نہایت فصیح و بلیغ عبارت میں ترجمہ کیا تھا۔ ۹۴۰ھ ۱۵۳۳ء میں آپ نے بمقام چنار
انتقال فرمایا اور اپنے مدرسہ واقع آگرہ میں دفن کیے گئے۔ غالباً قبرستان متصل
مسجد ہمایوں میں آپ آرام فرما ہیں۔

شیخ زین الدین رح

آپ شیخ منور کے فرزند رشید ہیں۔ علوم رسمی کی تحصیل قاضی جلال الدین ملتانی کے مدرسہ
میں کی۔ علوم باطنی کا فیض اپنے پدر بزرگوار سے پایا۔ باپ کی پیروی کا خیال آپ کے
سر میں بھرا ہوا تھا اور ہمیشہ باپ کے قدم بقدم چلنے کے سوا کبھی ایک قدم نہیں رکھا
ضَمِنَ اللّٰہُ رِزْقَ کُلِّ اَحَدٍ (ترجمہ اللہ ہر ایک کے رزق کا ضامن ہے) آپ کا
دل غنی اور توکل آپ کا بہت بڑھا ہوا تھا تمام عمر کسی دولتمند کے دولت خانہ پر جانے کا
اتفاق نہیں ہوا۔ علی العموم مسافروں اور درویشوں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔
۷۔ رمضان ۹۵۰ھ یا ۲۰۔ رمضان ۹۵۰ھ کو آپ سفر معنوی کو چلے گئے اور محلہ ڈیوڑھی بیگم

میں اپنے والد ماجد کے قریب خواب راحت میں مصروف ہیں۔

سیّد زین العابدینؒ

آپ علمائے اکبرآباد سے ہیں۔ سیّد علاء الدین مجذوبؒ کے معتقدین خاص سے تھے تذکرۃ اسرار الابرار جس میں سیّد علاء الدین مجذوبؒ کے حالات قلمبند ہیں آپ ہی کی یادگار ہے۔ سنہ وفات اور خوابگاہ کا پتہ نہیں چلا۔

سیّد زین العابدین شہیدؒ

سیّد صحیح النسب اور شہدائے اکبرآباد سے ہیں۔ سنہ ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء میں بمقام معرکہ شہید ہوئے۔ آرام گاہ فلیس گنج کے اندر گوشۂ شمال و مشرق میں متصل مسجد ہے۔ تعویذ مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

سرگروہِ فرقۂ سادات زین العابدین — آنکہ بودہ شمع جانش روشنِ نورِ یقیں
آسمانِ نجم ایماں خاص احفادِ بتول — بندۂ شاہ شہید و روشنیٔ بزم دیں
گشت چوں با کفار معرکہ عرصہ آرائے نبرد — زد در آں ساعت یکے بے دیں تفنگی از کمیں
خوردنِ زخمش ہماں و جاں بحق دادن ہماں — گشت دلِ عالم ازیں ماتم بصد حسرت قریں
سال تاریخش چو ہاتف از سر بلغ جناں — گفت۔ بادا مسکن او قصر فردوس بریں

زنگی شہیدؒ

آپ آگرہ کے شہدائے قدیم سے ہیں۔ آپ کا مزار قلعہ کے دونوں فصیلوں کے درمیان

میں متصل ھتیاپول (دروازہ) زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

شیخ سالم بنی اسرائیلؒ

آپ شیخ حسام الدین کے بیٹے ہیں۔ زہد و تقویٰ میں شہرۂ آفاق اور ریاضت و نفس کشی میں بے نظیر تھے۔ ابتدائے حال میں بمقام دہلی علوم رسمی کی تحصیل کی۔ زاں بعد ازلی عنایت نے جذبہ آلہی سے ہم آغوش کر دیا اور آگرہ آکر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ آپ نے تمام کھانے پینے کی چیزیں چھوڑ دی تھیں رَاحَتُ الْجِسْمِ فِی قِلَّةِ الطَّعَامِ (ترجمہ تھوڑا کھانے میں بدن کی آسایش ہے) پر کاربند اور دن رات میں بقدر رمق دودھ پی لیا کرتے تھے۔ عہد اکبری میں بقید حیات تھے۔ خوابگاہ کا پتہ نہیں

سقاؒ

آپ شیخ حاجی محمدؒ جنوشانیؒ کے مرید اور صاحب جذبہ و حال بزرگ تھے۔ اسم مبارک گمنامی میں نہاں ہے۔ اکبر کے عہد میں ہمیشہ آگرہ کے گلی کوچوں میں اپنے چند شاگردوں کو ساتھ لئے ہوئے اور مشکیں کندھے پر دھرے ہوئے مخلوق خدا کو پانی پلانے میں مصروف رہتے تھے۔ اسی حال میں اکثر اشعار آبدار فرماتے تھے۔ شاگردوں نے کئی دیوان جمع کئے مگر آپ نے حالت جذبہ میں سب کو دھو ڈالا آخیر میں صرف ایک دیوان کسی طرح بچ گیا۔ ایک مرتبہ آپ کے پیرزادوں میں سے ایک شخص ہندوستان میں آیا اُس وقت جو کچھ آپ کے پاس موجود تھا سب اُس کی نذر کر دیا اور بالکل تجرید اختیار کر کے سراندیپ (لنکا) کا راستہ لیا۔ سنہ۱۰۰۰ھ میں اثنائے راہ میں جلوہ الٰہی کی

زیارت کے واسطے سفر اختیار کیا۔ وہ ملک بالکل کفرستان تھا۔ ایک شخص کو خواب میں حضرت رسول مقبول صلعم نے بشارت دی جس نے غیب سے پیدا ہو کر آپ کی تجہیز و تکفین کر دی۔ (خوشا نصیب) ؎

ہر کہ در راہِ محبت شُد فنا یافت از بہرِ بقا دُرِ لقا

سلّو شاہ مجذوبؒ

آپ شاہ فتح علی کے مرید اور آگرہ کے مشاہیر مجاذیب سے ہیں۔ حکیم سید نور الدین قادریؒ کے ہمعصر تھے۔ آپ کی عجیب و غریب اور حیرت انگیز کرامتیں مشہور ہیں۔ حکیم سید مہر علیؒ کو خناق کا عارضہ تھا۔ جب اُسکا دورہ ہوتا تھا۔ تو علاج کے واسطے آپ کو بُلایا جاتا تھا۔ آپ کبھی مجذوبانہ باتوں اور کبھی شربت وغیرہ بالعکس دواؤں سے فوراً اچھا کر دیتے تھے۔ کچھ دنوں کے واسطے کسی بات پر خفا ہو کر فتحپور سیکری چلے گئے تھے جب لوگ لینے گئے بولے کہ میں شیخ سلیمؒ کی گود میں کھیل رہا ہوں اب نہیں جاؤنگا۔ آخر کار جب لوگوں نے بہت خوشامد کی تو واپس چلے آئے۔ مکان متصل دیوان خانہ حکیم نور الدینؒ میں ایک دن اللہ کا نعرہ مار کر فردوس بریں کو سدھارے کفن پاس رکھا ملا۔ محلہ کٹرہ دکیان میں آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

شاہ سمندؒ

آپ کے اصلی نام یا حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ مزار قدیم بتایا جاتا ہے جس سے قرب و جوار کے لوگوں کو خاص عقیدت ہے اور بہت سی خوش اعتقادگی کی روایتیں مشہور ہیں۔ آپ کا

مزار متصل چیونٹی منڈی آگرہ پل کے قریب واقع ہے۔ پاس ہی ایک مسجد بنی ہے۔

میر سیّد شاہ رح

آپ شاہ نمدہ پوش برہنہ رح کی اولاد میں ہیں۔ مزار مبارک کربلا میں ایک حجرہ کے اندر واقع ہے جس میں آپ کی ہمشیرہ فیض بیگم اور آپ آسودہ ہیں۔ حجرہ کے جنوبی دروازہ پر یہ کتبہ نصب ہے
فیض بیگم آنکہ در خوبی نظیرش کس نبود (ہوالعزیز) در مہ شوّال چوں رحلت ازیں عالم نمود
گفت ہاتف سال فوت آں عفیفہ ایں قدر مقدم او آبروئے اہل جنّت شد فزود
بتاریخ ہژدہم ماہ شوّال ۱۱۹۰ھ فیض بیگم فوت شد۔ فیض بیگم و میر سیّد شاہ باہم خواہر و برادر بودند۔

ہوالقادر

ماہ ذی قعدہ از قضائے الٰہ چونکہ شد فوت میر سیّد شاہ
گفت ہاتف بگوش از سر درد بجناں باد روز بیش مشواہ

بتاریخ اول ماہ ذی قعدہ ۱۱۹۰ھ میر سیّد شاہ فوت شد۔ اولاد شاہ نمد پوش برہنہ"

مخدوم سدھاری چشتی رح

آپ کا اسم مبارک شیخ سعد اللہ ہے۔ حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے خلیفہ اعظم قطب الاقطاب شیخ عباد اللہ مخدوم بھکاری نوری کے بھائی اور بنی اسرائیل سے تھے۔ حسب الحکم اپنے پیر کے اکبرآباد کے سکونت اختیار فرمائی۔ تمام عمر یہیں بندگان خدا کو فیض پہنچاتے رہے ۹۹۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔ مزار گھٹیا اعظم خان کی مسجد گلی نیاریاں کے قریب واقع ہے۔ شجرۃ الاسلام اور شمایل الرسول منظوم دو کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ تاریخ رحلت از

از خواجہ حفراسرائیلی ؎

چوں شیخ سہارہی آں ولی عہد | از قید وجود خویشتن رست
الحق بوصالِ حق شرف یافت | مستانہ بدوست دوست پیوست
تاریخ وصالِ او نوشتم | از بادۂ جام وصل شد مست

۹۹۴ھ

سلطان شہیدؒ

آپ شہدائے اکبرآباد کے سلطان ہیں۔ آپ کے کمالات کی کئی روایتیں راقم بوستاں سے بیان کی گئی ہیں۔ مزار شریف لب سڑک پختہ کچہری گھاٹ وبالس دروازہ متصل مکانات کالیستھ صاحبان واقع ہے۔ گونذی کا قدیم درخت دیوار مکان ملحقہ سے نکل آپ کے مزار پر سایہ کئے ہوئے ہے۔

میر سیّد احمدؒ

آپ کا زاد بوم سیالکوٹ ہے۔ آپ سیّد محمد فاضل مظہرالحق صاحب مخبرالواصلین کے پدر بزرگوار اور شاہجہاں بادشاہ کے زمانہ کے مشائخین نامدار سے تھے آپ نے پنجشنبہ کے دن ۲۵ ذالحجہ سنہ ۱۰۶۲ھ کو دارالفنا سے دارالبقا کو کوچ فرمایا۔ اور آگرہ میں مدفون ہوئے مزار لاپتہ تاریخ ؎

سیّد احمدؒ کہ عمدۂ دیں بود | عزت شان و فخر تمکیں بود
شد رقم سالِ نقل آں سیّد | آہ رونق بخلد از احمد

۱۰۶۲ھ

سیّد شاہ عالم (رجب شہیدؒ)

آپ کا مزار محلہ چھلی اینٹ میں متصل کوٹھی پنڈت کیلاش ناتھ وکیل واقع ہے۔

عوام الناس آپ کو سید شاہ عالم کے نام سے موسوم کرتے ہیں لیکن گنبد کے دروازہ کی پیشانی پر رجب شہید ۱۲۹۶ھ کندہ ہے۔ یہ سنہ آپ کے گنبد کے تعمیر کا ہے۔ سابق میں آپ کے مزار پر کوئی عمارت نہیں تھی جب گوبند شاہ درویش اس جگہ آکر مقیم ہوئے تو راے جوتی پرشاد رئیس آگرہ نے جو اُن کے معتقد تھے حسب الحکم مزار پر یہ گنبد تعمیر کرا دیا اور آراضی ملحقہ جو اُن ہی کی ملکیت تھی وقف کر دی۔

شاہ شوقا رح

آپ شاہ عشق کے مُرید اور گدا ترائی سلسلہ کے صاحبِ کمال درویش تھے۔ آپ کے خوارق عادات کی بہت کثرت سے زبانی روایتیں مشہور چلی آتی ہیں۔ پرتھی ناتھ مشہور جوگی اور آپ سے اظہار کرامات کے بڑے بڑے معرکے ہوئے لیکن آپ ہمیشہ فتحیاب رہے۔ بی بی جیونی۔ چاند بی بی اور اچپال بالکا آپ کے معتقدین خاص سے تھے اور آپ ہی کی نظر توجہ سے کمال کے درجہ پر پہنچے۔ بھرت پور کی پختہ سڑک پر متصل محلہ نوبستہ ایک نہایت بلند و وسیع مقبرہ میں آپ اپنے پیر اور اکثر مریدوں کے ساتھ آسودہ ہیں۔

سید شاہ میر شیرازی رح

آپ سید محمدؒ ابن میر معین الدین حسنی شیرازی کے فرزند دلبند اور چہار واسطہ سے میر سید شریف جرجانی رح سے ملتے ہیں۔ میر رفیع الدین محدث رح کے بھتیجے اور انہی کے محلہ میں رہتے تھے۔ سکندر لودہی کے اخیر عہد میں آپ گجرات کے راستہ سے آگرہ میں تشریف لائے۔ شیخ امان اللہ پانی پتی رح کی ملازمت سے طریقت کا حصّہ ملا تھا۔ خوش صحبت نیک سرشت اور نظم و نثر کے ساتھ آراستہ اور حکام وقت کے اختلاط میں سرگرم تھے

۴۔شوال ۹۹۶ھ کو آپ نے وفات پائی۔خوابگاہ غالباً قبرستان میر رفیع الدین رح

سید شاہ میر سامانہ رح

سید صحیح النسب ہیں۔تمام علوم میں یکتا اور بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے۔اکبر کے زمانہ میں جمنا پار مفتی پورہ میں شیخ بہاء الدین کے قریب رہتے تھے آپ تمام عمر قانع اور طلباء کے پڑھانے میں مصروف رہے۔سیکڑوں طلباء اور صوفی خانقاہ میں جمع رہتے اور آپ کی صحبت سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔خوابگاہ لاپتہ۔

شاہ بروی رح

عہد اکبری کے بزرگ تھے آپ کا مزار متصل طوطہ تال (لوہامنڈی) لب سڑک پختہ نہایت بلندی پر واقع اور عوام میں لال سید یا لال شہید کے نام سے مشہور و معروف ہے۔
تعویذ مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے جس سے سال رحلت ۹۷۱ھ نکلتا ہے ؎

شاہ بروی شجاع وملت دین — آنکہ او داد داد مردی را
سال فوتش چو از خرد جستم — گفت آمرزش شاہ بروی را

شاہ نمد پوش برہنہ رح

آپ بزرگانِ اکبرآباد سے ہیں۔آپ کے حالات لاعلمی میں ہیں۔مزار مبارک کربلا میں واقع ہے۔

مولانا شمس الضحیٰ اکبرآبادی رح

آپ مُلّا ولی محمد کے فرزند رشید۔سید عبداللہ قادری بغدادی رامپوری رح کے خلیفہ مولانا

امجد علی شاہ کے پیر بھائی اور تیرہویں صدی کے مشائخین اکبرآباد سے تھے۔

مزار لاپتہ۔

حاجی شمس الدین علی ہروی رح

آپ مشائخین عہد اکبری سے ہیں۔ مزار شریف اندر ہوانہ موضع گھٹواسن بلونتا کاچھی کے کھیت میں واقع ہے جس پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

تاریخ وفات مرحومی مغفوری حاجی حرمین شریفین حاجی شمس الدین علی ہروی سنہ ۱۰۱۱ھ

مولانا شہاب الدین مُعمّائی رح

آپ بابر بادشاہ کے ساتھ ہندوستان میں تشریف لائے تھے۔ جملہ علوم عقلی و نقلی میں جہارت تام رکھتے تھے لیکن فن مُعمّا میں آپ کی فضیلت ایسی مشہور ہوئی کہ سب کمالات چھپ گئے۔ اس فن میں آپ نے ایک بے نظیر رسالہ لکھ کر ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں پیشکش کیا تھا۔ اس کے صلہ میں بادشاہ نے ایک معقول انعام کے ساتھ یہ رباعی لکھ کر آپ کے پاس بھیجی تھی رباعی ؎

نامت ز عجم رفتہ بملک عرب است   وز نامۂ تو در دلِ محزوں طرب است

ہر کس بدر آرد ز معمّا نامے   نام از تو بر آوردہ معمّا عجب است

حضرت امیر خسرو دہلوی رح کے مزار مبارک پر آپ نے ایک لوح نصب کرا کر تاریخ کندہ کرائی تھی جو اب تک آپ کی یادگار ہے۔ سنہ ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء میں آپ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ شہابِ الثاقب۔ رحلت کی تاریخ اور مرقد متصل مسجد ہمایوں (کچھپورہ) ہے۔

۹۴۲

شغیر علی شاہؒ

آپ بارہویں صدی کے درویش کامل تھے۔ کسی تذکرہ میں آپ کے حالات زندگی نظر سے نہیں گزرے۔ مگر خرق عادات اور کرامات کی اکثر روایتیں زبانی مشہور چلی آتی ہیں۔ مسماۃ شرف النسا بیگم بنت عابد خاں زوجہ محمدؐ امین خاں نے ایک سو بگیہ اراضی پختہ متصل مقبرہ محمدؐ امین خاں واقع تعلقہ باغ سلطان پور شہر آگرہ آپ کے عرس و مجالس کے اخراجات کے واسطے ہبہ کی تھی۔ جس کا فرمان معافی مورخہ ۲۴۔ رجب سنہ ۳۲ جلوس شاہ عالم بادشاہ (مطابق ۱۲۱۱ھ) بنام مسماۃ خاکی شاہ (آپ کی مریدہ) حسن بیگ ساکن درزی پاڑہ کے پاس موجود اور راقم بوستاں کی نظر سے گزرا ہے۔ مقبرہ محمدؐ امین خاں کا تو اب نشان بھی باقی نہیں رہا مگر آپ کا مقبرہ موجود اور دلال کرتی کے قریب تکیہ خاکی شاہ کے نام سے موسوم ہے۔ آراضی تذکورہ چھاؤنی میں آگئی جب کے معاوضہ میں سو روپیہ سالانہ کے قریب مختلف لوگوں کو پنشن ملتی ہے۔

آغا صفدر خان غازی یزدیؒ

آپ عالمگیر بادشاہ کے زمانہ میں یزد سے جو ایران کا مشہور شہر ہے تشریف لائے تھے علم و فضل سے موصوف اور بڑے عارف کامل بزرگ تھے بادشاہ نے آپ کو عیدگاہ آگرہ کا خطیب مقرر کیا تھا۔ آپ کے خاندان میں عہدہ خطابت اب تک قائم تھا اب اگرچہ عیدگاہ زیر اہتمام کمیٹی لوکل ایجنسی ہے مگر آغا مرزا کو جو کلکٹری آگرہ میں عرائض نویس اور آپ کی نسل سے ہیں کچھ وظیفہ اب تک ملتا ہے۔ مزار مبارک محلہ دھاکران (انانی صدی) کے قریب نالہ میں واقع اور عوام میں نواب عبدل شاہ غازی کے مزار کے نام سے موسوم

ہے۔ ایک بلند و وسیع و پختہ چبوترہ پر مزار کا گنبد چار سنگین ستونوں پر قائم ہے چبوترہ پر کئی نیب کے درخت سایہ کئے ہوئے ہیں۔ یہاں کا منظر نہایت دلکش و خوشنما اور مزار سے فیض و برکت کے آثار نمایاں ہیں خوش عقیدہ لوگ پرانے بخار کے واسطے یہاں کی اینٹ اٹھا کر لے جاتے ہیں اور صحت کے بعد ملیدہ پر آپ کی نیاز دلاتے ہیں۔ چبوترہ کے قرب وجوار میں کئی سنگین تعویذ پڑے ہیں جن میں پانچ تعویذوں پر یہ نام تحریر ہیں۔ آقا محمد باقر ولد علی رضا ۱۰۹۶ھ - آقا محمد طاہر ولد آقا علی رضا - محمد باقر ۱۱۰۷ھ - اسد اللہ عرف مرزا ولد ۱۰۹۳ھ - ہوریؔ بنت سلطان مرزا - ان میں اوّل و دوم آپ کے بھانجے اور امرائے عہد عالمگیری سے تھے۔

مولانا ضیاء الدین بلخیؒ

آپ شاہ عنایت قادری شطاری لاہوری کے خلیفۂ اعظم اور بڑے صاحب باطن اور عارف کامل بزرگ تھے۔ مشہور ہے کہ ۴ برس تک آپ کو بخار آیا۔ مولانا سید امجد علی شاہؒ اوّل آپ ہی کے مرید و معتقد تھے اور آپ ہی کے حکم سے حضرت عبداللہ شاہ قادریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے مرید ہوئے۔ انہوں نے آپ کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا ہے جو دیوان میں موجود ہے۔ تصوف میں آپ کا رسالہ موسومہ قطر النجات یادگار ہے جس کا قلمی نسخہ حکیم سید عرفان علی شاہ صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ آپ کا مزار سید جلال بخاریؒ کے مزار کے قریب جانب مغرب واقع اور زیارت گاہ ہے۔ تاریخ رحلت یہ ہے ؎

سرورِ عارفانِ با تمکیں — چونکہ شد از جہاں بخلد بریں
سال نقلش بجستم از دلِ خویش — گفت مقبولِ حق ضیاء الدین

۱۱۹۲ھ

شیخ ضیاء اللہ شطاری رح

آپ غوث الاولیا شیخ محمد غوث گوالیاری رح کے فرزند رشید ہیں۔ والد ماجد کی زندگی ہی میں گجرات تشریف لے گئے اور حضرت شیخ وجیہہ الدین علوی رح کی خدمت بابرکت میں جملہ علوم عقلی و نقلی میں کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد نہر والہ (پٹن) میں شیخ محمد طاہر بوہرہ محدث رح کی کامل دس برس تک شاگردی کر کے حدیث کی سند حاصل کی۔ اسی عرصہ میں حضرت غوث الاولیاؒ نے شیخ نور محمد کو خرقہ خلافت اور اجازت نامہ دیکر آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ ۹۷۰ھ میں پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد آپ گوالیار تشریف لائے اور چند روز وہاں قیام کر کے آگرہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف کیا اور یہاں کی سکونت اختیار فرما کر مکان اور خانقاہ تعمیر کرائی۔ ۲۵ برس تک از روئے باطن خداشناسی کے حجرہ میں چلہ نشین رہے اور از روئے ظاہر لوگوں سے میل ملاقات اور جلسوں کی نشست و برخاست کو اپنے خلوت کے جمال کا نقاب بنائے رکھا۔

صاحب منتخب التواریخ کا بیان ہے کہ آپ کی خانقاہ میں شب و روز تصوف کی گفتگو ہوا کرتی تھی اور اس علم میں آپ کو ایسی مہارت حاصل تھی کہ اور مشائخ میں کم ہوتی ہے۔ قرآن شریف آپ کو خوب یاد تھا اور اُس کے معنی اس عمدگی سے بیان فرماتے تھے کہ کسی تفسیر کی ضرورت نہ رہتی تھی۔ فقرا اور مسافروں اور اہل احتیاج کی حاجت روائی کا آپ کو خاص طور سے خیال رہتا تھا۔ ۹۸۸ھ میں بمقام لاہور اکبر کی ران میں ایک ہرن کے سینگ سے زخم کاری آیا تھا ایک روز ابوالفضل سے فرمایا کہ اس واقعہ سے دور و نزدیک کے جمیع اکابر اور اُمرا کے آنے سے ہمیں شیخ ضیاء اللہ یاد آئے۔ لیکن شیخ نے ہمکو یاد نہیں

کیا۔ شیخ ابوالفضل نے یہ حال آپ کو لکھ بھیجا۔ آپ بادلِ ناخواستہ آگرہ سے لاہور پہنچے اور بادشاہ کی عیادت فرمائی۔ چند روز کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ شاہزادہ دانیال کی ایک حرم امیدوار ہے۔ ہماری تمنا ہے کہ وضع حمل شیخ کے متبرک مکان میں ہو۔ آپ نے اس حکم کی تعمیل میں کئی مرتبہ عذر کیا مگر قبول نہیں ہوا اور حرم مذکور نے آپ کے مکان میں آکر وضع حمل کیا۔ آپ کو اس واقعہ سے ایسا تنفر پیدا ہوا کہ زندگی سے تنگ دل ہو گئے اور ایک ہفتہ ہی کے بعد ۳۔ رمضان ۱۰۰۸ھ کو فردوس بریں کو روانہ ہو گئے۔ جسم خاکی اوّل بطور امانت لاہور میں سپردِ خاک کیا گیا پھر ایک برس کے بعد وہاں سے منتقل ہو کر آگرہ میں آپ کی خانقاہ کے اندر دفن کیا گیا۔ اب نہ خانقاہ موجود نہ مزار کا پتہ ہے۔ مٹی مٹی میں مل گئی کتابوں میں نام نیک باقی اور یادگار رہ گیا ؎

نہ بر لوح نقشے بماند و لیک — جزائے عمل ماند و نام نیک

مولوی عادل رح

آپ علمائے اکبر آباد سے ہیں۔ مولانا احمدی رح کو جو مولانا سید امجد علی رح شاہ کے والد ماجد تھے آپ کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ آپ کا مزار مسجد محلہ مدرسہ میں واقع ہے

شیخ عارف حسینی (میراں عارف حسینی)

آپ سید شاہ اسمٰعیل صفوی رح کی اولاد میں ہیں۔ اسم باسمیٰ یعنی عارف خدا اور بہت بڑے صاحب باطن اور اہل کرامت و ولایت بزرگ تھے۔ عالم کامل اور زہد و تقویٰ میں بے نظیر تھے۔ آپ نے بڑی بڑی ریاضتیں اور مجاہدہ کئے تھے۔ غذا جو کی جلی ہوئی سوکھی

روٹی اور کڑوی گھاس تھی کہ سوائے آپ کے کسی میں اُس کے کھانے کی طاقت نہ تھی۔ شریعت کے اتباع میں بڑے ثابت قدم تھے۔ عین دربار اکبری میں اذان کہکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب اکبر کی ملاقات کو تشریف لیجاتے تو وہ ایک زرّیں پیالہ میں مشک و کافور اور بہت سی خوشبوئیں ڈال کر بطور تحفہ پیش کیا کرتا تھا۔ ہر چند التجا کی کہ کچھ جاگیر یا نقد لے لیجئے مگر آپ نے قبول نہ فرمایا اور ہمیشہ یہ جواب دیا کہ روپیہ اپنے اصحابوں کو دو وہ بہت بدحال ہیں۔ ایک روز بادشاہ نے آپ سے کہا کہ یا تو آپ ہم سے ہو جائیں یا ہمیں اپنا سا کرلیں۔ آپنے فرمایا کہ ہم نامراد لوگ آپ سے کیونکر ہو سکتے ہیں اگر ہم سے ہونا چاہو تو ہمارے پاس آکر بیٹھ جاؤ۔

آپ نے سیاحی بہت فرمائی۔ گجرات و پنجاب اور کشمیر و تبت غرضکہ دور دور تک پھرے ہر جگہ عجیب خوارق و کرامات آپ سے ظہور میں آئے۔ گول کاغذ کتر کر جلتی ہوئی انگیٹھی میں ڈال دیتے اور اُس میں سے اشرفیاں نکالکر سب حاضرین مجلس کو تقسیم کر دیتے تھے موسم سرما میں موسم گرما کے اور موسم گرما میں موسم سرما کے میوے لوگوں کو عنایت فرماتے تھے اگر آپ کو کسی حجرہ میں بند کر کے مقفل کر دیا جاتا تھا تو خود بخود وہاں سے نکلکر دوسری جگہ ظاہر ہو جاتے تھے۔

آپ ہمیشہ منہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کشمیر میں اکبر نے شیخ ابوالفضل اور حکیم ابوالفتح کو آپ کی خدمت میں بھیجا انہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ نقاب کو اُٹھا لیں تو ہم آپ کے دیدار مبارک سے مشرف ہوں آپنے انکار فرمایا اور کہا کہ فقیروں کو ستانا اچھا نہیں حکیم ابوالفتح کے مزاج میں شوخی اور گستاخی زیادہ تھی اس نے باوجود انکار آپکے نقاب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس پر آپ کو جلال آگیا اور

نقاب اُتار کر زمین پر پھینک دیا اور فرمایا کہ معاذ اللہ میں مجذوب و مجحوب نہیں ہوں تو میرا منہ دیکھو مگر حکیم یاد رکھنا تو نے میرا منہ تو دیکھ لیا انشاء اللہ تعالیٰ دو ہفتہ کے بعد اس کا نتیجہ بھی دیکھے گا۔ چنانچہ پورے پندرہ دن نہ گزرے تھے کہ حکیم ابو الفتح نے یکایک اسہال کبدی کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔

۲۱ ربیع الثانی ۱۰۶۱ھ کو آپ عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی سیاحی کو روانہ ہو گئے۔ مزار مبارک مسجد محلہ میراں حسینی میں زیارت گاہ ہے۔ یہ محلہ اور مسجد آپ ہی کے نام نامی سے موسوم اور محلہ کل بقیہ زمین اب تک مسجد و مزار کے اخراجات کے واسطے وقف اور زیر اہتمام کمیٹی لوکل ایجنسی ہے۔

امیر عبد الباسط رح

آپ امیر عبد اللہ احراری کے بڑے بیٹے اور حضرت امیر ابو العلا قدس اللہ سرہٗ کے چچازاد بھائی اور سالے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد حضرت امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر نعمت باطن کے طالب ہوئے۔ حضرت امیر نے ایک ہی توجہ میں آپ کو منزل مقصود پر پہنچا دیا۔ یعنی آپ مرتبہ ولایت پر فائز ہو گئے۔ مزار مبارک کا پتہ نہیں۔

شیخ عبد اللہ دانشمند رح

آپ شیخ یعقوب ابن شیخ نصیر الدین انصاری کے فرزند رشید ہیں۔ سپہگری اور رجاگری کے ایام میں ہر قسم کے علوم تحصیل کئے گئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ سپہگری میں جان بپانی لازمی ہے اس واسطے کیسے خوب سے زیادہ اُستاد میں جہاں جہاں رہو ان کے علما فضلا

کی صحبت سے کچھ نہ کچھ علمی ذخیرہ حاصل کیا۔ جب عالم جوانی نے کوچ کیا تو لوگوں کی خدمت گزاری بُری معلوم ہونے لگی ملازمت کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کی اور کتابت کے فن سے قوت بسری ہوتی رہی۔ ۶۔ شوال ۹۴۳ھ کو انتقال کیا مزار لاپتہ۔

شیخ عبداللہ گھٹواسن رح

آپ کا مشرب اویسیہ تھا۔ نہایت متوکل بزرگ تھے۔ کبھی اہل زمانہ کے رو برو حاجت لیکر نہیں گئے۔ مزار مبارک موضع گھٹواسن کے قریب تھا جس کا اب پتہ نہیں چلا۔

شیخ عبداللہ صوفی شطّاری رح

آپ کمال الدین بہلول ابن شیخ چاند ابن جنید ابن محمد ابن برہان الدین ابن عزالدین ابن نجم الدین احمد ابن مولانا شمس الدین ہروی عثمانی کے فرزند رشید ہیں۔ زاد بوم قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی ہے۔ ۲۲۔ ربیع الثانی ۹۰۷ھ کو دوشنبہ کے دن نماز عصر کے وقت آپ نے عالم غیب سے دُنیا میں قدم رکھا۔ زمانہ طفلی ہی میں ولایت کے آثار نمودار تھے چنانچہ نو برس کی عمر میں خُداشناسی کا ذوق پیدا ہوا اور مخدوم شیخ صفی سائی پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ ۱۶ برس کی عمر میں کتابی علوم کی تحصیل کے واسطے گھر سے نکلے اور قصبہ گوپامئو میں شیخ الہداد ابن سعداللہ عثمانی کی خدمت میں پہنچکر صرف و نحو شروع کی وہیں شیخ بدرالدین بدایونی رح کو خواب میں دیکھا اور حسب الحکم بدایوں پہنچکر چھ ماہ کامل اُن کے روضہ کے مجاور رہے۔ پھر خواجہ قطب الدین اوشی چشتی دہلوی رح کو خواب میں دیکھکر دہلی روانہ ہوئے اور شیخ معزالدین بخاری رح کی خانقاہ میں قیام کر کے نحو کافیہ اور ارشاد وغیرہ کتابیں تین

وہاں پڑھیں روزانہ نماز عشا سے فارغ ہوکر روضہ متبرکہ پر جایا کرتے اور رات کو دن کردیا کرتے تھے۔ پورے سال بھر تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ زاں بعد حضور خاتم الانبیا صلعم عالم مثال میں تشریف لائے اور حکم دیا کہ مولانا برہان الدین ملتانی حصار میں تمہارے منتظر ہیں اُن کے درس میں حاضر ہوکر کمالات کی تحصیل کرو۔ صبح کو حکم کی تعمیل میں حصار روانہ ہوئے اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر درس شروع کیا۔ اکثر علوم غریبہ کی کتابیں اور تفسیر مولانا کی خدمت میں پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا کے ساتھ احمد آباد گجرات میں جاکر شرح مواقف، شرح مقاصد کے آلہیات اور بعض ریاضی کے رسالے حضرت شیخ وجیہہ الدین احمد علوی رح کے درس محمدیہ میں اور بزودی۔ ہدایہ فقہ اور عضدی شیخ مبارک دانشمند شطاری کے سامنے حاصل کیں۔ علم حدیث میر عبد الاول دولت آبادی سے حاصل کیا اور فصوص کی اجازت مولانا مصطفیٰ رومی سے لی۔

۲۴ برس کی عمر میں جب یہ تمام کمالات فراہم ہو گئے تو ایک عجیب جذبہ پیدا ہوا۔ تمام کتابیں لوگوں کو تقسیم کرکے گوشہ نشینی اختیار کی اور خداشناسی کا شوق ایسا دامنگیر ہوا کہ ہر وقت پیر روشن ضمیر اور مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے آخر کار ایزدی عنایت اور حضور رسول مقبول صلعم کی رہنمائی سے حضرت شیخ محمد غوث گوالیری رح کی خدمت بابرکت میں جا پہنچے۔ حضرت غوث الاولیا نے دو ماہ کے عرصہ میں مشرب عشقیہ (شطاریہ) کے تمام اذکار اور اشغال سکھا کر انوار داسرار سے بہرہ یاب کیا اور ۹- ذالحجہ سنہ ۹۵۰ھ کو تمام خانقاہ نشینوں کا سر حلقہ بنادیا۔ دس برس کامل خانقاہ غوثیہ میں آپ مبتدی درویشوں کی تربیت فرماتے رہے۔ اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور غوث الاولیا رح سے اجازت لیکر روانہ ہوئے۔ پانچ برس

تک مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہٗ میں قیام کر کے کمال ریاضت میں منہمک رہے۔ اس عرصہ میں ہر سال حج کے واسطے آمد و رفت رہی۔ پھر حسب الحکم احمد آباد گجرات میں واپس ہو کر متاہل ہوئے۔ ۵ برس تک اس شہر میں قیام رہا۔ ۹۱۰ھ میں حضرت غوث الاولیاء کی زیارت کے واسطے گوالیار تشریف لائے۔ یہاں دو سال روضۂ منورہ کی خدمت کی بعدہٗ بفرمان پیر ۹۵۳ھ میں آگرہ میں آئے اور ٹیا محل (متصل تھانہ رکاب گنج) گلی میں سکونت اختیار کر کے خلق خدا کی فیض رسانی میں مشغول ہوئے۔ ۲۳ جمادی الاول ۱۰۱۰ھ کو منزل عنصری سے منزل قدسی کو عروج فرمایا۔ اس عرصہ میں آپ گوشہ نشین رہے تَرْكُ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ عِبَادَةٍ (ترجمہ دنیا کا ترک کرنا ہر عبادت کا سردار ہے) پر عمل پیرا رہا۔ کسی آشنا یا بیگانے کے دروازہ پر مطلق نہیں گئے۔ اور اپنے عبادت خانہ (حجرہ) کے اندر خوابگاہ اختیار کی۔ راقم بوستاں مزار مبارک کی تلاش میں سرگرداں ہے مگر اب تک پتہ نہیں چلا۔ سراج السالکین پر سخن جواہر خمسہ۔ اوراد صوفیہ۔ رسالۂ صوفیہ انیس المسافرین۔ اسرار الدعوت۔ شرح رسالۂ غوثیہ۔ کنز الاسرار فی حال اشتغال الشطار آپ کی تصنیفات و یادگار ہیں اللہ تعالیٰ ان کا مطالعہ اور زیارت نصیب فرماوے۔ آپ کے فرزند رشید شیخ عبدالنبیؒ رونق بوستاں ہیں۔

میر عبداللہ احراریؒ

آپ خواجہ محمد یحییٰ ابن ابوالفیض احراریؒ کے خلیفہ اور حضرت امیر ابوالعلا قدس سرہٗ کے عم بزرگوار۔ خسر اور رہبر ہیں۔ آپ صاحب ولایت اور قطب وقت تھے۔ اپنے کمالات کو ملازمت شاہی کے پردہ میں پوشیدہ کر رکھا تھا۔ اکبری عہد میں اوّل دہلی کے ناظم

تھے۔ بعدہٗ برہان پور میں کسی خدمت پر مامور ہوئے۔ آخر کار ترک ملازمت کرکے آگرہ میں تشریف لائے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ ۳۰ ۲ ذیقعدہ کو آپ نے رحلت فرمائی اور جمنا پار لبِ دریا اپنے پیر کے قریب (جانب مشرق) استراحت میں مصروف ہیں۔

شیخ عبداللہ بخاریؒ

آپ سیّد علاء الدین مجذوبؒ کے ہم عصر درویش کامل تھے۔ ایک مرتبہ آپ سیّد موصوف کی خدمت بابرکت میں اس ارادہ سے حاضر ہوئے کہ آپ کو حالتِ جذبہ سے ہوش میں لائیں۔ اُس وقت ایک کوزہ قند کا سیّد صاحب کے ہاتھ میں تھا وہ آپ نے بُخاری صاحب کو دیدیا۔ بخاری صاحب نے دو ٹکڑہ کر کے کہا کہ جو لذت دوئی میں ہے وہ وحدت میں نہیں ہے۔ سیّد صاحب نے اسکے جواب میں معرفت و توحید اور ذوق و فنا کے متعلق چند باتیں اس طرح اپنی زبان سے بیان فرمائیں کہ ناصح کا دل بے قابو ہوگیا ہوش میں لانے کو آئے تھے لیکن خود بیہوش ہوگئے اور دیوانگی اور ربودگی نے آپ کی حالت میں وحدت کا مزہ پیدا کردیا۔ سنہ رحلت و مزار لامعلوم۔

میر عبداللہ تبریزی مشکین قلمؒ

آپ شاہ نعمت اللہ ولی اللہؒ کی نسل سے ہیں۔ علوم دنیوی میں شاہ غیاث اور مولانا راقمی کے شاگرد رشید اور طریقت میں شیخ فیض اللہ چشتی سہارنپوریؒ کے دست گرفتہ تھے۔ ہفت قلم میں اُستاد اور خط نستعلیق میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ سخن گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا اور کلام نہایت پسندیدہ ہوتا تھا۔ وصفیؔ تخلص اور دربار جہانگیری سے مشکین قلم خطاب

ملا ہوا تھا۔ خود فرماتے ہیں ؎

وصفی تخلص من و مشکیں قلم خطاب | این نام ہا ز شاہِ شہنشاہ یافتم

آپ دل بیار اور دست بکار کے مصداق اور ملازمت شاہی میں داخل تھے۔ الہ آباد وغیرہ میں اکثر کتبے آپ کی جادو نگاری کی یادگار ہیں پانچ مثنویاں اور ایک دیوان چھ فرزندانِ معنوی اور میر محمد صالح کشفی اور میر مومن دو فرزندان حقیقی آپ نے یادگار ہیں چھوڑے جو مجلس بوستاں میں موجود ہیں۔ ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء آپ کی رحلت کا سال ہے۔ مزار مبارک کوٹھی قندھاری (مہاراجہ بھرت پور) کے قریب متصل بنگلہ جواہر ایک گنبد کے اندر واقع ہے جس میں یہ اشعار بخطِ نستعلیق مرقوم ہیں ؎

منم غمگیں ازیں معنی کہ میرم | ازیں دار فنا سوئے جناں رفت
بحمد اللہ کہ عرفاں کرد حاصل | نہ پنداری کہ کشفی را بجاں رفت
چو تاریخ وفاتش جستم از دل | ازیں ماتم فغاں بر آسماں رفت
دلم گفتا بصد درد و بصد آہ | ز دنیائے دنی قطبِ زماں رفت

دیگر

شیخ زمانہ مظہر انوار جاوداں | کز خواجگانِ چشت ۔۔۔۔ خانہ بود
دریائے جُود ۔ کانِ سخا قطب وقت میر | عبد اللہ آنکہ در ہمہ فن یگانہ بود
کشفی سوال کرد ز تاریخ رحلتش | ہم خود جواب داد کہ شیخِ زمانہ بود

دیگر تاریخ تعمیر مقبرہ

کشفیا سر بریں جناب بنہ | کہ ازیں باب کس نشد نومید
گرد ایں روضہ روز و شب گردنست | چرخ با انجم و مہ و خورشید

سالِ اتمام ایں مکانِ شریف   ہاتفی گفت۔ روضۂ جاوید

راقمہٗ محمد صالح الچشتی

عبداللہ شہیدؒ

آپ آگرہ کے شہدائے نامدار اور مشہور بزرگوں میں ہیں۔ آپ کی عجیب و غریب ہوش ربا خارق عادات مشہور ہیں۔ اکثر لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپ طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ کی سلک میں منسلک اور حضرت شیخ عبید اللہ احراری رح کے خلفائے اعظم سے تھے آپ کا مزار پانگلی سینٹ جانس کالج اور گرجا بازار میب کی درمیانی سڑک کے کنارہ پر حجرہ کے اندر دفن ہے جہاں ایک قناتی مسجد بھی موجود ہے۔ تن مڈیکل اسکول کے بورڈنگ اور شفاخانہ کے درمیان میں ایک بلند ٹیلہ پر مدفون ہے۔ جہاں پختہ چہار دیواری کے اندر ایک بلند چبوترہ پر مزار بنا ہوا ہے جس کے سرہانے بہت بڑا چراغ دان بھی موجود ہے احاطہ کے اندر ایک مسجد اور بہت سی قدیم قبریں واقع ہیں۔ ۱۷-۱۸- ذالحجہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے اور کچھ اراضی بھی قدیم سے معاف چلی آتی ہے۔

شیخ عبداللہ چشتی رح

آپ اکبرآباد کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔ آپ کے حالات کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرے۔ مزار شریف لب سڑک پختہ متصل قندھاری ایک حجرہ کے اندر واقع اور نہایت بافیض و دلچسپ مقام ہے۔

مولوی عبداللہ رح

آپ مولوی شیخ عبدالرحمن اکبرآبادی کے فرزند رشید تھے جو نہایت نیک و بابرکت بزرگ

تھے آپ بھی اَلوَلدُ سِرٌّ لِاَبِیہِ۔ کی تفسیر اور بڑے عابد و زاہد۔ صاحبِ تقویٰ۔ قانع اور خاموشی پسند بزرگ تھے۔ علوم فارسی اور انشاپردازی میں آپ یکتائے زمانہ تھے سخن گوئی میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔ طالب تخلص اور کلام نہایت پسندیدہ ہوتا تھا۔ اُردو میں آپ کا غیر مطبوعہ دیوان موجود ہے۔ دیوان کیا ہے حقیقت و معرفت کے بیش بہا موتیوں کا خزانہ ہے۔ آغازِ ہوش سے انجام زندگی تک آپ کا پائے سلوک شریعت کی شاہراہ کے باہر ایک قدم بھی نہیں چلا تمام عمر درس و تدریس کا فیض آپ سے جاری رہا اور اسی کسبِ حلال سے اپنی اور اپنے متعلقین کی قوت بسری کرتے رہے اوّل دس برس تک آپ کا مکتب محلہ شہزادی منڈی میں جاری رہا۔ اس کے بعد اخیر وقت تک آپ اپنے مکان واقع نولکھا چھاونی میں درس دیتے رہے۔ آپ کا طریق تعلیم اس قسم کا تھا کہ ذہین طالب علم تین برس کے عرصہ میں فارسی کی تمام درسی کتابیں ختم کر لیتا تھا۔ درس کے علاوہ آپ کا تمام وقت عبادت و ریاضت میں صرف ہوتا تھا۔ طب میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی خالصاً لِلّٰہ مریضوں کا علاج کرتے تھے آپ کی دُعا اور دوا سے سیکڑوں مریض صحتیاب ہوئے۔ جمعہ کی نماز کے واسطے آپ ہمیشہ اول وقت تشریف لایا کرتے تھے۔ پہلی صف میں ایک جگہ مخصوص کر لی تھی ہمیشہ اُسی جگہ نماز و وظائف میں معروف رہتے تھے۔ نورانی پیشانی پر مقبولیت کے آثار نمایاں تھے۔

آپ اکثر عارضۂ فتق میں مبتلا رہتے تھے۔ اسی عارضہ میں شب ۵۔ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ (۱۳۔ جولائی ۱۹۱۱ء) کو دارالسرور کو روانہ ہو گئے اور قبرستان عیدگاہ میں (محاذ دروازہ جنوبی) اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ لڑکیوں کے علاوہ۔

عبدالحفیظ نام ایک لڑکا یادگار چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو باپ کے مرتبہ پر پہنچا دے۔

عبداللہ رح

آپ کا اسم مبارک معلوم نہیں بفحوائے حدیث قدسی اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَائِکُمْ اِلَی اللہِ عَبْدُاللہِ (ترجمہ تمہارے ناموں میں بہت پیارا نام اللہ کے نزدیک عبداللہ ہے) آپ کو عبداللہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ آپ کی نہایت عجیب وغریب اور حیرت انگیز کرامات مشہور ہیں مزار مبارک نہایت نشاط انگیز روح افزا اور انوار آلٰہی سے منور ہے قدامت کے آثار بھی نمایاں ہیں۔ کچہری دیوانی کے قریب صاحب جج کی کوٹھی ہے اُس کے احاطہ کے اندر ایک ٹیلہ پر آپ کا مزار واقع ہے جس پر سنگ سرخ کی خوشنما عمارت بنی تھی۔ اِس عمارت کی چھت اور گنبد اب باقی نہیں ہے۔

عبداللہ رح

آپ کا نام نامی بھی معلوم نہیں ہے۔ مگر آپ آگرہ کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔ آپ کا مزار لب سڑک پختہ متصل آبادی قصابان محلہ سلطان پورہ میں واقع ہے جس سے قرب و جوار کے لوگوں کو از حد عقیدت ہے۔ سابق میں اس پر عالی شان گنبد بنا ہوا تھا جو بخیال زوال بوجہ کہنگی مسمار کرا دیا گیا اور بجائے اسکے سنگین چبوترہ اور کٹہرہ بنا دیا گیا ہے۔

عبداللہ رح

آپ کے اصلی نام کا پتہ نہیں چلتا۔ مزار مبارک اندر آبادی محلہ رکاب گنج مسجد متصل بنک بنگال سے جنوبی جانب تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے جس سے بزرگی کے آثار نمایاں

ہیں۔ قرب وجوار کے لوگ آپ کی بیحد کرامات بیان کرتے ہیں۔

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا بھی اصلی نام گمنامی میں ہے۔ آپ کا مزار مبارک جھجری والے سید کے نام سے مشہور اور بہت سے لوگوں کو گرویدہ کئے ہوئے ہے۔ نائی کی منڈی اور ہونی کٹرہ کے درمیان میں لب سڑک پختہ یہ مزار واقع ہے۔

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپکا اصلی نام بھی راقم بوستاں کو تحقیق نہ ہوسکا آپکے خرق عادات کی گرماگرمی کا حال کثرت سے لوگ بیان کرتے ہیں۔ مزار شریف اندر احاطہ ریلوے متصل آگرہ کنٹونمنٹ جانب آبادی رسول پور واقع اور شان جلالی رکھتا ہے۔

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی اُنہیں بزرگوں میں ہیں جن کا آخری نشان باقی اور نام بے نام ہوگیا۔ آگرہ سٹی کے جدید اسٹیشن کے قریب ایک بلند ٹیلہ ہے جہاں عہد شاہی میں خان جہاں لودی[1] کے عالی شان محلات بنے ہوئے تھے اور اسی مناسبت سے اب تک وہ لودی خاں کا ٹیلہ کہلاتا ہے اُس پر متصل مکان اسٹیشن ماسٹر ایک چبوترہ پر یہ مزار واقع ہے جو بہت متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ اِس کے قریب میں دو تین مزار اور بھی ہیں۔ اب تک بہت سے منقش وخوشنما پتھر۔ ستون۔ محرابیں۔ پھول وغیرہ پڑے ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ زمانہ

[1] جہانگیر وشاہجہاں بادشاہ کے عہد کا مشہور امیر تھا۔ ۱۲

قدیم میں اِس مزار پر عالیشان و خوشنما عمارت بنی ہوئی تھی۔

عبداللہؒ

آپ بھی گمنام بزرگوں میں صاحبِ کرامات بزرگ مشہور ہیں۔ مزار مبارک متصل قبرستان پیر گیلانی جانب شمال کھیتوں کے درمیان ہیں ایک بلند چبوترہ پر پختہ سڑک سے مغرب کی طرف واقع ہے جس پر پیپل کا درخت سایہ کئے ہوئے ہے

عبداللہؒ

آپ کا نام غیر معروف اور مزار بزرگی اور کمالات میں مشہور اور تکیہ متصل باغ چوکھے لال جاول والا لبِ سڑک پختہ میں (سلطان گنج) واقع ہے لوح مزار سادہ مگر چراغدان میں ایک پتھر نصب ہے جس پر قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے نیچے یہ بیت کندہ ہے ؎

زتاریخ ہجری شدہ آشکار　　بیک روز پانصد و بر صد چہار

عبداللہؒ

آپ نے بھی گمنامی سے رفیع الشانی حاصل کی ہے۔ باغ چوکھے لال جاول والا واقع سلطان گنج میں ایک مثناتی مسجد بنی ہے اُس کے صحن میں آپ کا مزار زیارت گاہ ہے۔

عبداللہؒ

آپ نے بھی ناموری کے مقابلہ میں گمنامی کو پسند فرمایا ہے۔ مزار مبارک درمیان باغ

جو کھے لال مذکور آبادی بنگلہ دھنی راستہ خام پر واقع ہے۔ تعویذ سنگ مرمر کا ہے جس پر آیت الکرسی اور کلمہ طیبہ منقوش ہے۔ عمارت قدیم کے کچھ آثار اور پتھر اب تک موجود ہیں۔

قاری حافظ سید عبداللہ نقشبندی مجددیؒ

آپ کا زاد بوم موضع کھیڑی متصل قصبہ بارہ ہے۔ بچپن ہی میں آپ کے والدین کا انتقال ہو گیا۔ مشیت ایزدی نے اُسی وقت سے آپ کے دل میں خدا طلبی کی شورش پیدا کر دی تھی کہ جنگل جنگل خدا شناسوں کی تلاش میں سرگرداں پھرتے تھے۔ اس سلسلہ میں سیکڑوں بزرگوں کی خدمت کر کے اُن سے فیض حاصل کیا۔ پنجاب کے کسی جنگل میں ایک مسجد تھی اُس میں ایک متوکل حافظ قرآن بزرگ مقیم تھے جنہیں قرأت میں ید طولیٰ حاصل تھا آپ پھرتے پھراتے اُن کی خدمت بھی پہنچے اور اُن کی صحبت ایسی اچھی معلوم ہوئی کہ وہیں مقیم ہو گئے یہاں تک کہ اُن بزرگ کی فیض صحبت سے قرأت میں کمال حاصل ہوا قرآن مجید آپ کے لوحِ دل پر منقوش ہو گیا اور بہت سے طریقت کے اسرار آپ پر ظاہر ہو گئے۔ یہاں سے رخصت ہو کر اول آپ شیخ ادریس قادریؒ سامانی کی خدمت میں پہنچے اور مدت تک خانقاہ عالی میں مقیم رہ کر خدا شناسی کی آنکھیں روشن کیں اور شرف بیعت سے مشرف ہو کر شیخ آدم بنوری خلیفہ اعظم حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کابلی سرہندیؒ کی خانقاہ میں حاضر اور اُن بزرگوار کی فیض صحبت سے تکمیل کو پہنچکر خرقۂ خلافت سے مفتخر ہوئے۔ آپ کے چچا یا چچازاد بھائی سید عبدالرحمن ملازمت شاہی میں داخل اور شیخ آدم بنوریؒ کے مرید تھے اُن کے ہمراہ آپ آگرہ میں تشریف لاکر آباد ہوئے۔ تمام عمر آپ حضور (مجرد بوجہ پارسائی) رہے اور شادی نہیں فرمائی۔ قرأت

میں آپ کو ایسا کمال حاصل تھا کہ جس وقت آپ آنکھیں بند کر کے عالم وجد میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے جملہ سامعین پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا تھا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح نے انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ جس زمانہ میں آپ شیخ آدم رح کی خدمت میں تھے ایک درخت کے نیچے چشم بستہ تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہوئے جس قدر چڑیاں درخت پر بیٹھی ہوئی تھیں وہ اور اکثر ماورالنہریاں کہ واسطے بیعت کے آئے ہوئے تھے اور اُس وقت موجود تھے وجد میں آکر مردوں کی طرح گر پڑے۔ جب شیخ نے یہ حال سُنا اُس جگہ تشریف لائے اور فرمایا حافظ بس کن۔ اس پر آپ نے آنکھ کھولی اور حضرت شیخ کو دیکھ کر فوراً کھڑے ہو گئے۔

بہت سے طالبانِ خدا نے آپ کے عارفانہ خوان کی چاشنی کا مزہ چکھا اور کمال کا درجہ حاصل کیا۔ حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی رح پدر مولانا شاہ ولی اللہ صاحب آپ کے خلفائے اعظم سے تھے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں آپ کے اکثر واقعات اور کمالات کا حال اپنے والد ماجد کی زبانی قلمبند فرمایا ہے اُسی میں لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں اورنگ زیب بادشاہ اکبر آباد میں تھا میں میر زاہد ہروی محتسب لشکر شاہی کے درس میں بمقام اکبر آباد علم تحصیل کرتا تھا کہ آپ کو ایک عارضہ طاری ہوا اور اُسی میں آپ فردوس بریں کو رخصت ہو گئے۔ بوقت رحلت آپ نے وصیت فرمائی کہ جسدِ خاکی کو مقبرہ غریباں میں دفن کرنا تاکہ قبر کو کوئی نہ پہچانے چنانچہ حسب وصیت آپ کو گورِ غریباں میں دفن کیا گیا میں بھی (شاہ عبد الرحیم رح) اُس زمانہ میں ایسا سخت بیمار تھا کہ جنازہ کے ساتھ نہ جا سکا جب مجھے صحت ہوئی ایک دوست کو جو آپ کی تجہیز و تکفین میں شریک تھا ساتھ لیکر مرقد مبارک کی زیارت کے واسطے مقبرہ مذکور میں گیا۔ نفس مبارک کی تاثیر سے میرا دوست مرقد منورہ کو شناخت نہ کر سکا آخر کار قیاس سے ایک دوسری قبر کی طرف اشارہ کیا میں نے اُس قبر پر بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ فوراً آپ نے پسِ پشت سے ندا

فرمائی کہ فقیر کی قبر یہ ہے لیکن جو شروع کیا ہے اُسی جگہ ختم کر کے صاحب قبر کو ثواب پُہنچاؤ اور جلدی مت کرو۔ حسب الحکم تعمیل کی گئی اور بعد ختم اپنے دوست سے کہا کہ خوب غور کر کے بتاؤ کہ حضرت کا مزار مبارک یہ ہے یا میری پشت والا۔ اُس نے غور و تامل کے بعد کہا کہ میں نے خطا کی۔ اصل میں آپ کا مزار پُشت والا ہے غرضکہ آپ نے مزار پر بیٹھکر میں نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا چونکہ اُس وقت قلب نہایت اندوہگین اور پُر ملال تھا لہٰذا بوقت قرآن خوانی قواعد قرأت میں کئی جگہ فروگذاشت ہوئی۔ آپ نے قبر کے اندر سے فرمایا کہ فلاں فلاں مقام پر غلطی کی ہے امر قرأت میں حزم و احتیاط واجب ہے سبحان اللہ سچ کہا ہے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

جب وفات کے قریب مزار کا یہ حال تھا تو اب کیا پتہ چل سکتا ہے۔

مولوی عبداللہ محدث رح

آپ عالمگیر بادشاہ کے زمانہ کے فضلائے نامدار اور محدثین ذی وقار سے تھے۔ صوفی مشرب اور نہایت نیک، و بابرکت بزرگ تھے۔ آپ نے ۱۰۹۴ھ میں وفات پائی۔ مزار لاپتہ۔ تاریخ

مولوی زمانہ عبداللہ عطر اللہ قبرہٗ و ثراہ

عقل تاریخ نقل آن مغفور گفت۔ شد خلد جائے عبداللہ

۱۰۹۴ھ

حافظ عبداللہ نقشبندی مجددی رح

آپ سید امجد علی شاہ کے ہمعصر اور تیرہویں صدی کے نامور مشائخین اکبرآباد سے تھے

آپ کا مزار محلہ روئی منڈی کی مسجد کے احاطہ میں واقع ہے۔

میر عبدالحی مشہدیؒ

آپ علم و فضل اور کمالات شاعری سے موصوف اور ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں صدارت کے منصب پر مامور تھے۔ اکثر فنون میں کامل مہارت حاصل تھی اور خط بابری مخترع بابر بادشاہ کو اچھی طرح جانتے تھے۔ مزار لاپتہ۔

شیخ عبدالحیؒ

آپ شاہجہاں اور عالمگیر بادشاہ کے عہد کے مشائخین سے تھے۔ رمضان ۱۰۷۰ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار لاپتہ۔ قطعہ تاریخ رحلت سے

شیخ عبدالحی عالی مرتبت ۔۔۔ چوں ازیں عالم بجنت زد قدم
سال نقلِ آں ولی در ماہ صوم ۔۔۔ شیخ اہل عدن رضواں زد رقم

۱۰۷۰ھ

شیخ عبدالرحمن صوفی قادری سرہندیؒ

آپ عاشق منش۔ مبتلائے رشتت۔ حسن پرست۔ سوختہ دل۔ فراخ مشرب۔ بلند ہمت ستودہ خو۔ گوشہ نشین۔ گرسنگی پروز۔ نیاز گزار۔ قناعت دوست اور اہل کشف بزرگ تھے۔ آپ کو سید بدھا بلگرامیؒ کی خدمت میں ارادت تھی۔ سرہند سے آگرہ میں رونق افروز ہو کر شیخ ضیاء اللہ شطاریؒ کی خانقاہ کے ایک حجرہ میں سکونت اختیار فرمائی چند روز تک ضیائی صحبتوں نے زندگانی کا باغ پُربہار کر دیا۔ یکایک عائشہ نام ایک

حسینہ وجمیلہ عورت پر عاشق ہوگئے معشوقہ کے دل میں بھی سچی محبت نے درد پیدا کر دیا۔ اور اُس خاتون نے بھی درویشی پر دل نثار کر دیا۔ دونوں طرف کی اجازت اور خوشنودی سے عقد کی رسم ادا ہوئی۔ برسوں تک دونوں ہمراز رہے۔ سیّد احمد قادری سے جو آپکے ہمراز تھے منقول ہے کہ شیخ اُس عورت کے ساتھ ایسا گہرا مراقبہ کیا کرتے تھے کہ رات کو صبح کر دیتے تھے۔ آپ نہایت کم درجہ کی خوراک اور پوشش سے بھوک کی دفع الوقتی اور برہنگی کی دلاسا نہایت کشادہ پیشانی کے ساتھ کرتے تھے۔ ۹۹۵ھ میں اپنی عنصری صورت سپرد خاک کر کے وطن اصلی کو رخصت ہوئے۔ مزار متصل تھانہ رکاب گنج اراضی موسومہ ٹیلا محل میں واقع ہے ربیع الاوّل کی پندرہ تاریخ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

افضل الفضلا مُلّا عبدالرشیدؒ

آپ اکبرآباد کے علمائے عالی مقام سے ہیں۔ شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد کے اکثر فضلا کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ ۱۰۸۰ھ میں وفات پائی۔ مزار لاپتہ۔ تاریخ رحلت

شیخ عبدالرشید عارف حق — بود بیشک بعلم و دانش حق
عقل تاریخ نقل آں مرحوم — جائے عبدالرشید جنت گفت

۱۰۸۰ھ

خواجہ عبدالرؤفؒ

آپ صلحائے عہد عالمگیری سے ہیں۔ مزار قبرستان پیر گیلانی میں واقع ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

خواجہ عبدالرؤف پاک نسب — سوئے جنت بصد لطافت رفت

طائر روح آن خجستہ نہاد | زیں گلستانِ پُر آفت رفت
ہاتفِ غیب گفت تاریخش | یکے از صاحب شرافت رفت

۱۰۸۱ھ

شیخ عبد الصمد انصاریؒ

شیخ افضل محمد انصاری کے فرزند رشید اور علّامی ابوالفضل کے خواہرزادہ (بھانجہ) ہیں آپ کا علم عروس عمل کے زیور سے آراستہ اور آپ کی انشا پردازی بے نظیر سمجھی جاتی تھی۔ مکاتبات علامی (ابوالفضل) کے آپ جامع اور اخبار الاصفیا کے مولف ہیں۔ مزار لاپتہ

شیخ عبد الحکیمؒ

آپ ہندوستان کے اُن باکمال بزرگوں میں ہیں جنہوں نے اشاعت اسلام پر کمر باندھ کر ہندوستان کے ظلمات میں اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ (ترجمہ اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہی) کا برقی نورانی لیمپ روشن کیا کبھی آپ نے آگرہ میں قدم نہیں رکھا تمام عمر اسی جگہ جہاں آپ کا مزار واقع ہے قیام فرما کر لوگوں کو صراط مستقیم کا راستہ بتاتے رہے۔ ایک مرتبہ ایک نوجوان ہندو نے آپ کی رہنمائی سے صراط مستقیم پر قدم رکھا اور شرفِ اسلام سے مشرف ہو کر آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ اُس کے عزیزوں نے اکبر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ فلاں درویش نے ہمارے عزیز کو زبردستی مسلمان کر لیا ہے۔ دربار سے طلبی کا حکم صادر ہوا۔ ہنوز احکام جاری نہ ہوئے تھے کہ آپ کو کشف و الہام سے یہ حال معلوم ہو گیا اُسی وقت آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب شہر کے کنارہ یعنی چہار سو دروازہ پر پہنچے تو جذبہ آلہی سے بیخود ہو کر نہایت زور سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کا نعرہ مارا اس نعرہ کی آواز سُننے ہی جس قدر ہندو اس جگہ موجود تھے بے اختیار ہو کر آپ کے پاس اکٹھا ہو گئے اور اصرار کرنے لگے کہ ہمیں مسلمان کر لیجئے اِسی عرصہ میں اتفاق سے بادشاہ کی سواری اُدھر سے گزری اور یہ جماؤ دیکھ کر استفسار حال کیا جب یہ حال معلوم ہوا طلبی کا حکم منسوخ فرما کر اُسی جگہ آپ کو رخصت فرمایا۔ ہرچند بادشاہ نے اصرار کیا مگر آپ نے کوئی جگہ گیر یا روزانہ قبول نہیں فرمایا۔ آپ کا مزار متھرا کی سڑک پر سکندرہ سے کچھ آگے واقع ہے۔ یکم شعبان کو آپ کا عرس ہوتا ہے شہر کے تمام تکیہ دار فقیر سوا سوا سیر فی آدمی مختلف کھانے پکا کر لیجاتے ہیں اور یکجا کر کے بعد فاتحہ تقسیم کرتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ اُس میں سے چند حصہ کوؤں کے واسطے علیحدہ کر کے رکھ دیے جاتے ہیں جن کے کھانے کے واسطے بہت سے کوّے جمع ہو جاتے ہیں یہ سلسلہ ایک کرامت کی یادگار میں چلا آتا ہے۔ شاہ مشتاق رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خاص مریدوں میں تھے۔

شیخ عبد اللطیف بَرّیؒ

آپ آگرہ کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔ کسی تذکرہ یا تاریخ میں آپ کا ذکر خیر نظر سے نہیں گزرا مگر ظن غالب ہے کہ آپ سیّد بدرالدین ابن سیّد جلال متوکل کے فرزند رشید اور شاہ عظمت اللہ کے والد ماجد تھے۔ آپ کا مزار متصل سڑک پختہ لب جمنا تکیہ مان اللہ میں گنبد کے اندر واقع ہے۔ قریب میں ایک قنائی مسجد بنی ہے۔ دونوں سے قدامت کے آثار نمایاں ہیں۔

مُلّا عبد العزیزؒ

آپ مُلّا عبد الرشید اکبرآبادی کے فرزند ارجمند اور شاگرد رشید ہیں۔ جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں

تبحر حاصل اور اکثر فنوں میں کمال کا درجہ رکھتے تھے۔ بختاور خاں خواجہ سرا صاحب مراۃ العالم اور ہمت خاں میر بخشی نے آپ کے فضل وکمال کا حال دربار عالمگیری میں بیان کیا اور اکثر آپ کے مسودات بادشاہ کے روبرو پیش کئے۔ فوراً فرمان طلب پیشگاہ خلافت سے صادر ہوا اور ۹۔ ذالحجہ سنہ ۱۰۸۰ھ کو مسجد میں آپ بادشاہ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ قدردان اور علم دوست بادشاہ نے آپ کی نہایت وقعت و تعظیم کی اور تین روپیہ یومیہ وظیفہ سے کہ اُس وقت تک عطا ہوتا تھا منصب چار صدی پر سرفراز کر کے خلعت واسپ وشمشیر و جمدھر و برچھی و پالکی وغیرہ مرحمت فرمائی چوتھے دن پنجصدی منصب پر ترقی ہو کر خدمت عرض مکرر پر تعیناتی ہوئی چند ہی روز میں ہفت صدی منصب سے مفتخر ہوے۔ بادشاہ آپ کی دیانت وامانت علم وفضل اور کاروانی سے ایسا خوش تھا کہ علامی سعد اللہ خاں کی طرح وزارت کے منصب پر پہنچانا چاہتا تھا لیکن عمر نے وفا نہ کی اور سنہ ۱۰۸۹ھ میں بیمار پڑ گئے۔ مرزا محمد ساقی صاحبِ عالمگیر نامہ کا بیان ہے کہ بختاور خاں خواجہ سرا نے وفات سے دو روز بیشتر مجھے آپ کی خدمت میں یہ پیام دیکر بھیجا تھا کہ علاج میں تعصب اچھا نہیں اگر حکم ہو تو کسی شاہی طبیب کو علاج کے واسطے خدمت عالی میں روانہ کروں۔ جس وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا دیکھا کہ آپ بستر پر لیٹے ہوئے تصنیف میں مشغول ہیں جو کچھ فرماتے شاگرداں رشید میر ہادی (فضائل خاں) اور محمد سعید اعجاز وغیرہ قلمبند کرتے جاتے تھے۔ جب میں نے پیغام پہنچایا تو جواب دیا کہ علاج میں مجھے کوئی تعصب نہیں لیکن اِن حکما کی کتاب دانی اور تجربہ پر اعتماد نہیں نہ اب حیات مستعار باقی ہے کہ اُس کے قیام کے واسطے فضول ہاتھ پاؤں مارے جائیں۔ آب از سر گذشت کا مضمون اور چند روز کا مہمان ہوں آخر کار

چھٹی ربیع الاوّل سنہ ۹۸۰ھ کو پیمانۂ حیات لبریز ہو گیا اور آپ رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے بادشاہ اور جملہ اراکین دولت کو سخت رنج و افسوس ہوا۔

آپ شیریں کلام اور ملک سخن کے اُستاد تھے۔ عزت تخلص اور عربی فارسی اور ہندی تین زبانوں میں نہایت آبدار اشعار موزوں فرماتے تھے۔ ساقی نامہ آپ کا یادگار ہے۔ مزار لاپتہ

شیخ عبد الغفار سہروردیؒ

آپ کا مختصر یا مفصل ذکر خیر کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا بس اتنا پتہ چلا ہے کہ آپ شیخ مدثر کے بیٹے اور خانوادۂ سہروردیہ کے بزرگ تھے۔ ۱۸ جمادی الثانی سنہ ۱۰۱۱ھ وصال کی تاریخ ہے۔ مزار لاپتہ۔

سیّد عبد القادر بخاریؒ

آپ ملک ولایت کے سرتاج۔ اسرار حقیقت کے رازدار اور خاندان قادریہ اعظمیہ کے سر برآوردوں میں ہیں۔ علوم میں اہل زمانہ کے اُستاد اور علمائے زمانہ میں ممتاز۔ زہد و تقویٰ میں بے نظیر اور عبادت و ریاضت میں شہرۂ آفاق تھے۔ دن بھر درس و تدریس سے بندگانِ خدا کو فیض پہنچایا کرتے تھے۔ صرف دوپہر کو قیلولہ فرماتے باقی کسی وقت نہ سوتے تھے۔ نصف شب اوّل میں مریدوں کو توجہ اور تلقین فرماتے اور بقیہ نصف شب عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے۔ صرف ایک وقت یعنی رات کو طعام نوش فرماتے ایام بلوغ سے روز وفات تک کبھی آپ نے دن میں کھانا نہیں کھایا۔ سنہ ۱۰۵۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ قطعہ تاریخ رحلت ؎

آنکہ او را ندیدہ ام ثانی | بود ہمنام شاہِ جیلانی
ذاتِ او زینتِ توکل بود | بر ریاضِ قناعتش گُل بود
عارفِ ذاتِ ایزدی بودہ | گوہرِ بحرِ سرمدی بودہ
ذاتِ او بود باکمال و وقار | منبعِ فضل و مطلعِ انوار
سالِ نقلش کہ بہ زگوہر سُفت | عقل۔ شہباز عرش اقدس گفت

۱۰۵۱ھ

مزار مبارک قبرستان موسومہ پیر گیلانی میں واقع اور پیر گیلانی صاحب کے نام سے موسوم ہے۔ قریب میں ایک چھوٹی سی مسجد موجود ہے۔

قاری حافظ عبدالکریم بصیرؒ

آپ شیخ عبدالملک قاری کے شاگرد رشید ہیں۔ ساتوں قرأۃ مع چودہ روایتوں کے ازبر تھیں اور قصیدہ شاطبیہ مع معنی اور اُس اشکال کے جو اُس پر وارد ہے بالکل حفظ تھا آپ کی قرآن خوانی میں بہت کچھ تاثیر اور دل رُبائی پائی جاتی تھی آپ کا قلب ضَمِیرُ الْاَحْرَارِ مَحَلُّ الْاَنْوَارِ (ترجمہ بزرگوں کا دل نور کی جگہ ہے) سے روشن اور آپ کا باطن قرآنی نور سے ایسا منور تھا کہ ہمیشہ ہم نشینوں کی ضمیر کی باتیں آیات قرآنی کے پردہ میں ظاہر کردیا کرتے تھے۔ خوابگاہ آگرہ مزار لاپتہ۔

قاری شیخ عبدالملکؒ

آپ شیخ عبداللہ ابن شیخ صالح ابن محمود غزنوی خالدی کے فرزند رشید ہیں۔ آغاز ہوش میں آپ کو علمی شوق پیدا ہوا اور آپ اپنے وطن سے چل کر ہری میں پہنچے اور حافظ

محمود تاباد گانی کی خدمت میں کلام ربانی حفظ کیا۔ اسکے بعد حافظ عثمانی ہروی کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم و فنون خصوصاً قرأت میں کمال پیدا کیا۔ یہ حافظ صاحب جامع انواع علوم اور صاحب ولایت تھے اور خواجہ خضر علیہ السلام کی صحبت سے مفتخر اور حضور خاتم الانبیاء صلعم کی زیارت سے مشرف تھے اور حضور والا کی تعلیم سے کسبی اور وہبی علوم کی مشکلات انہوں نے حل کی تھیں۔

قاری صاحب اپنے سینہ کو خدائی علم کے نور سے منور کر کے شیخ زین الدین خوانی کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں اپنے دل کو وحدت و حقیقت کی روشنی سے تاباں و درخشاں کر کے خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ جب آپ کی بزرگی کا شہرہ سلطان ذی شان سکندر لودی نور اللہ مرقدہٗ کے کان تک پہنچا تو متواتر عرضداشتیں آپ کی تشریف آوری کی خواہش میں بھیجیں آخر کار حامی دین سلطان کے اصرار سے مجبور ہو کر آپ آگرہ تشریف لائے۔ بادشاہ نے حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کی سلطان کے التماس کے بموجب آپ نے آگرہ کی سکونت اختیار فرمائی مگر کوئی جاگیر یا معین وظیفہ اُس سے یہ کسی حکام مابعد سے قبول نہیں فرمایا۔ آپ کا کلام ربانی کو سات قرأت اور چودہ روایت سے پڑھتے تھے اور ہمیشہ سب کو خواہ درویش ہو یا مالدار حسبۃً للہ قرآن اور قرأت سکھایا کرتے تھے۔ بے شمار لوگوں کو آپ کی ذات بابرکات سے فیض پہنچا۔ ایک سو تیس[۱۳۰] برس کی عمر میں ماہ رجب ۹۵۶ھ بہشت نشینوں کو قرآن سنانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ شیخ محمد فرزند رشید انجمن بوستان اخیار میں رونق افروز ہیں۔ مزار لاپتہ

امیر عبد الماجدؒ

آپ سید امیر ابو نصر کے فرزند رشید سید امیر ابو العلا قدس سرہٗ کی بہن کے بیٹے۔

مرید اور خلفائے اعظم سے ہیں۔ آپ انجمن خداشناسی کے رکن اعظم اور اپنے ماموں اور پیر کے عاشق زار تھے۔ بہت سے کفار صرف آپ کا جمال باکمال دیکھ کر شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ بڑے بڑے جلیل القدر اور عظیم الشان خلفا آپ کے ہیں۔ آپ کے سینہ میں شورش عشق کی آگ بھڑکا کرتی تھی آپ کا انتقال بھی وجد و شورش ہی کی حالت میں ہوا۔ مزار مقدس پیر بے نظیر کے پائین پر واقع ہے جس کے سنگ مزار کے تعویذ پر یہ بیت کندہ ہے جو آپ کی وصیت کے بموجب کندہ کی گئی تھی ؎

چشم آں دم کہ زشوق تو نہد سر بہ لحد
تا دم صبح قیامت نگراں خواہد بود

شیخ عبدالمومن چشتیؒ

شیخ محمد امین ابن شیخ خلیل چشتیؒ کے فرزند سعادت مند ہیں۔ آپ کے مورث شہر مانڈو (ریاست دھار) میں سکونت پذیر تھے آپ کے جد امجد نے مانڈو سے دہلی کی سکونت اختیار کی۔ آپ کو بارہ برس کی عمر میں خداشناسی کی آرزو پیدا ہوئی۔ گھر سے نکلکر اوّل اجمیر شریف پہنچے۔ یہاں سے آپ حج کے واسطے تشریف لے گئے اور سعادت حج سے مشرف ہو کر بارہ برس تک جابجا ملکوں کی سیر و سیاحت فرماتے ہوئے اجمیر واپس آئے۔ چھ ماہ تک خواجہ بزرگوار کے روضہ میں معتکف رہنے بعد حسب الحکم سلطان سکندر لودی کے بابرکت عہد میں آگرہ میں آکر سکونت اختیار کی۔ آپ کو خرقۂ خلافت اپنے باپ سے ملا تھا روزانہ چار ختم قرآن شریف کے کیا کرتے تھے نوے برس کی عمر میں ۲ شوال ۹۷۰ھ کو آپ کی حیات کا پیمانہ لبریز ہوا اور آپ حوران بہشتی کے ہم نشین ہوئے شیخ الحاج رحلت کی تاریخ ہے۔ مزار لاپتہ

۹۷۰ھ

امیر عبد المنعم رح

آپ امیر عبداللہ احراری رح کے چھوٹے صاحبزادہ ہیں۔علم و فضل سے موصوف اور صاحب ریاضت و مجاہدات تھے۔ ۳۰ برس کامل ترک حیوانات جمالی اور جلالی اور پیاز وغیرہ کر کے طرح طرح کی ریاضتیں کی تھیں۔ دن رات وظیفہ و تسبیح سے سرو کار رکھتے تھے۔ آخر کار حضرت امیر ابوالعلا قدس سرہٗ کی نظر توجہ سے کمال کے درجہ پر پہنچ گئے۔ مزار غالباً درگاہ ابوالعلائیہ میں ہے۔

شیخ عبد النبی رح

آپ شیخ عبداللہ صوفی شطاری اکبرآبادی کے فرزند دلبند اور شاگرد رشید ہیں۔ بہت سے علوم و فنون میں آپ کو کافی دستگاہ حاصل تھی۔ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد اُن کے سجادہ نشین ہوئے۔ رسالہ جوامع الکلم صوفی آپ کی تصنیف سے ہے۔ مزار لاپتہ۔

شیخ عبد الوہاب محدث رح

آپ شیخ ابوالفتح مکی رح کے بڑے بیٹے اور شاہ محمد جبالی کے مرید اور شیخ بڈھا کے عرف سے موسوم تھے۔ حسن صورت اور نیک سیرت سے آراستہ اور دانش و بینش سے پیراستہ تھے۔ درسی علوم میں کمال کا درجہ حاصل اور حدیث و تفسیر کے تو حافظ تھے۔ وعظ و تلقین سے گریز فرماتے تھے مجلس عالی میں خدا کی یاد اور فرستادگان خدا صلوات اللہ علیہم کے حالات کے سوائے دوسری باتیں بہت ہی کم ہوا کرتی تھیں۔

علم سیر اور تاریخ پر خاص عبور حاصل تھا اور اکثر عبرت افزا گذشتہ واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔ جواں مردی میں رستم اور سخاوت میں حاتم تھے۔ کوئی حاجتمند گھر سے خالی ہاتھ نہ جانے پاتا تھا۔ اگر کسی وقت اتفاق سے گھر میں کچھ موجود نہ ہوتا تھا تو اہل خانہ سے چھپا کر گھر کا جو کچھ مال و اسباب ہاتھ پڑ جاتا حاجتمند کو لا کر دیدیتے تھے۔ ایک سال آپ کی ہمت کا امتحان کرنے کے واسطے حاکم اکبرآباد نے تمام شہر کے لوگوں کو منع کر دیا کہ اس درویش کو ہدیۃً یا بطور قرض ایک کوڑی بھی کوئی نہ دے مگر آپ کے مہمان خانہ کا خرچ کم نہ ہوا اور پہلے سے زیادہ سخاوت و دریادلی وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ (ترجمہ تمہارا رزق آسمان میں ہے) کے خزانہ سے جاری رہی کسی نے سچ کہا ہے ؎

نہ کس بیدہد اند نہ کس مے دہد — خدا می دہاند خدا مے دہد

۲۹ یا ۳۰ رجب ۹۷۰ھ کو آپ نے اس دار ناپائدار سے بوریا بستر باندھا اور عالم بقا کو رخصت ہو گئے۔ مزار لاپتہ۔

شیخ عبدیؒ

آپ عابد، متوکل اور عارف زماں تھے۔ اور حضور سرور عالم محبوب معظمؐ کی محفل میلاد کے ترتیب دینے میں استطاعت سے زیادہ کوشش بہت فرماتے اور عمدہ عمدہ طریقہ کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ یہ ہی متبرک و مقدس خدمت آپ کی مخدومی کا باعث اور بزرگی کا سرمایہ ہوئی۔ مزار لاپتہ۔

عثمان غنی مجذوبؒ

آپ ایک صاحب کمال مجذوب تھے۔ دل کے غنی اور عثمان غنی کے نام سے موسوم

اور لاٹ صاحب کی گھوڑی کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے اُلٹے پاؤں میں لنگ تھا۔ عجیب وغریب اور مختلف حالتیں آپ پر طاری ہوا کرتی تھیں کبھی کبھی جذبہ کا ایسا سیلاب آتا تھا کہ ہوش وحواس کو بہاکر آپ کو ننگا مادر زاد کر دیتا تھا۔ کبھی نماز کا خیال آگیا تو تمام تمام رات ایک پاؤں سے نیت باندھے کھڑے رہکر گزار دی مگر وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (ترجمہ اور اللہ ہی کا ہے پورب پچھم تو جہاں کہیں منہ کرو اُدھر ہی اللہ کا سامنا ہے) پر عمل تھا۔ جدھر دھیان آگیا اُدھر منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور مجذوبی بڑ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ اگرچہ بوستان اخیار کے تختہ ہائے چمن تنگ ہیں مگر آپ کے خرق عادات اور کرامات کے کسی قدر حالات سے اُن کو پُر بہار کرتا ہوں۔ یہ حالات منجملہ اُن صدہا واقعات کے ہیں جو فاضل اجل اور عالم باعمل جناب مولوی محمد سعادت اللہ صاحب سنبھلی نے راقم بوستاں سے اپنے چشم دیدہ بیان فرمائے۔ مجذوب صاحب کو مولوی صاحب موصوف سے نہایت اُنس تھا وہ دو تین برس تک آپ کے مکان پر مقیم رہے تھے۔ ایک مرتبہ ایام سرما میں جبکہ مولوی صاحب مکان کے اندر کمرہ میں کواڑ بند کئے ہوئے استراحت میں مصروف تھے رات کے دو بجے مجذوب صاحب نے دروازہ پر آکر آواز دی۔ دروازہ دور۔ کمرہ کے کواڑ بند اندر تک آواز نہ پہنچی۔ یکایک مولوی صاحب کو معلوم ہوا کہ کمرہ کے اندر مجذوب صاحب ہُو ہُو کے نعرے مار رہے ہیں فوراً آنکھ کھل گئی۔ کمرہ کو خالی پایا مگر دستک کی آواز سُنی اُٹھکر دروازہ کھولا۔ جب آپ اندر آئے تو پوچھا کہ حضرت یہ کیا بھید تھا جواب دیا کہ تجھے آواز دیتے دیتے تھک گئے جب اسطرح نہ اُٹھا تو ہم نے دوسری طرح اُٹھا دیا۔

ایک دفعہ مولوی صاحب رات کے وقت آرام فرما رہے تھے کہ پلنگ کے پاس آکر آپ کو جگایا۔ مولوی صاحب نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ ایک سیاہ سانپ ہاتھ میں ہے جسے مجذوب صاحب درمیان سے پکڑے ہوئے ہیں۔ بولے کہ میں باورچیخانہ میں جا کر لیٹا۔ وہاں ایک سوراخ ہے اُس میں پاؤں کا انگوٹھا لگا لیا تھا یہ حضرت (سانپ) انگوٹھے سے خوش فعلیاں کرنے لگے۔ جب کسی طرح سونے نہ دیا تو میں بھی اٹھ کر بیٹھ گیا اور انہیں ہاتھ میں لیکر کھیلنے لگا۔

ایک مرتبہ زندہ سانپ کہیں سے پکڑ لائے اور گاجر مولی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کرکے مع سر کے کھا گئے۔ ایک دن ہاتھوں میں کانچ کی چوڑیاں پہنے ہوئے تھے۔ یکایک پتھر سے کُل چوڑیاں توڑ ڈالیں اور سل پر خوب باریک پیس کر کٹورے میں پانی ڈال کر مثل شربت کے نوش کر گئے۔ جو ذرا سا حصہ باقی رہا اُسے آنکھوں میں سرمہ کی طرح لگا لیا مگر کسی قسم کا اثر محسوس نہ ہوا۔

ایک دفعہ بھنگ لا کر اُسے پیالہ میں بھگو دیا۔ تین دن تک وہ بھیگی رہی چوتھے دن کسی تقریب سے مولوی صاحب کے گھر ایک بکرہ ذبح ہوا جس قدر اُس کا خون نکلا وہ لیکر اُسی پیالہ میں ڈال دیا اور بازار سے دہی لا کر ملایا اور سب نوش کر گئے اتفاق سے ایک ڈاکٹر صاحب اُس وقت موجود تھے بولے کہ یہ شخص زیادہ سے زیادہ دو تین گھنٹے میں مر جاویگا مگر آپ پر کسی قسم کا اثر پیدا نہ ہوا۔ سیندور اکثر پھانکا کرتے تھے مگر کچھ نقصان نہ کرتا تھا۔

مولوی صاحب کا بیان ہے کہ آپ میں انبساطی شان موجود تھی مشکل سے مشکل مسائل محض خیال آنے پر آپ کے شگفتہ دیدار کو دیکھ کر حل ہو جاتے تھے۔ اگرچہ تصوف

کے حقائق واسرار کے بیان میں وہ علی العموم گریز کرتے تھے مگر دو ایک مرتبہ نہایت مہربانی کے عالم میں جب اصرار کیا گیا تو آپ نے نہایت دلچسپ و دلکش پیرایہ میں حقائق و معرفت کے دریا بہا دئے۔ حالانکہ اُن کی صورت و شکل سے اس قسم کی قابلیت کا کسی طرح گمان و خیال بھی نہ ہو سکتا تھا۔ وفات سے چند دن بیشتر مکان پر تشریف لائے اور بولے کہ تجھسے ملنے کو بہت دل ہوتا تھا۔ ملنے کو آئے ہیں۔ اب ہم اپنے اصلی مکان کو جاتے ہیں۔ وہ مکان سونا پڑا ہے۔" اُس وقت مرض استسقا میں مبتلا تھے۔ تھوڑی دیر قیام فرما کر واپس گئے۔ دو تین دن بعد مولوی صاحب ملتوا میں جہاں آپ حالت مرض میں مقیم تھے عیادت کے واسطے تشریف لے گئے اور مزاج پرسی کی تو فرمایا کہ ابھی کچھ دیر ہے۔ التجا کی کہ مکان پر تشریف لے چلیئے۔ جواب دیا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کیا اچھا ہوتا کہ اِس حالت میں میں تیرے مکان پر ہوتا ایک بٹیا (لڑکی) پیر دباتی۔ دوسری کلام مجید سُناتی۔ مگر اس حالت میں کیسے جا سکتا ہوں غرضکہ دو تین دن بعد کہ شوال کا مہینہ اور ۱۳۲۹ھ ہجری تھا آپ سرائے فانی سے وطن جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ خوابگاہ قبرستان بیچ کوئیاں متصل نائی منڈی میں ہے۔ مولوی صاحب موصوف کے علاوہ بشیر الدین صاحب گھڑی ساز کناری بازار نے بھی آپ کی بہت سی چشم دید کرامات سُنائیں۔ روزانہ شام کے وقت دو تین گھنٹہ وہ بشیر الدین صاحب کی دوکان پر بیٹھا کرتے تھے اور ان پر بہت مہربان تھے۔

حکیم سید عرفان علی شاہ قادری

آپ حکیم سید قدرت علیؒ ابن حکیم سید مہر علی قادریؒ کے فرزند رشید اور خانقاہ نوری

(حکیم نورالدین ؒ) کے سجادہ نشین ہیں۔ بارک اللہ فی علمہٖ وعملہٖ۔ آپ اُطْلُبُوا الْخَیْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْہِ (ترجمہ نیکی کو خوبصورتوں کے پاس ڈھونڈو) کی تفسیر ہیں۔ جمال ظاہری کے ساتھ درویشانہ صورت۔ صوفیانہ لباس سادہ دل اور نورانی باطن۔ رکھتے ہیں۔ پیشانی سے مقبولیت کے آثار نمایاں اور عین جوانی میں مقبولانِ الٰہی کے نشان ہویدا ہیں۔ غرضکہ آپ کا جمال وحال صلاحیت وپرہیزگاری سے آراستہ اور آپ کا سینہ عرفانِ الٰہی سے منور وپیراستہ ہے۔ آپ نے اپنے جدِ بزرگوار کی فیضِ صحبت سے روحانی پرورش حاصل کی تھی۔ ۲۲۔ برس کی عمر تھی کہ جدِ بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اُس کے بعد والد ماجد سے تکمیل ظاہری کر کے سندِ خلافت پائی۔ ۲۸ برس کی عمر میں ۲۱۔ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ کو والد ماجد کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آگرہ کی ہر مجالس عرس میں آپ کا فیضان شرکائے مجالس پر نثار ہوتا ہے اور بزرگانِ قدیم کی یادگار آپ کی ذاتِ بابرکات سے جاری ہے۔ اکثر مشائخین قدیم کے حالات اور مزارات سے آپ کو واقفیت حاصل ہے۔ اگرچہ آپ کا اخلاق عام ہے مگر راقم بوستاں پر خاص نظر عنایت ہے۔ چنانچہ بوستانِ اخیار کی نخلبندی میں آپ نے بہت امداد فرمائی ہے اور بہت سے پودے آپ ہی نے اپنے گلزار یادداشت سے بوستانِ اخیار کے واسطے مرحمت فرما کر راقم بوستاں کو مشرف ومشکور فرمایا ہے اور آپ ہی کی توجہ۔ دعا اور تاثیر انفاس کی برکات سے یہ گلستانِ پُر بہار اس قدر جلد سرسبز وشاداب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا فیض مدت تک جاری اور عمر دراز کرے۔ آمین

سیّد عظمت بخاری ؒ

آپ سیّد جلال بخاری ؒ سیّد احمد بخاری ؒ اور سیّد حامد بخاری ؒ کے بھائی اور شاہجہاں

بادشاہ کے عہد کے بزرگ بیان کیے جاتے ہیں۔ آپ کا مزار محلہ تیلی باڑہ تاج گنج میں واقع ہے۔

شاہ عظمت اللہ رح

آپ سیّد عبداللطیف ابن سید بدرالدین ابن سیّد جلال رح متوکل کے فرزند رشید اور اکبر آباد کے اولیائے کبار اور مشائخین نامدار سے تھے۔ آپ سلسلۂ قادریہ چشتیہ۔ سہروریہ اور شطاریہ میں طالبانِ خدا کو تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اپنے جد امجد سید جلال رح کی طرح نہایت متوکل اور گوشہ نشین بزرگ تھے۔ تمام عمر گوشۂ قناعت میں اس طرح بسر کی کہ کسی فقیر یا غنی کے دروازہ پر بھی نہیں گئے۔ شاہ عبدالرحیم دہلوی رح پدر مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کو سلسلہ چشتیہ اور سہروریہ کی اجازت آپ ہی سے حاصل ہوئی تھی۔ ۴۔ ربیع الاوّل ۱۰۸۴ھ کو ۲۰ برس کی عمر میں آپ بہشت بریں کو تشریف لے گئے۔ راقم بوستاں کو آپ کے مزار کا پتہ نہیں چلا۔

سیّد علاء الدین رح مجذوب المشہور بہ علا دل بلادل

آپ سیّد سلیمان کے فرزند ارجمند اور سیّد حسن حسینی کے پوتے ہیں۔ آپ کے جدّ امجد سیّد حسن مدینہ منورہ سے آکر ہندوستان کی سیر سے عبرت حاصل کرتے تھے کہ قصبہ ردولی (ضلع بارہ بنکی) میں اتفاق سے گذر ہوا۔ یہاں کی خاک دامنگیر ہوئی اور آب و ہوا ایسی پسند آئی کہ سیاحی کو چھوڑ کر یہیں آباد ہو گئے۔ چند روز کے بعد متاہل ہوے اور رفتہ رفتہ مکان۔ خاندان۔ فرزند۔ خویش۔ متعلقین۔ درویش بہت سے فراہم ہو گئے۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کے فرزند رشید سیّد سلیمان نے بہت کچھ ترقی کی اور درویشی

سے امارت کے درجہ پر پہنچے۔ جب اُنکی حیات کا پیمانہ لبریز ہوا تو اُنہوں نے اپنا متروکہ از قسم نقد و جنس اور دیہات و زراعت بہت کچھ چھوڑا۔ تقسیم پر فرزندوں میں باہم جھگڑہ اور تنازعہ پیدا ہوا۔ شیخ علاؤالدین نجیب الطرفین لیکن سب بھائیوں میں خورد سال تھے اس سبب سے چند بھائیوں نے برادران یوسفؑ کی طرح آپ کے مار ڈالنے کا قصد کیا۔ ماں کی ممتا مشہور ہے کسی طرح مادر مشفقہ کو رشک و حسد کا حال معلوم ہو گیا اور وہ سب مال و دولت پر لات مار کر اپنے فرزند عزیز کو لے کر مخفی طور سے قصبہ سے نکل کھڑی ہوئیں اور سفر حجاز کا عزم بالجزم کر کے روانہ ہوئیں۔ دن میں گرگ طینت بھائیوں کے تعاقب کے خوف سے کسی گوشۂ تاریک میں چھپی رہتیں اور رات میں جتنی طاقت کام دیتی تھی راستہ چلتی تھیں۔ غرضکہ اسی طرح جنگل و بیابان کو قطع کر کے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور دونوں مقامات مقدسہ میں اپنے بیٹے کے واسطے شب و روز دعائیں مانگتی رہیں۔ چند سال کے بعد مادر مہربان کا سایہ بھی آپ کے سر سے اُٹھ گیا۔ ایک تو غربت کی کوفت تھی اُس پر یہ درد فرقت اور بڑھ گیا۔ چونکہ مشیت ایزدی شامل حال تھی آپ کا خیال علم کی طرف مائل ہوا اور ایک مدت تک اُن اطراف میں رہ کر بھی علوم کی تحصیل کی پھر بزرگان اسلام کی سنت پر کمر باندھ کر پرکار کی طرح تمام جہان کا گشت لگایا اور سیکڑوں بزرگان دین کی خدمت سے فیض و کمالات کے ذخیرے فراہم کر کے ہندوستان واپس آئے۔ کچھ مدت تک سامانہ میں قیام کیا۔ پھر دہلی میں تشریف لائے اور افادت دستگاہ میاں لاڈن کنبوہ مفتی دہلوی کے درس میں بیٹھکر تفسیر کا مطالعہ کیا اور ہمیشہ مزار فائض الانوار خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ پر حاضر ہو کر فروغ معنوی کی دعائیں مانگا کرتے تھے آخر کار مادر مشفقہ کی اور آپ کی دعاؤں نے بارگاہ ایزدی

میں شرفِ قبولیت کا خلعت پایا اور جذبۂ مطلق نے جو حقیقی وحدت سے مقید تھا
آپ کو اُچک لیا اور آپ صاحبِ ولایت کے خلعت سے مشرف ہو کر دار الخلافت
آگرہ میں رونق افروز ہوئے۔ بابر بادشاہ کی سلطنت کا زمانہ تھا کہ آپ نے جمنا کے کنارہ
پر ایک حجرہ تجویز کر لیا اور قرآن شریف کی تلاوت اور تفسیر قرآن کے مطالعہ میں معروف ہوئے
شاہ فخر الدین مداری کے تشریف لانے تک جس کا حال اُن کے ذکرِ خیر میں بیان کیا
جائیگا آپ اسی جگہ مقیم رہے۔ اس کے بعد اس مقام پر جہاں اب آپ کا مزار مبارک
واقع اور محلہ در بارشاہ جی یا شاہ ولایت کے نام سے موسوم ہے آپ چلے آئے۔
آپ کی نظر میں کیمیائی اثر اور بات میں مقبولیت کی تاثیر تھی۔ جذباتِ الٰہی میں بیخود
اور دریائے توحید میں غرق رہتے تھے۔ سینہ پر خدائی علم تحریر تھا جو کچھ زبان سے نکل جاتا
وہ تقدیرِ الٰہی کا نوشتہ ہوتا تھا۔ کشف و کرامات بے شمار اور خرقِ عادات بے نہایت ہیں
ابوالفضل نے آئینِ اکبری میں لکھا ہے اور خود شیخ مبارک سے گلزارِ ابرار میں منقول ہے
کہ جب میں گجرات سے آگرہ میں آیا تو اوّلاً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر امیدوارِ بشارت
ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اسی سعید شہر میں تمکو قیام کرنا چاہئے۔ تمہارے خاندان میں عالی درجہ
فرزند۔ وافر علم اور کثیر دولت یہ سب نعمتیں بہت جلد نصیب ہونے والی ہیں لیکن اس کے
ساتھ یہ بھی ہے کہ تمہارے سلسلہ میں ایک جان گزا آفت اور مہلک فتنہ پیدا ہوگا جو تہمت
اور بدنامی کا باعث ہونیوالا ہے۔ اندیشہ نہ کرنا کیونکہ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا
قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ (ترجمہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار
ہوا اور نہ ناخوش ہوا اور تمہارا انجام آغاز سے بہتر ہے) انجام کار خیریت ہے۔ آپ کے دل خوش کن
فرمانے کے بموجب آخر کار روز افزوں آثار نظر آنے لگے۔

اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ نے لکھا ہے کہ میرے عم بزرگوار شیخ رزق اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن بسبب خبر نہ ملنے کسی فرزند کے سخت متردد تھا اور دل میں خیال کرتا تھا کہ اُس کی خیریت کے واسطے صدقہ کی منت مانوں یا قرآن شریف پڑھوں یا اسمائے الٰہی میں سے کسی اسم کا ورد کروں۔ اسی خیال و تردد میں حضرت علاء الدین رح کی خدمت گیا آپ نے مجھے دیکھتے ہی آیہ کریمہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ پڑھکر فرمایا قرآن شریف پڑھنا سب سے بہتر ہے۔

شیخ حاتم سنبھلی جو آپ کے ہم عصر اور ہندوستان کے مشاہیر علمائے باعمل سے تھے کسی سے یہ سُنکر کہ آپ شرعی احکام کے دائرہ سے باہر قدم رکھکر کرامات اور مقامات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آگرہ میں آئے جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قبل اس کے کہ اپنے اعتراضی مسائل بیان کریں خود بخود اُن کا شافی جواب آپ کی زبان مبارک سے سُنکر حیران رہ گئے اور عقیدت و اخلاص کے لباس سے مشرف ہو کر واپس ہوئے۔

شیخ نظام نارنولی رح کو جو قطب زمانہ تھے اُن کے پیر نے آپ کی خدمت میں بھیجا اور فرمایا کہ جس مقام کے واسطے وہ مجذوب آگاہی فرمائیں وہیں سکونت اختیار کرو۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ثانی نظام تمہارے ظہور کی جگہ نارنول ہے اور تمہارے کام کی رونق اور اُس کا اجرا اُسی مقام کے ساتھ وابستہ ہے جو وقت پر وقوع میں آوے گا۔

میر رفیع الدین محدث اکبرآبادی کو بھی آپ سے بہت عقیدت تھی جو کوئی خاص بات پیش آتی کسی کو آپ کی خدمت میں بھیجکر دعا اور صلاح کے التماس کرتے اور حسب الحکم تعمیل کرتے تھے اس قسم کی سیکڑوں عمدہ عمدہ کرامتیں اور خرق عادات آپ کی تاریخوں اور تذکروں اور ملفوظات

میں بیان کی گئیں اور بہت سی اب تک لوگوں کی زبانوں پر ہیں لیکن چونکہ بوستان اخیار مختصر کتاب اور طوالت سے خالی ہے لہٰذا حوالۂ قلم کرنے سے مجبوری ہے۔ اب تک مزار اقدس کی عقیدت و محبت کا طوق شہر کے ہزاروں ہندو مسلمان باشندوں کے گلوں میں پڑا ہوا ہے اور ہزارہا لوگ اس آستانۂ عالی سے دنیا و دین کی مرادیں پاتے ہیں۔ شہر خصوصاً نائی کی منڈی میں جس قدر شادیاں ہوتی ہیں۔ دُلہن دولہا رخصت کے بعد اوّل اسی دربار میں حاضر ہو کر اپنے گھر جاتے ہیں۔ ۱۷۔ ذیقعدہ ۹۵۳ھ کو آپ نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا اور بہشت نشینوں کے ہم نشین ہوئے

قطعہ تاریخ

عارفِ راہِ حق بعلم و یقین　　شاہ عالی نسب علاء الدین

ذات او بود سالک و مجذوب　　بلکہ خود بود طالب و مطلوب

لفظ مجذوب با علاؤ الدین　　ضم کن و سال انتقالش بین

۷۵۱ + ۲۰۲ = ۹۵۳

مزار مبارک پر ایک گنبد ہے جو آٹھ ستونوں پر قائم ہے۔ گنبد کے قریب وہ مسجد واقع ہے جس کے دیکھنے کے واسطے بہت سے سیاح آیا کرتے ہیں مشہور ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں خود آپ بھی شامل اور سنّت نبوی صلعم کی پیروی میں سرگرم تھے ایک موقع پر آپ کی دعا سے نصف مسجد زمین میں دھنس گئی تھی جو اب تک اُسی حالت پر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مولانا علاء الدین لاریؒ

آپ دانشمند کامل اور جامع انواع علوم تھے۔ ابتدا میں آپ خان زماں کی مصاحبت میں تھے جو عہد اکبری کا مشہور امیر تھا پھر آگرہ میں آکر ایک مکان مدرسے کے واسطے تعمیر کرا کر

بندگانِ خدا کو فیض پہنچانے لگے ۔ مدرسۂ خس ۹۷۹ اس کی تعمیر کی تاریخ ہے ۔ چند مدت کے بعد آپ حج کو تشریف لیگئے اور وہیں آسودگانِ خاک پاک ملہ کے ساتھ ہم خواب ہیں ۔ شرح عقائد نسفی پر آپ نے ایک عمدہ حاشیہ لکھا تھا ۔

شیخ علاء الدین ثانی مجذوب

آپ کی گُفتار غیبی علوم کا رسالہ اور آپ کی زبان لوح محفوظ کی مترجم تھی ۔ زاد بوم تھا سرہ متصل احمد آباد گجرات ہے ۔ آپ وجد و جذبہ میں بیخود رہتے تھے ۔ اپنے وطن سے اول اجمیر شریف میں آئے اور چند سال وجد کی حالت میں وہاں بسر کر کے گوالیار میں رونق افروز ہوئے پھر وہاں سے آگرہ میں آ گئے جو صاحب احتیاج آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اُن کے ضمیروں پر آپ کو علم ہو جاتا تھا اور بغیر عرض حال کئے ہوئے ہر شخص کو اپنے مدعا کا جواب مل جاتا تھا ۔ خانخاناں عبد الرحیم خاں پر آپ کی خاص نظر عنایت تھی اور ملک ٹھٹھہ اور قلعہ احمد نگر کی فتحیابی کی خوشخبری پہلے ہی سے آپ نے سُنا دی تھی ۔ چالیس برس آپ آگرہ میں مقیم رہکر ۱۰۱۴ھ میں دار البقا کو رحلت فرما گئے ۔ مزار شریف لا پتہ ہے

نمی یابم نشانِ او کجا رفت

صوفی علا قلی (علی قلی)

آپ ابتدا میں ایک شعبدہ باز جوگی تھے ۔ ایک زمیندار کی حسین و مہ جبین بیٹی پر عاشق ہو کر اس کو لے اُڑے اور جادو کے زور سے بشکل مینا ایک پنجرہ میں لئے ہوئے

پھرتے تھے۔ خوش قسمتی سے آگرہ میں گذر ہوا اور شاہ ابوالعلا قدس سرہٗ کی خانقاہ کے قریب سے گذرے۔ آپ نے جوگی جی کو دیکھکر بُلالیا اور دو رکعت نماز نفل پڑھکر وضو کا بچا ہوا پانی پنجرے پر ڈالدیا کہ اُس کے پڑتے ہی تمام جادو باطل ہوگیا اور وہ صاحب جمال دختر اصلی حالت پر آگئی۔ آپ نے اُس سے کُل حال دریافت کرکے فرمایا کہ اگر اپنے گھر جانے کی خواہش ہو تو میں وہاں پہنچوا دوں وہ دوڑکر قدموں پر گر پڑی اور صدق دل سے مسلمان ہوگئی۔ جوگی جی بھی یہ حال دیکھکر اپنا سب کمال بھول گئے اور حضرت کے ہاتھوں پر مشرف اسلام سے مشرف ہوئے آپ نے دونوں کا نکاح کردیا دونوں حلقۂ مریدان جاں نثار میں شامل ہوکر مدت العمر خانقاہ شریف میں رہے۔ حضرت نے جوگی صاحب کا نام صوفی علاقی رکھا اور چند ہی روز میں مراتب اعلیٰ پر پہنچا دیا۔ دونوں کے مزار احاطہ درگاہ کے اندر واقع اور جوگی جوگن کی زیارت کے نام سے مشہور ہیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں آپ کی نسبت یہ فقرہ ایک موقع پر تحریر فرمایا ہے "علی قلی در اکبرآباد عمرے از اتباع میر ابوالعلی بقوت توجہ و تاثیر مشہور بود"

مولانا علی احمدؒ

آپ علما اور صلحائے اکبرآباد سے ہیں مفصل ذکر خیر کسی تاریخ میں نظر سے نہیں گذرا۔ ۱۱۲۶ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ مزار لاپتہ۔

مولانا شیخ عماد الدینؒ

آپ عالمگیر اورنگ بادشاہ کے زمانہ کے مشہور فضلا سے ہیں جملہ علوم عقلی و نقلی میں

کامل اور نہایت خدا دوست بزرگ تھے۔ سراج الدین علی خاں آرزو اکبر آبادی مشہور شاعر کو آپ کی شاگردی فخر حاصل تھا مزار لاپتہ۔

مُلّا عمرؒ

آپ شاہ ابوالعُلا قدس سرہٗ کے ہم عصر ہمدم اور یاران باصفا سے تھے۔ آپ کی آنکھیں خدا شناسی کے نُور سے مُنور اور آپ کا دل ہر وقت خُدا کی یاد میں تسبیح خواں تھا۔ آپ اپنے عہد کے زبردست عالم تھے شرح مُلّا پر آپ نے حاشیہ لکھا تھا۔ مزار غالباً احاطہ درگاہ ابوالعلائیہ میں ہے۔

شیخ عیسےٰ مُفتیؒ

آپ مُفتی شیخ ابوالفتح فاروقی کے فرزند رشید اور شاگرد ہیں۔ عالم باعمل اخلاق پسندیدہ سے موصوف اوصاف حمیدہ سے آراستہ اور عہد جہانگیری میں اکبر آباد کے مفتی تھے۔ سنہ ۱۰۱۸ھ میں عہدہ قضا بھی آپ کے سپرد کیا گیا۔ مزار لاپتہ۔

غریب شاہؒ

آپ آگرہ کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔ آپ کے تاریخی حالات ہماری لاعلمی کے پردہ میں پوشیدہ ہیں۔ مزار مبارک جامع مسجد کے صحن کے نیچے واقع اور تابوت نما بنا ہوا ہے۔ ذیقعد کے مہینے میں آپ کا عرس ہوتا ہے۔

غزنی حصاریؒ

آپ اکبر کے وقت کے ایک صاحب علم صوفی منش اور صاحب دیوان شاعر تھے۔

ایک روز ماوراءالنہر میں شیخ حسین خوارزمیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس وقت قوال یہ رُباعی گا رہے تھے ۵

عمریست کہ من زپوست پوشانِ توام　　در دائرہ حلقہ بگوشانِ توام

گر بنوازی من از خردشانِ توام　　ور ننوازی من از خموشانِ توام

حضرت شیخ پر اُس وقت وجد طاری تھا اُن کی صحبت کی برکت سے آپ پر بھی کیفیت طاری ہوگئی اور عالم بیہوشی میں یہ بیت پڑھنا شروع کی ۵

گر بنوازی مراد گر ننوازی　　در دائرہ حلقہ بگوشانِ توام

حضرت شیخ نے آکر آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عالم وجد میں اپنے ساتھ لئے پھرے۔ تمام عمر اُس دن کی لذت آپ کو یاد رہی۔ سنہ ۹۶۶ھ میں بمقام آگرہ آپ نے وفات پائی۔ مزار لاپتہ۔

شیخ فتح اللہؒ

آپ طریقۂ ولایت کے رازدار طالبانِ خُدا کے رہنما اور حضرت شاہ ابوالعلا قدس سرہ کے ہم عصر تھے۔ آپ کا مزار محلہ نائی منڈی میں متصل چوراہہ کچہری کلکٹری لب سڑک پختہ واقع ہے۔

شیخ فتح محمدؒ

آپ کے زمانہ یا تاریخی حالات کا پتہ نہیں چلا۔ مزار مبارک متصل آبادی سرائے خوجہ لبِ سڑک خام کھیڑا گڈھ زیارت گاہ ہے ۵

زِ گُشتگانِ نعمت جا بجا نشان باقی ست
گذشت قافلہ و گردِ کاروان باقی ست

شاہ فتح علیؒ

آپ آگرہ کے متاخرین بزرگوں میں ہیں۔آپ کے حالات لاعلمی کے پردہ میں ہیں۔مزار مبارک مابین سکندرہ و رنکتہ لبِ سڑک پختہ واقع ہے۔سَلّو شاہ مجذوب آپ ہی کے مُرید تھے۔

شاہ فخرالدین مداریؒ

آپ شیخ داؤد ابن شاہ صدیقی کے فرزند رشید ہیں۔ابتدائے حال میں سپہگری کا پیشہ کرتے تھے۔اکثر علوم متداولہ حسام الاولیا شیخ حسام الدین مُلتانی کے درس سے تحصیل کرکے شیخ الہداد صالح چشتی سرہندی کے مرید ہوئے۔ایک روز جبکہ آپ ممالک شرقی میں سپاہیانہ حالت رکھتے اور حوض پر وضو فرما رہے تھے کہ یکایک مشکی گھوڑے کا ایک سوار نقاب ڈالے ہوئے اُدھر سے گذرا اور آپ کے پُشت پر زور سے ایک کوڑا مار کر ارد لی میں ساتھ لیلیا۔چند قدم چل کر سوار تو نظر سے غائب ہو گیا اور آپ کو ایسا جذبہ کا سیلاب آیا جس کے اندر ہوش معاش بہ گیا اور ایسی حیرت پیدا ہوئی جس نے زبان بند کر دی یہاں تک کہ بارہ برس تک آپ کی زبان اَدائے حروف پر قادر نہیں ہوئی۔بارہ برس بعد ایک دن پھر وہی سوار راستہ میں مل گیا اور تازیانہ دکھا کر ڈرایا اور کہا کہ بات کر۔فوراً آپ میں قوت گویائی پیدا ہو گئی لیکن زبان میں کسی قدر گرفتگی باقی رہی۔اس کے بعد آپ قصبہ چندلوس سرکار بہار میں شیخ الہداد ابن ضیاء الدینؒ کی خدمت میں گئے اور دونوں بزرگوں کی صحبت گرم ہونے لگی

کیونکہ دونوں سُہروردیہ سلسلہ میں تھے کم وبیش نو برس آپ وہاں رہے اور بہت سے تشنگان عُلوم کو اپنے دریائے علم وفضل سے سیراب کیا۔

اسی اثنا میں سَیّد آدم پسر سیّد جمن مداری اپنے باپ کے حکم سے ہلیسہ سے فاتحہ کے واسطے شیخ اللہداد کی خدمت میں آئے سیّد آدم نوجوان اور ڈاڑھی منڈوایا کرتے تھے۔ آپ نے اُن کا رخسارہ صاف دیکھکر نصیحت کی کہ سادات کو سُنّت کا ترک کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔ سَیّد آدم کو یہ نصیحت بہت ناگوار گذری اور ہلیسہ واپس پُہنچکر باپ سے شکایت کی۔ شیخ جمن نے فرمایا صاحبزادہ اُس درویش کا کہنا صحیح اور سچی نصیحت ہے جو عمل کرنے کے لایق ہے۔ سَیّد آدم باپ کی تصدیق کرنے سے آپ کی ہدایت کا گرویدہ ہوا۔ اسکے بعد سَیّد جمنؒ نے ایک خادم کے ہاتھ چند لونگیں اور کسی قدر تبرک آپ کے پاس بھیج کر پیغام بھیجا کہ آرزوئے ملاقات شدید ہے لیکن پیری حاضری سے مانع ہے۔ جس وقت خادم آپ کی خانقاہ میں پُہنچا درس جاری تھا۔ تبرک اور پیغام دونوں پیش کئے۔ آپ فوراً بہ ارادہ ملازمت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب قصبہ کے قریب پُہنچے سَیّد جمنؒ کے حکم سے سَیّد آدم نے آپ کا استقبال کیا۔ جب دونوں بزرگوار آپس میں ملاقی ہوئے تمام کاغذی نقوش آپ کے صفحۂ خاطر سے صاف ہوگئے۔ سَیّد جمنؒ نے آپ کو خانقاہ کے ایک حجرہ میں ٹھیرایا۔ چند روز آپ وہاں رہے۔ پھر غلامان جاں نثار میں شامل ہونے کی التماس کی۔ سَیّد جمنؒ نے جواب دیا۔ فخر عالم جمن جاہل کے مُرید ہوجائیں یہ بات زیبا نہیں۔ جب آپ نے بہت کچھ عجز و نیاز کے ساتھ مکرر التماس پیش کی تو سیّد جمن نے اپنے مُنہ کا پان اُگال آپ کو دیا۔ اُس کے

کھاتے ہی علمی چراغ جو گل ہو گیا تھا از سرِ نو روشن ہو گیا۔ پھر حکم دیا کہ بہار میں جا کر شیخ شرف الدینؒ کے روضہ پر معتکف ہو کر روحِ پاک سے ہدایت چاہو۔ آپ نے تعمیل کی۔ چند روز کے بعد خواب میں ارشاد ہوا کہ تمہاری رہنمائی سید جمنؒ کی ہدایت پر موقوف ہے انہی کی خانقاہ میں لوٹ جاؤ۔ آپ نے وہاں سے آکر یہ سب ماجرا بیان فرمایا۔ سید جمنؒ نے حکم دیا کہ آگرہ کی طرف جاؤ اور راستہ میں خواہ کسی قسم کی بات سننے میں آوے واپس مت لوٹو جب خوابگاہ بدیع الدین شاہ مدارؒ پر پہنچو تو آگرہ کی اجازت مانگنا۔ سید جمنؒ راستہ میں یہ ہدایت فرما کر واپس گئے۔ آپ نے جونپور پہنچکر سید جمنؒ کی رحلت کی خبر سنی یہ حال سنکر بے قابو ہو گئے اول واپسی کا ارادہ کیا مگر نصیحت کا خیال آیا اور بادلِ ناخواستہ آگے کو روانہ ہوئے۔ قصبہ بانگر مئو میں پہنچکر حوض کے کنارہ پر شب باش ہوئے۔ شب کو شاہ مدارؒ نے عالمِ مثال میں جلوہ افروز ہو کر آگرہ رہنے کی اجازت دی اور حکم دیا کہ سیورغال (جاگیر معین وجہ معاش) قبول نہ کرنا اور جو درویش اُس شہر کا صاحبِ ولایت ہو اُس کی رضامندی سے مکان بنانا۔ آخر کار بابر بادشاہ کے زمانہ میں آپ آگرہ میں تشریف لائے اُس وقت شیخ خلیلؒ زاہدِ زمانہ تھے اول اِن کی خدمت میں گئے۔ وہاں آپ کا دل گرویدہ نہیں ہوا۔ اِس کے بعد آپ شیخ علاء الدین مجذوبؒ کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ مجذوب نے فرمایا تم ہلیے آتے ہو لیکن تمہاری جگہ تو سرہند ہے۔ آپ نے کچھ جواب نہیں دیا خاموش رہے۔ پھر مجذوب الٰہی نے ایک روٹی کا ٹکڑہ کجکول سے آپ کو دیا اور فرمایا پنجاب کو چلے جاؤ وہاں گیہوں ارزاں ہیں۔ اس پر بھی آپ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ ارشاد ہوا۔ ایک سیر ہے

آدھا تمہارا آدھا میرا۔ اس کا بھی آپ نے کچھہ جواب نہیں دیا۔ چوتھی مرتبہ خطاب کیا۔ اسوقت تک یہاں ہیں تھا اب تم رہو۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ اگر آپ کی یہ رائے ہے تو آپ میرے واسطے جگہہ چھوڑ دیں اور خود دوسری جگہہ تجویز فرمالیں شیخ مجذوب اُسی وقت اُس جگہہ سے کہ لبِ دریا میر رفیع الدین محدثؒ کے محلہ میں واقع تھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے وہاں کی سکونت اختیار فرمائی۔

آپ کے اوصاف و کمالات اور خرق عادات بے شمار ہیں صاحبِ اخبار الاصفیا کا بیان ہے کہ میرے جدّ بزرگوار شیخ یوسف انصاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں نے شاہ فخر الدینؒ کو نہ دیکھا تھا۔ قطب المدار شاہ بدیع الدینؒ کی بزرگی اور کمالات کے حالات کتابوں میں پڑھکر یا بزرگوں سے زبانی سُنکر پورے طور سے مجھے یقین نہ آتا تھا آپ کے کمالات و اوصاف دیکھکر میں آپ کے دادا پیر یعنی شاہ مدارؒ کی بزرگی کا قائل ہوگیا۔ مُلّا عبد القادر بدایونی صاحبِ منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ شیخ فخر الدینؒ ایک پیر نورانی متوکل۔ صاحبِ خلوت و عزلت تھے۔ ریاضت بھی بہت کرتے تھے۔ کبھی اپنے گھر سے باہر نہ نکلتے تھے۔ ہر جمعہ کو آپ کی خانقاہ میں صوفیوں کا مجمع ہوتا تھا اور نہایت اہتمام سے مجلس سماع منعقد ہوتی تھی۔ حاضرین میں کوئی کیسا ہی سماع کا منکر کیوں نہو اُس کو بھی حال آجاتا تھا۔ شیخؒ کا وجد اور لوگوں پر اثر کرتا تھا۔ مجلس سے فارغ ہوکر دستر خوان بچھایا جاتا تھا۔ بادشاہ۔ امیر۔ غریب فقیر سب برابر بیٹھکر کھانا کھاتے تھے۔ خانخانان بیرم خاں ہمیشہ جمعہ کو آپ ہی کی مسجد میں نماز پڑھکر شریک مجلس ہوا کرتا تھا۔ آپ کی صحبت کے اثر سے اس پر بھی بڑی رقت طاری ہوا کرتی تھی نشست و برخاست۔ خورد و نوش میں اور لوگوں سے کچھہ اُسکو امتیاز نہوتا تھا۔

جب آپ کو کسی قسم کی بیماری پیش آتی تو آپ خوش گلو قوالوں کو بلاکر سرود و سماع کی مجلس منعقد فرمایا کرتے تھے اور حالت وجد میں مزاج کی بدمزگی تندرستی سے بدل جاتی تھی مگر جب مرض الموت عارض ہوا تو مجلس سماع آپ نے نہیں کی۔ ایک روز مشائخین ہم عصر شیخ یوسف انصاریؒ۔ سید جلال قادریؒ۔ شیخ عبدالمومن چشتی اور نیز دیگر چند اصحاب عیادت کے واسطے آئے تھے سب نے بالاتفاق ارادہ کیا کہ اس بیماری میں سرود نہ سننے کا سبب دریافت فرمائیں لیکن قبل اسکے کہ لب ہلائیں آپ نے راجی نام مطربہ کو بلایا اور فرمایا کہ یہ غزل گاؤ ؎

ما قصہ نوشتیم بہ سلطاں کہ رساند	جاں ساختہ کردیم بہ جاناں کہ رساند

جب غزل تخلص تک پہنچ گئی تو فرمایا۔ فرصت کم اور شرع شریف کی رعایت واجب ہے۔ گانا بند کرو۔ تین روز بعد ۱۹ ؍ جمادی الثانی سنہ ۹۷۰ھ ۱۵۶۲ء کو آپ پہلی مرتبہ اپنی خانقاہ سے باہر نکلے اور اُس مقام پر جہاں آپ کا مزار مبارک واقع ہے قیام فرماکر اُسی دن بہشت برین کو روانہ ۱۴۷ برس کی عُمر پائی۔ قاسم ہندی نے۔ کو فخر الدین۔ ۹۷۰ تاریخ رحلت پائی۔

مزار مبارک متصل آبادی محلہ حبیونی منڈی جانب شمال واقع ہے۔ سابق میں مزار پر عالیشان عمارت موجود تھی۔ مرہٹوں کے عہد میں گنبد گر پڑا۔ جسنے بہاؤ عالم آگرہ نے خواب میں دیکھکر صاف کرادیا اور حسب الحکم کوئی عمارت تعمیر نہیں کرائی۔ اب درگاہ کی چہار دیواری بھی کُھد گئی۔ ایام غدر تک نہایت دہوم دھام سے آپ کا عرس ہوتا تھا اور لعبہ اراضی اخراجات درگاہ کے واسطے معاف چلی آتی تھی جو بندوبست میں معافی منضبطہ ہوگئی اب یہ بھی موجود نہیں۔ سید میر جان صاحب آپ کی اولاد میں تھے اون کے نواسے میر علی حسین صاحب و سید مظفر حسین صاحب پنشنکا کلکٹری ساکن

چڑیمار ٹولہ) موجود ہیں۔ اُن کے پاس آپ کے تبرکات یعنی حضور سرور عالم صلعم کے ابرو اور ریش مبارک کے موئے مبارک نسلاً بعد نسلاً چلے آتے ہیں جنکی زیارت ہر سال ۱۱ ربیع الاول کو کرائی جاتی ہے۔

شاہ فرہاد صفات جمالی قادری نقشبندیؒ

آپ اکبرآباد کے خدارسیدہ بزرگوں میں ہیں پورے حالات لاعلمی میں ہیں۔ ۲۳ رجب ۱۱۹۵ھ کو دوشنبہ کے دن آپ نے رحلت فرمائی۔ مزار کا پتہ نہیں۔

مولانا فریدؒ

آپ سید شاہ میر سامانہ کے مرید شاگرد رشید اور علمائے اکبرآباد سے تھے۔ جمنا پار محلہ مفتی پورہ میں اپنے استاد کی خانقاہ میں رہتے تھے۔ اگرچہ تحصیل علوم معمولی کی تھی مگر ایسا کمال حاصل کر لیا تھا کہ کیسا ہی مشکل مسئلہ آپ سے دریافت کیا جاتا اُسے آپ حل کر دیتے تھے۔ مشہور تھا کہ مشرق و مغرب کے تمام واقعات ہر شب کو اپنے پیر کے سامنے بیان کر دیا کرتے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ جن آپکا مطیع ہے۔ کوئی اور کچھ خیال کرتا تھا۔ حضرت شیخ ضیاء اللہؒ مع تمام سلسلہ غوثیہ کے آپ کے معتقدین خاص سے تھے۔ مزار لاپتہ۔

خواجہ فولاد ابوالعلائیؒ

آپ کا اصلی نام خواجہ محمدی ہے۔ آپ شاہ امیر ابوالعلا قدس سرہٗ کے مرید۔ داماد

اجل خلفاء سے ہیں۔ آپ کے کشف و کرامات کے حالات اب تک لوگوں کے زبانوں پر ہیں۔ آپ کمال جلال و جبروت رکھتے تھے۔ عورتوں کو آپ کے مزار پر جانے کی قطعی ممانعت ہے۔ مزار شریف اندر احاطہ درگاہ ابوالعلائیہ متصل سماع خانہ جانب شمال و مغرب واقع ہے۔

شیخ فیروزؒ

آپ شاہجہاں بادشاہ کے عہد کے مشائخین بانام سے ہیں ۱۰۶۱ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ تاریخ از مخبر الواصلین ؎

شیخ فیروز مقتدائے انام — واقفِ راز خالق انعام

عقل تاریخ آں ستودہ سرشت — گفت فیروز زیب اہل بہشت (۱۰۶۱ھ)

امیر فیض اللہؒ

آپ شاہ ابوالعلیٰ قدس اللہ سرہٗ کے بڑے بیٹے مرید۔ خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ راقم بوستان کی نظر سے ایک فرمان شاہجہاں بادشاہ مورخہ ۱۸۔ رجب ۲۱ سنہ جلوس مطابق ۱۰۵۸ھ گذرا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ تولیت جامع مسجد مبنیہ شاہزادی جہاں آرا بیگم آپ کے سپرد تھی اور چار سو روپیہ سال اس کے معاوضہ میں آپ کو دربار شاہی سے ملتے تھے۔ یہ فرمان حافظ قمر الدین بیگ صاحب سجادہ نشین درگاہ سیدنا ابوالعلیٰؒ کے پاس موجود ہے۔ آپ بڑے عارف کامل اور شیخ اکمل تھے۔ بڑے بڑے خلفائے رفیع الشان آپ کے ہوئے ہیں ۱۱۷ برس کی

عمر میں ۲۹-ذیقعدہ ۱۰۸۱ھ کو آپ نے رحلت فرمائی-مزار مبارک اندر احاطہ درگاہ ابوالعلائیہ چبوترہ گوشہ شمال و مشرق پر واقع ہے-تاریخ وفات یہ ہے ؎

قطب آفاق میر فیض اللہ　　جَعَلَ اللّٰہُ فِی الْجِنَانِ مَثْوَاہُ
سالِ ترحیل او سروش الٰہ　　گفت-زیبِ جنانِ نقیضِ اللہ

۱۰۸۱

قاضی قربانؒ

آپ شاہجہان اور عالمگیر کے عہد میں اکبر آباد کے قاضی القضات اور صاحب علم و عمل تھے-شاہجہان بادشاہ کی تجہیز و تکفین آپ ہی کے ہاتھ سے ہوئی-۱۰۸۵ھ میں آپ نے وفات پائی-تاریخ وفات-

قاضی کہ بحق ہمیشہ راضی بودہ　　ہمتاش مگر بعہد ماضی بودہ
تاریخ گذشتن محمد قربان　　گفتم کہ بساعت عزیز قاضی بودہ

۱۰۸۵

بی بی قطباؒ

آپ عارفہ باللہ اور خاندان قادریہ میں مُرید تھیں-یوسف علی شاہ چشتی صابری کی اہلیہ اور قوم کی مغلانی تھیں-جمعہ کے دن ۵-ذیقعدہ ۱۲۷۹ھ کو آپ نے وفات پائی-مزار محلہ حرّیپار ٹولہ میں مسجد یوسف شاہ کے احاطہ میں واقع ہے لوح مزار پر بسم اللہ اور کلمہ طیبہ کے نیچے یہ عبارت کندہ ہے "بی بی قطبا قوم مغلانی درطریقہ قادریہ اہل خانہ فقیر-یوسف علی شاہ صابری چشتی-بی بی موصوفہ اہل دل و محبت از پیرانِ عظام بدرجہ کمال-و در روزہ و نماز

درراہِ پروردگار ازجان ودل نثار عمرِ شصت ۶۲ دوسل بتاریخ پنجم ماہ ذوالقعدہ سنہ ۱۲۷۹ ہجری القدسی یوم جمعہ وقت نماز فجر جان بحق تسلیم کرد وبعد نماز جمعہ مدفون شدند الٰہی عافیت بخیر باد۔ آمین۔

حکیم سیّد قدرت علی قادری رح

آپ حکیم سید مہر علیؒ ابن حکیم سید نور الدینؒ قادری کے فرزند رشید۔ مرید۔ خلیفہ اوّل اور سجّادہ نشین تھے۔ ظاہری اور باطنی امراض کے طبیب حاذق بڑے صاحبِ نسبت اور عارف کامل بزرگ تھے۔ مقبولانِ ایزدی کے بہت سے افعال واوصاف آپ کی ذات میں جمع تھے۔ آغاز سلوک سے دم اخیر تک وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ؕ (اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو یہاں تک کہ تمکو امر یقینی (موت) آجاوے) پر کاربند اور عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ شنبہ کے دن ۲۱۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۸ھ کو اپنے فرزندوں اور عزیزوں کو مکان ہی پر حاضر رہنے کا حکم دیا اور مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر درود شریف اور کلمہ طیّبہ کا ورد کرتے کرتے قصرِ جنان کا راستہ لیا۔ مزار مبارک صحن دیوان خانہ میں اپنے جد امجد اور پدر بزرگوار کے قریب واقع ہے۔ سید فہمید علی صاحب۔ حکیم سید اسرار علی صاحب۔ حکیم سید عرفان علی صاحب تین صاحبزادے آپ کی یادگار ہیں۔ حکیم سید اسرار علی نہایت حلیم وکریم اور خلیق ہیں۔ آپ اپنے جد امجد حکیم مہر علیؒ کے خلیفہ اور نہایت گمنامی پسند بابرکت بزرگ ہیں۔ حکیم سید عرفان علی صاحب کا ذکر خیر بوستان اخیار میں موجود ہے

سید کبیرؒ

آپ مشائخین اکبرآباد سے ہیں۔ ۱۸۰۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔ مزار متصل سلطان گنج واقع ہے۔ قطعۂ تاریخ۔

امیر دین کبیر اہل عالم — زعالم شد برضوان ہمنشیں باد
چو رحلت کرد از دنیائے فانی — مقام و منزلش خلد بریں باد
چو کردم فکر تاریخ وفاتش — خرد گفتا کہ۔ بارحمت قریں باد

سید کلّن شہیدؒ

آپ شہدائے عالی مقام سے ہیں۔ مزار مبارک کچہری گھاٹ میں لب سڑک پختہ پیش دروازہ شمالی فلپس گنج واقع ہے۔

سید کمال شہیدؒ

آپ شہدائے اکبر آباد سے ہیں۔ مزار شریف محلہ نائی منڈی میں پیش دروازہ مسجد محلہ اٹھائیس واقع ہے۔

شیخ کمالؒ

آپ شیخ زین الدین صدیقی کے فرزند ارجمند ہیں۔ زاد بوم بنارس ہے۔ سن تمیز پر پہنچکر سنبھل تشریف لے گئے دو سال تک شیخ عثمان بنگالی خدمت میں رہکر

علم و فضل حاصل کیا۔ بعدہٗ شیخ جلال تھانیسری اور شیخ مبارک کی فیض صحبت سے فیضیاب ہو کر آگرہ میں سکونت اختیار کی۔ بڑے متوکل اور تنہائی پسند بزرگ تھے۔ ۱۰۔ شوال ۱۰۰۹ھ کو رحلت فرمائی۔ مزار محلہ ہینگ منڈی میں تکیہ وزیر شاہ کے اندر واقع ہے۔

شیخ کمال الدین حسینؒ

آپ مولانا حسن شیرازی انصاری کے فرزند رشید ہیں۔ آپ میں خداشناسوں کے جملہ افعال موجود تھے۔ علم کو عمل کے ساتھ رفیق بنا کر اپنی مصاحبت سے لوگوں کو فیض پہنچاتے تھے۔ صاحبِ منتخب التواریخ کا بیان ہے کہ اُن کے کمالات اور اخلاق حدِ بیان سے باہر ہیں۔ ابتدائے جوانی سے اخیر عمر تک سوائے تسبیح و تہلیل اور تلاوتِ قرآن مجید اور عبادت و ریاضت اور سخاوت کے کوئی کام اُن کو نہ تھا۔ وہ آدمی نہ تھے بلکہ آدمی کی صورت میں فرشتہ تھے۔ علم و فضل میں کمال کا درجہ حاصل اور انشا۔ املا۔ خوشنویسی تو اُن کے موروثی علم تھے۔ اکبر بادشاہ اُن کا بڑا معتقد تھا اور چاہتا تھا کہ وہ ہمیشہ ملازمت میں رہیں۔ مگر وہ دور بھاگتے تھے۔ آخر میں تعلقات دُنیا سے بالکل قطع تعلق کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ ۲۲۔ ربیع الثانی سنہ ۱۰۱۸ھ کو آپ نے وفات پائی اور اپنے والد بزرگوار کے قریب آسودہ ہیں۔

کالنجاں شہیدؒ

آپ شہدا کے زمرہ میں ہیں۔ قرب و جوار کے لوگوں کو آپ کے مزار سے بڑی عقیدت ہے۔ مزار مبارک جمنا پار۔ اعتماد پور کی سڑک پر نول گنج کے قریب واقع ہے۔

باباگوبند شاہؒ

آپ نے اپنے کمالات اور حالات کو ہندوانہ لباس میں چھپا رکھا تھا۔ تیرھویں صدی کے آخیر میں آپ سید شاہ عالم (رجب شہید) کے مزار واقع چھلی اینٹ پر مقیم تھے۔ ہندو خصوصاً کھتریان محلہ چھلی اینٹ کثرت سے آپ کے معتقد تھے۔ آپ کا مشرب صُلحِ کل تھا اور حافظ شیرازیؒ کے اس شعر پر آپ کاربند تھے ؎

حافظا گر وصل خواہی صُلح کُن با خاص و عام　　　با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

ہمہ اوست کے بحر ناپیدا کنار کے آپ شناور تھے۔ ہندو مسلمان سب کا کھانا کھاتے اور کسی سے چھوت چھات نہ رکھتے تھے۔ رائے جوتی پرشاد رئیس آگرہ نے جو معتقدین خاص سے تھے ۱۲۹۶ھ میں سید شاہ عالم کے مزار پر آپ کے حکم سے گنبد تعمیر کرا دیا۔ آپ بھی انتقال کے بعد حسب وصیت اسی گنبد کے قریب دفن ہوئے مزار پر ایک چھوٹا سا حُجرہ بنا ہوا ہے۔

سید لطف اللہ شہیدؒ

آپ حاجی الحرمین شریفین اور عہد عالمگیری کے شُہدائے نامدار سے ہیں۔ مزار لاپتہ۔ تاریخ شہادت

آں حاجی و غازی و معارف آگاہ　　　از نسل محمدؐ و علیؓ ہست بجاہ

تاریخ شہادتش رقم زد ہاتف　　　حقّا بہ یقین شہید شد لطف اللہ ۱۰۸۹

لوٹن شہیدؒ

آپ شہدائے اکبرآباد کے زمرہ میں ہیں۔آپ کا مزار لب سڑک نچتہ محلہ ٹیلہ منالال میں واقع ہے۔

لوٹن شاہ مجذوبؒ

آپ بڑے مست مجذوب تھے۔ بازاروں میں لوٹا کرتے تھے اور دور دور تک لوٹتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے لوٹن شاہ نام پڑ گیا۔ اکثر آپ کے ساتھ کُتّے رہا کرتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت سید قربان علی شاہ نقشبندی مُجدّدیؒ کہ آگرہ میں صدر دیوانی (ہائیکورٹ) میں وکالت کرتے تھے کچہری سے پالکی میں گھر کو تشریف لارہے تھے راستہ میں آپ بھی ساتھ ہو لئے۔جب مکان پر پہنچے تو آپ واپس ہونے لگے۔ سید صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ ہمارا مکان ہے اندر چلے آؤ۔آپ اُنکے ساتھ اندر تشریف لے گئے۔مغرب کی نماز کا وقت قریب تھا۔سید صاحب نے آپ سے فرمایا کہ میاں لوٹن شاہ تم نے کبھی نماز بھی پڑھی ہے۔آپ نے جواب دیا کہ کبھی نہیں پڑھی سید صاحب نے فرمایا کہ آج ہمارے ساتھ نماز پڑھ لو اور خادم کو حکم دیکر آپ کو وضو کرایا اور نماز میں اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔حالت نماز میں آپ کو کیفیت گریہ شروع ہوگئی۔ سید صاحب تو نماز تمام فرما کر فارغ ہوگئے مگر آپ کی نماز بہت دیر تک ختم نہ ہوئی اور پیہم سجدہ و سجود کرتے رہے بار بار کہتے تھے کہ میر صاحب آپ نے تو مجھے اللہ کے سامنے کھڑا کر دیا اب تو میں نماز ہی پڑھے جاؤنگا۔جب کسی طرح نماز ختم ہوتے نہ دیکھی تو سید صاحب کے ایک ملازم نے

آپ کو بہ مشکل مکان سے لیجاکر دوکان پر بٹھادیا۔ تین شبانہ روز یہی کیفیت طاری رہی اور اسی حالت میں واصل بہ حق ہو گئے۔ مزار لاپتہ۔

شیخ ماکھو مجذوبؒ

آپ بڑے صاحبِ جذب مجذوب تھے۔ صاحبِ طبقاتِ اکبری کا بیان ہے کہ آگرہ میں عجیب و غریب باتیں اور انکشاف باطن آپ سے ظہور میں آئے۔" آسمانی خزانوں کے دروازے آپ پر کشادہ تھے۔ ہمیشہ بیسیوں بچے آپ کے ساتھ گلی کوچہ میں پھرا کرتے اور لوگوں کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ سب کو روزانہ آپ سے وظیفہ ملا کرتا تھا جو لڑکا گالیوں کی زیادہ تواضع کرتا وہ زیادہ انعام پاتا تھا۔ سیکڑوں محتاج وتہی دست آپ کے ساتھ لگے رہتے تھے اور نقد علیہ السلام سے فیضیاب ہوتے تھے۔ ہر شخص سے آپ کی یہ التجا ہوتی تھی کہ دعا کرو کہ ماکھو جلد زمین میں سماجاوے۔ ۹۸۲ھ میں آپ خاک نشیں ہوئے۔ شیخ ماکھو۔ رحلت کی تاریخ ہے۔ مزار لاپتہ۔

شیخ مبارک مجذوبؒ

آپ سادات کبار اور مجذوبان صاحبِ حال سے ہیں۔ غوثیت کے مرتبہ پر سرفراز اور شاہ مبارک غوث ہی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی حالت دل فریب اور صحبت خوش گوار تھی۔ ابتدا میں گوالیار میں رونق افروز تھے ۸۷۰ھ میں آگرہ میں تشریف لائے اور ڈھولی کھار دروازہ پر جہاں اب مزار واقع ہے خس پوش مکان کے اندر مدت تک جگر گدازی کے ساتھ بسر کی۔ انتقال کے بعد آپ کے

معتقدین نے مزار پر ایک خشتی عمارت بنوادی تھی۔ مزارِ مبارک لب سڑک پختہ متصل قلعہ وریلوے اسٹیشن واقع ہے جس پر اب کوئی عمارت نہیں صرف تین در کی ایک مسجد موجود ہے غدر سے قبل اس جگہ ایک گنجان محلہ وبازار آباد تھا جو سب منہدم کرادیا گیا اب سوائے اس مسجد و مزار اور ایک چھوٹے سے مکان متعلقہ کے اور کوئی گھر نہیں رہا۔ غدر سے قبل مسٹر کینیس صاحب کلکٹر نے جب مزار کے قریب سڑک پختہ نکالنی چاہی تو حکیم نورالدین صاحب نے مفتی محمد اسد اللہ خاں کی معرفت کلکٹر صاحب سے کہلا بھیجا کہ جو سڑک کی داغ بیل لگائی گئی ہے اس میں یہ مزار سڑک میں آتا ہے۔ براہ مہربانی یہاں سڑک بنوانا موقوف رکھئے ورنہ آپ کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ کلکٹر صاحب نے یہ پیغام سنکر تعمیر سڑک موقوف فرمائی۔ بعد غدر سڑک نکالی گئی مگر مزار مبارک محفوظ رکھا گیا۔

شیخ مبارک قریشیؒ

آپ شیخ خضر ناگوری کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کے جد پنجم شیخ موسیٰ سنہ ۸۰۰ھ میں یمن سے ترک سکونت کرکے سیستان کے قصبہ ریل میں آباد ہو گئے تھے۔ ایک سو برس تک اُن کی اولاد اس قصبہ میں آباد رہی۔ دسویں صدی ہجری کے شروع میں اُن کے پرپوتے شیخ خضر نے ارادہ کیا کہ ہندوستان کے بزرگوں اور صوفیوں کی زیارت کرتے ہوئے اپنے اصلی وطن یمن کی سیر کریں۔ اس ارادہ سے مع اپنے چند خویش واقارب اور دوستوں کے ہندوستان میں تشریف لائے اور مختلف شہروں میں عارفانِ خدا سے ملتے ملاتے قصبہ ناگور میں جو اب ریاست جودھپور میں

واقع ہے وارد ہوئے۔ یہاں سید یحییٰ بخاری اُچّی جانشین مخدوم جہانیاں اور شیخ عبدالرزاق قادری بغدادی اور شیخ یوسف سندھی کی زیارت کا فخر حاصل ہوا۔ ان ہر بزرگان باکمال کی محبت و عقیدت جملہ خیالات کو بالائے طاق رکھکر ناگور میں سکونت کا باعث ہوئی۔ یہیں ۹۱۱ھ میں شیخ مبارک نے دنیا میں قدم رکھا۔ چار برس کی عمر سے آپ کی تعلیم شروع ہوئی۔ چونکہ نہایت ذہین و طباع تھے ۱۴ برس کی عمر میں علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہوگئے۔

ابتدا میں شیخ مبارک کو شیخ فیاضی کی خدمت میں نہایت عقیدت تھی اور عالم نوجوانی ہی میں سیر فی الارض کا خیال دل میں موجیں مار رہا تھا۔ چنانچہ آپ نے شیخ موصوف سے اسکی اجازت چاہی لیکن شیخ نے اُسوقت آپ کو اس ارادہ سے باز رکھا۔ شیخ فیاضی اور اُن کے جانشین شیخ عبداللہ احراری کی وفات کے بعد شیخ مبارک نے ناگور سے باہر قدم رکھا اور احمد آباد گجرات میں جو اُس وقت علما فضلا کی برکت سے ثانی شیراز اور منبع علوم و فنون بنا ہوا تھا پہنچے اور خطیب ابوالفضل گازرونی اور مولانا عماد لاری وغیرہ سے جملہ علوم و فنون میں اجتہاد کا درجہ حاصل کیا اور شیخ عمر تیتوہی اور شیخ یوسف وغیرہ وبہت سے مشائخین کبار کی ملازمت سے خداشناسی کی آنکھیں روشن کیں اور سلسلۂ شطاریہ۔ طیفوریہ۔ چشتیہ اور سہروردیہ میں اجازت حاصل کی جب کمالات دینی و دنیوی کا کافی ذخیرہ مہیا کرلیا تو شیخ یوسف کے حکم سے آگرہ کا رخ کیا اور ۲۹ برس کی عمر میں ۶ محرم ۹۵۰ھ کو بدھ کے دن سرزمین آگرہ میں قدم رکھکر سب سے پہلے شیخ علاؤالدین مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے اُس عبارت میں جس کا بیان آپ کے تذکرہ میں ہوچکا ہے۔

شیخ مبارک کو بشارت دی کہ فرمان ایزدی یہ ہے کہ تم اس شہر با اقبال میں قیام کرو۔ غرضکہ حسب الحکم شیخ علاء الدین مجذوبؒ آپ نے آگرہ میں اوّل میر رفیع الدین صفوی محدث اکبر آبادی کی خانقاہ عالی میں کہ علماء۔ فضلا کا مسافر خانہ تھا۔ قیام فرمایا۔ بعد چندے شیخ چندن قریشی کی دختر نیک اختر سے شادی کر کے بسبب دریا میر موصوف کے محلہ میں سکونت اختیار کی۔ میر موصوف اپنی زندگی بھر آپ کی ہر قسم کی امداد فرماتے رہے۔ جب میر موصوف نے انتقال فرمایا تو آپ نے گوشۂ توکل میں بیٹھکر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا کامل پچاس برس علوم دینی و دنیوی کے درس میں مشغول رہے۔ اور سینکڑوں ہزاروں مخلوق خدا کو اپنے علم و فضل سے سیراب کیا۔

چونکہ آپ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ امامیہ وغیرہ اسلام کے سب فرقوں کے اصول سے واقف اور سب میں اجتہاد کا مرتبہ رکھتے تھے۔ لہذا نہایت بے تعصب اور صلح کل تھے اور حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ کے اس شعر پر آپ کا عمل تھا ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام — با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

چونکہ ہر ملت و مذہب کے لوگ آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے تھے لہذا روز بروز آپ کے صلح کل خیالات کی اشاعت اور آپ کی شہرت ترقی کرتی جاتی تھی۔ اس وجہ سے علمائے شہر کا وہ متعصب گروہ جو علمیت کے پردہ میں اپنی عظمت کا خواہاں اور دربار پر حاوی تھا آپ سے ناراض اور ہمیشہ تخریب کے درپے رہتا تھا۔ باوجود اس کے کہ کبھی آپ نے دربار شاہی سے کسی قسم کے تعلق پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی نہ کبھی حاکم وقت سے کسی قسم کی جاگیر مدد معاش یا وظیفہ قبول کیا بلکہ ہمیشہ

اَلْفَقِیرُ لَایَحْتَاجُ (درویش محتاج نہیں ہوتا) سے غنی اور رزاق مطلق کی روزی پر قانع رہ کر درویشانہ حالت میں اپنی اوقات بسری کرتے رہے مگر اس پر بھی متعصب مُلّاؤں نے کبھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ کبھی سُنّی۔ کبھی شیعہ۔ کبھی مہدوی کبھی دہریہ بناکر جو کچھ ہوسکا تکالیف پہنچاتے رہے۔ اکبر کے ابتدائی زمانہ میں بھی ان علمائے جاہ طلب کا بہت زور رہا اور اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو اکبر کی بے دینی کا الزام بھی زیادہ تر بلکہ بالکل اُنہیں کی گردنوں پر ہے۔ سنہ ۹۷۶ھ میں موقع پاکران علما نے شیخ مبارک اور اُن کے بیٹوں کی طلبی کا حکم حاصل کیا اور اسکی تعمیل اس طریقہ سے شروع کرائی گئی کہ مجبوراً شیخ مبارک کو آگرہ چھوڑنا پڑا اور جو سپاہی اُن کی گرفتاری کے واسطے بھیجے گئے تھے وہ اُن کی مسجد کا منبر توڑکر ناکام واپس ہوئے شیخ مبارک اول سیکری میں شیخ سلیم چشتیؒ کی خدمت میں پہنچے آپ نے کچھ زادراہ کی امداد کرکے گجرات جانیکی صلاح دی۔ گجرات میں مرزا عزیز کوکہ صوبہ دار تھے اُنہوں نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور بہت خاطرداری سے رکھا اور بادشاہ کو لکھا کہ شیخ مبارک ایک عالم اور پرہیزگار آدمی ہے۔ اُسکے بیٹے بھی ہوشیار و لایق ہیں۔ اُس کے پاس کوئی جاگیر بھی نہیں ہے۔ پھر ستانے اور تعاقب کرنے سے کیا حاصل ہے" اس سفارش نامہ کے پہنچنے پر بادشاہ نے شیخ کو ملاقات کے واسطے طلب فرمایا۔ آخرکار شیخ نے حاضر دربار ہوکر بادشاہ سے مُلاقات کی۔ اُسی تاریخ سے اس خاندان کی عظمت کی تاریخ شروع ہوئی اور اول آپ کے فرزند کلاں شیخ فیضی اور چند سال بعد فرزند دوم علامی ابوالفضل حاضر دربار ہوکر مناصب جلیلہ پر سرفراز اور نوازش ہائے بادشاہی سے مُفتخر ہوئے۔ اب شیخ مبارک کو

آرام وچین سے بیٹھنا نصیب ہوا اور چوبیس ۲۴ برس تک وہ اپنے لائق و ہونہار بیٹوں کی روز افزوں ترقی کو شکر اور خوشی سے دیکھتے رہے اور اپنے بیٹوں اور بادشاہ کو اکثر امور سلطنت میں نیک صلاح اور مشورے دیتے رہے لیکن اپنی قدیم وضع کو نہ چھوڑا اور برابر درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مصروف رہے۔

شیخ عبدالقادر بدایونی جو باوجود سخت متعصب ہونے کے نہایت راست بیان مورخ ہیں لکھتے ہیں کہ شیخ مبارک اپنے زمانہ کے بڑے نامی آدمی تھے اور صلاح تقویٰ توکل میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ ابتدائے حال میں اُنہوں نے بہت ریاضت اور مجاہدے کئے تھے۔ امر معروف اور نہی منکر میں بہت کوشش کرتے تھے۔ شروع میں نغمہ کی آواز سے دور بھاگتے تھے مگر آخر میں یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ بغیر نغمہ کے ایک دم بھی چین نہ آتا تھا۔ . . . . ہمیشہ علوم دینی کے درس میں مشغول رہے۔ علم شعر، معمّا اور انواع فنون میں بہت دخل تھا خصوصاً علم تصوف کو کمال کے درجہ پر پہنچا دیا تھا۔ شاطبی اُن کو خوب یاد تھی اور اُس کے درس میں یکتا تھے۔ قرآن مجید دس قرات کے ساتھ اُن کو یاد تھا۔ وہ کسی امیر کے گھر نہ جاتے تھے۔ . . . . میں نے کوئی عالم ایسی جامعیت کا نہ دیکھا۔

صاحب اخبار الاصفیا جو شیخ مبارک کے نواسے ہیں لکھتے ہیں کہ اُن کے کتب خانہ میں پانسو ۵۰۰ ضخیم کتابیں خود اُن کے قلم کی لکھی ہوئی موجود تھیں۔ اخیر عمر میں اگرچہ اُنہوں نے چشم ظاہری سے چشم پوشی کر لی تھی لیکن چشم بینا موجود تھی اُس کی روشنی اور قوت حافظہ کی امداد سے ایک ضخیم تفسیر قلمبند کرائی تھی جو منبع العیون المعانی ومطلع شموس المثانی کے نام سے موسوم ہے " یہ تفسیر تفسیر کبیر کے مقابل اور چار یا چودہ

جلدوں میں قلمبند کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ جوامع الکلم بھی آپ کی مولفات سے یادگار ہے۔
۱۷۔ ذیقعدہ سنہ ۱۰۰۱ھ کو بمقام لاہور شیخ مبارک نے اس دار ناپائدار سے سفر آخرت اختیار کیا اور آگرہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ شیخ فیضی نے فخر الکمل ۱۰۰۱ اور ملا عبدالقادر بدایونی نے شیخ کامل ۱۰۰۱ مادۂ تاریخ نکالا۔
شیخ مبارک کا مقبرہ آگرہ اور سکندرہ (روضہ اکبر بادشاہ) کے درمیان میں اکبر کے مقبرہ سے میل ڈیڑھ میل پہلے موضع منّو کے سوانہ میں واقع تھا اس کا شمار آگرہ کی قابل دید اور عالیشان عمارتوں میں ہوتا تھا۔ سنہ ۱۸۴۹ء تک اس کی عمارت موجود تھی منشی سیل چند نے شروع انگریزی عہد میں آگرہ کی تاریخ لکھی ہے اُس میں اس مقبرہ اور اُسکے باغ کا حال قلمبند کیا ہے۔ اِس کے بعد سنہ ۱۸۴۹ء میں مسٹر بیل صاحب نے مفتاح التواریخ میں اس کے متعلق لکھا ہے "مقبرہ او (شیخ مبارک) در بلدۂ اکبرآباد بفاصلہ یک کروہ شرقی از روضۂ اکبر شاہ موجود است شاید کہ ہر دو برادران (ابوالفضل و فیضی) نیز درآنجا مدفون ہستند این روضہ مردمان آن دیار روضۂ لاڈلی میگویند۔ لاڈلی بیگم ہمشیرہ ابوالفضل بود و منکوحہ اعتماد الدولہ نواب اسلام خان۔ و روضہ مذکور احاطہ وسیع و دروازہ عالیشان دارد و بر پیشانی آن دروازہ اسم شیخ مبارک و شیخ ابوالفضل مرقوم است فی سنہ اربع والف بخط طغریٰ (صفحہ ۲۹۸ و ۲۹۹)" اس دروازہ پر یہ کتبہ کندہ تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ و بہ۔ ھٰذہ الروضۃ للعالم الربانی والعارف الصمدانی جامع العلوم شیخ مبارک قدس سرہٗ قد وقف ببنانہ بحر العلوم شیخ ابوالفضل سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فی ظل دولت الملک العادل یطلبہ المجد والاقبال والکرم جلال الدین والدنیا اکبر بادشاہ غازی خلد اللہ تعالےٰ ظلال سلطنتہ باہتمام حضرت ابی البرکات

فی سنہ اربع والف۔" جس مقام پر یہ مقبرہ تھا وہ سیتلاکی پختہ سڑک کے قریب متصل باغ لکھو سیڈھو واقع اور اب تک لاڈلی ہی کے نام سے مشہور ہے۔ راقم بوستان نے اوّل مرتبہ سنہ ۱۹۰۱ھ کے پس و پیش میں اس مقام کو دیکھا تھا اُسوقت تک ایک عالیشان باولی۔ چار دیواری کی نمود اور درمیانی عمارت یا گنبد کے آثار موجود تھے۔ ۲۷۔ فروری سنہ ۱۹۰۷ء کو جب دوبارہ گذر ہوا تو باولی کو بالکل کھدا اور درمیانی تہ خانہ کی بُنیادوں کو کھدتا دیکھا۔ صرف چار دیواری کی کسیقدر نمود اور روشنوں کے کچھ نشان باقی تھے۔ کوئی قبر یا تعویذ باقی نہ تھا۔ ۱۸۔ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو پھر اسے جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ احاطہ اور مقبرہ کی بُنیادیں بھی کھد گئیں۔ تھوڑا حصہ باقی ہے جو کُھد رہا ہے۔ خاص مقبرہ کا دمدمہ اوپر سے بوجہ مضبوطی کھد نہیں سکا صرف وہ باقی رہ گیا ہے لیکن اُسکے اندر سے بھی سُرنگ لگاکر اینٹ پتھر نکال لیا ہے۔ یہ مقام کنہیّالال و جگناتھ پسران جنی لال بنیہ ساکن آگرہ کا مقبوضہ اور موضع مئو کے نمبر ۷۰ تعدادی للبجہ میں واقع ہے۔

شیخ ابوالفیض فیضی فیاضی۔ علامی ابوالفضل۔ شیخ ابوالخیر۔ شیخ ابوالبرکات۔ شیخ ابوالمکارم ابوتراب۔ ابوالحامد شیخ مبارک کے سات بیٹے تھے ان میں اوّل و دوم و سوم بوستان اخیار میں اپنی اپنی جگہ بہار دکھارہے ہیں۔ چوتھے بیٹے شیخ ابوالبرکات علم و فضل سے موصوف اور امراے شاہی کے سلسلہ میں داخل تھے ۱۸۔ شعبان سنہ ۱۰۱۶ھ کو اپنے برادر کلاں کے پہلو میں جا سوئے۔ پانچویں صاحبزادہ شیخ ابوالمکارم بھی بانام و نشان اور سنہ ۱۰۱۶ھ تک بقید حیات تھے۔

شاہ مجاہدالدین ؒ

آپ سید مبارز الدین ابن سید علام مرتضیٰ ابن سید جلال الدین ابن سید محی الدین ابن

میر رفیع الدین محدث اکبر آبادی کے فرزند رشید ہیں۔آپ نہایت بابرکت اور خدا شناس بزرگ تھے۔شاہجہاں بادشاہ آپ کا معتقد اور سرہندی بیگم زوجہ شاہجہاں بادشاہ آپ کی مرید تھیں۔مزار مبارک محلہ تاجگنج میں ملکوں کی گلی کی مسجد کے پشت پر واقع ہے جس پر قدم شریف نصب ہے۔یہ تاریخ بھی ایک پتھر پر کندہ ہے
"تاریخ بناالکریم فی وقع کلام الکریم - رَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّۃُ النَّعِیم۔
فدائے رسول است وآولاد او چو صدیق از جان محمد کریم

شیخ محب اللہؒ

آپ اکبر آباد کے اولیائے نامدار اور مشائخین صاحب اسرار سے ہیں علوم ظاہری میں اہل زمانہ کے اُستاد اور علمائے عہد میں ممتاز تھے۔بہت سی تصانیف آپ نے چھوڑی تھیں جن میں سب سے مشہور و بہتر شرح فصوص ہے۔بے شمار طالبان خدا آپ کی نظر کیمیا اثر سے کمال کے مرتبہ پر پہنچے۔۲۱۔جمادی الثانی ۱۰۵۸ھ کو آپ عالم بقا کو کوچ فرما گئے ؎

معدن حق شیخ محب اللہ رفت چوں ایں جہاں بلوح جناں
سال وصالش چو جستم ز دل گشت ندا شیخ محب زماں

مزار لاپتہ۔

سید محمد شہیدؒ

آپ زمرۂ شہدائے اکبر آباد میں ہیں۔مزار نہایت قدیم ہے جو جمنا پار لب دریا باغ جہاں آرا بیگم موسومہ باغ سیّد میں۔ایک حجرہ کے اندر زیارت گاہ خاص و

دعام ہے۔ قریب میں ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہے۔ روشنی کے واسطے خزانہ روضہ تاج محل سے اب تک آٹھ آنہ ماہوار ملتا ہے۔

شیخ محمد خیالیؒ

آپ شیخ حسن طاہرؒ کے بڑے بیٹے ہیں۔ عارف باکمال۔ صاحب علم و عمل۔ طریقہ ولایت کے رازدار۔ میدان طریقت کے شہ سوار۔ نہایت صاحب تقویٰ اور تارک الدنیا بزرگ تھے۔ خدائی عشق میں بخیوداہ ہر وقت دریائے توحید میں غرق رہتے تھے خوفُ اللہ یُجَلِّی الْقَلْب سے آپ کا دل روشن تھا خوفِ خدا دل کو روشن کرتا ہے اگرچہ پدر بزرگوار چشتیہ سلسلہ میں منسلک تھے مگر آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ سے وابستگی اور حضرت غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ سے عقیدت اور عشق تھا۔ شب بیدار خلوت دوست بلکہ رات کے عاشق تھے۔ دن بھر رات کے انتظار میں بے چین و بے قرار رہتے تھے۔ جہاں شام ہوئی روزہ داروں کی طرح باوضو غروب آفتاب کے منتظر رہتے تھے بقول شخصے ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک　　آتشِ شوق تیز تر گردد

تمام شب خلوت میں عبادت و ریاضت میں مصروف رہ کر جب صبح کو حجرہ سے باہر نکلتے تو چہرہ پر عجیب نور کا عالم ہوتا تھا۔ جو چہرہ مبارک پر نظر ڈالتا فوراً تکبیر پڑھکر حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر بتغیر مصرعۂ اول پڑھتا تھا ؎

آنانکہ چشم سرخ بصد حیلہ وا کنند　　آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

شیخ عبدالوہاب ابن شیخ ابوالفتح مکی اکبر آبادی سے آپ کو بہت اُنس تھا۔ اپنے وطن

جونپور سے آگرہ میں آکر انہیں کے مکان کے قریب ایک حجرہ بنالیا تھا۔ مدت تک اسی حجرہ میں مقیم رہے۔ شیخ عبدالرزاق جھنجانویؒ شیخ عبداللہ پانی پتیؒ شیخ امان اللہ پانی پتیؒ میر محمد مودود دلاریؒ شیخ عبدالوہاب مکیؒ۔ اس حجرہ سے فیض و کمال حاصل کرکے ملک ولایت میں نامور ہوئے۔ سنہ ۱۰۱۶ھ تک آگرہ میں یہ حجرہ موجود اور زیارت گاہ خاص و عام تھا۔

سلطان سکندر لودی کا زمانہ تھا کہ آپ کو حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور آپ اسی ارادہ سے گجرات تشریف لے گئے وہاں پہنچکر بیخودی کا ایسا جذبہ غالب ہوا کہ کامل ۱۷ برس تک استغراق کی حالت میں جنگل میں پڑے رہے آخرکار عنایت ایزدی نے آپ کو منزل مقصود پر پہنچایا۔ بارہ برس تک دارالنور مدینہ طیبہ میں محو جمال عقیدت و اخلاص نبوی رہے اور کوئی آپ کے حال سے آگاہ نہ ہوا۔ بارہ برس کے بعد جب سید عبدالوہاب بخاری دہلوی مدینہ منورہ میں پہنچے تو عالم مثال میں دربار رسالتمآب صلعم سے فرمان ملا کہ ہمارا فلانہ دیوانہ فلاں مقام پر پڑا ہے اسے اپنے ساتھ ہندوستان لیجاؤ کہ بہت سے بندگان خدا وہاں اس کے منتظر ہیں۔ غرضکہ سید بزرگوار حسب الحکم آپ کو اپنے ساتھ دہلی لائے۔ ۲۷۔ رجب سنہ ۹۰۶ھ کو وہیں سے آپ بہشت بریں کو روانہ ہوگئے۔ خوابگاہ زیر بجے منڈل دہلی

سید محمد بخاریؒ

آپ کا مزار تھانہ تاج گنج کے اندر واقع ہے۔ آپ سید احمد بخاریؒ اور سید جلال بخاری کے بھائی مشہور اور آگرہ کے مشاہیر اولیاء اللہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے صحیح تاریخی حالات سے لاعلمی ہے۔

قادری شیخ محمدؒ خالدیؒ

آپ قاری عبدالملک کے فرزندارجمند اور شاگرد رشید ہیں۔علم قرات میں اُستاد زمانہ اور نہایت عابد وزاہد بزرگ تھے باوجودیکہ نونو روز کا علی الاتصال روزہ رکھتے تھے مگر عبادت گزاری کی طاقت میں کمی نہیں آتی تھی۔آپ نے کبھی سیا ہوا کپڑا نہیں پہنا۔ صرف تہمد اور چادر آپ کا لباس تھا۔تمام عمر کسی قسم کی جاگیر یا وظیفہ کسی بادشاہ یا حاکم وقت سے قبول نہیں کیا۔جو کچھ ضرورت پڑتی وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ (تمہارا رزق آسمانوں میں ہے) کے خزانہ سے پوری ہو جاتی تھی۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے پدر بزرگوار کے خرقہ خلافت پر ہی دل شاد ہو کر نہیں رہا بلکہ ہمیشہ حضرت غوث الاعظمؒ کے باطن سے پرورش کی تلاش رکھی۔جب میں اپنے پیر باطن کی طرف نصف توجہ بھی کرتا ہوں تو تمام دشواریاں آسان ہو جاتی ہیں۔آپ نے تمام عمر کبھی غوث پاکؒ کا نام بغیر وضو کے نہیں لیا۔۴ ارجب ۹۷۰ھ کو آپ نے فردوس بریں کی راہ لی۔منقول ہے کہ سفر واپسیں سے آٹھ دن پہلے آپ نے فرمایا کہ۔محمدؐ کو ایک جگہہ مقرر کر دیا تھا لیکن اب کہاں جاؤنگا یہ اطلاع نہیں ہے مزار لامعلوم۔

شاہ محمد چشتیؒ

آپ خانوادہ چشتیہ کے سلک میں منسلک ہیں۔بڑے صاحب باطن اور تارک الدنیا بزرگ تھے۔سقائے کے لباس میں اپنے کمالات کو چھپا رکھا تھا۔بندگان خدا کو پانی پلایا کرتے تھے۔دن میں صرف پانچ ٹکے کا پانی فروخت کرتے اُس میں سے

پانچ پیسے خیرات کردیتے اور پانچ پیسے کی شیرنی منگاکر فاتحہ پڑھکر تقسیم کردیتے تھے۔
آپ کی یہ کرامت ابتک مشہور چلی آتی ہے کہ ہر شخص کی خواہش کے مطابق ایک ہی
مشک سے دریا یا کنویں کا پانی نکالکر دیدیتے تھے۔ بہت سے لوگوں کو آپ کی
بدولت روحانی فیض حاصل ہوا۔ حکیم نورالدین اکبرآبادیؒ آپ کے نہایت معتقد تھے
اور ابتدا میں ازلی عنایت نے آپ ہی کی نظر کیمااثر کے ذریعہ سے اُن کی دستگیری
فرمائی تھی چنانچہ اب تک اُن کا کل خاندان آپ کے مزار سے خاص عقیدت رکھتا ہے
آپ کا مزار مقدس محلہ صرادی ٹولہ میں واقع ہے جو پبلک پارک کے درمیان اور تاجگنج
کے راستہ میں ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

شیخ محمدیؒ چشتی صابریؒ

آپ شیخ عیسٰی کے فرزند رشید ہیں جو صلحائے عہد سے قصبہ خیرآباد کے قریب موضع گرجہ
میں سکونت پذیر تھے۔ اُسی موضع میں ۱۴ رشوال ۱۰۲۱ھ کو آپ نے عالم غیب سے عالم دنیا میں
ظہور فرمایا۔ آپ کے تولد کی تاریخ یہ ہے ؎

در جہاں آفتاب پیدا شد	ذرہ ہا در ہوائش شیدا شد
سال تاریخ جلوہ اش بوجود	قدوۃ الکاملین ہویدا شد

آپ ابتدائے حال میں لہو ولعب میں مشغول تھے۔ ہر چند والد بزرگوار نصیحت فرماتے
سمجھاتے بجھاتے مگر آپ پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر کار ایک دن شیخ عیسٰی نے آپ کو
عیاشانِ بیراہ کے ساتھ دیکھکر بہت مارا پیٹا۔ چونکہ مشیت ایزدی شامل حال تھی۔
رگِ غیرت محرک ہوئی۔ اُسی دن گھر سے نکلکر تحصیل علوم وفنون میں مصروف ہوئے

اور چند ہی مدت میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوکر علوم باطنی کے حصول کی فکر دامنگیر ہوئی جس نے آپ کو شیخ کبیر شاہ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں پہنچا دیا۔ ۱۴ برس کامل آپ شیخ موصوف کی خدمت میں رہے اور اُن کے انفاس اور توجہ کی برکت سے ایسے کمال درجہ پر پہنچے کہ ایک دن پیر روشن ضمیر نے نہایت مہربانی سے فرمایا کہ "محب اللہ اگر پیر خود راند یدی محمدی را بدیں کمال کہ دارد یافتی ارادت بوسے آوردی" خوشا نصیب اُس مُرید کے جس کا پیر اُس کے حق میں ایسا فرمادے۔

بعد تکمیل پیر بزرگوار نے آگرہ کے قیام کا حکم دیا۔ آپ اپنے وطن میں ہوتے ہوئے آگرہ تشریف لائے اور یہاں کی سکونت اختیار فرماکر مخلوق خدا کو فیض پہنچانے لگے۔ چونکہ آپ ارباب کمال کی ملاقات کے عاشق تھے لہذا الحکم سیروفی الارض سیّاحی پر دل نہاد ہوکر چند روز تک ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیر و سیاحت فرماتے رہے۔ اسی سلسلہ میں بمقام امروہہ متاہل ہوئے۔ اس کے بعد کچھ مدت امروہہ اور کچھ عرصہ آگرہ میں قیام رہنے لگا۔

شیخ محب اللہؒ کی مسئلہ وحدت وجود پر خاص توجہ تھی اور بہت سے مسایل میں وہ شیخ اکبر محی الدینؒ عربی کے مقلد تھے۔ اسی وجہ سے اکثر اہل عناد آپ کو زندقہ اور الحاد کی طرف منسوب کرتے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کا ایک رسالہ تسویہ عالمگیر بادشاہ کی نظر سے گذرا جس میں بظاہر بہت سی باتیں شرع شریف کے خلاف معلوم ہوتی تھیں اسوقت آپ کے دو مرید خلیفہ صاحب نام نام و نشان تھے۔ ایک سید محمد چشتی قنوجی جو شاہجہاں بادشاہ کے رفیق و اُستاد اور صاحب عزت و جاہ تھے۔ دوسرے شیخ محمدی

اوّل بادشاہ نے وہ رسالہ سیّد محمد چشتی کی خدمت میں بھیجکر لکھا کہ رسالہ کے مسائل کو
احکام شرع کے مطابق ثابت کیجئے ورنہ شیخ کی مریدی سے استغفار کر کے رسالہ مذکور
کو آگ میں جلادیجئے۔ سید موصوف نے شیخ کی مریدی سے انکار کیا پھر وہ رسالہ شیخ
محمد آہی کی خدمت میں بھیجا گیا۔ آپ نے درویشانہ دلیری سے جواب دیا کہ مجھے شیخ کی
مُریدی سے انکار نہیں۔ شیخ نے جن مقامات کے متعلق اس رسالہ میں گفتگو فرمائی ہے
ہنوز میری رسائی اُس مقام تک نہیں ہوئی جب اُس مرتبہ پر پُہنچونگا حسب درخواست
حلّ مشکلات لکھکر ارسال خدمت کرونگا۔ اگر بادشاہ نے رسالہ کے جلانے ہی کا مُصمم
ارادہ کرلیا ہے تو فقرائے متوکل کے گھر سے مطبخ شاہی میں آگ زیادہ موجود ہے۔
بادشاہ کو اس جواب پر بہت غصّہ آیا رسالہ کو فوراً جلوا دیا اور آپ کے واسطے حرمین شریفین
کی زیارت کا فرمان صادر ہوا۔ حسب الحکم آپ تشریف لیگئے اور سنہ ۱۰۹۰ھ میں حرمین شریفین
زادہما اللہ شرفاً کی زیارت اور حج کا فخر آپ کو حاصل ہوا۔ دو حج فرماکر آپ ہندوستان
میں واپس آئے۔ مخالفین اور اہل عناد نے پھر شور و غل مچایا اور بادشاہ کو بہکا کر نظر بندی کا
حکم جاری کرادیا۔ مدت تک آپ قلعہ اورنگ آباد میں نظر بند اور یاد خدا میں مصروف رہے
اور اُسی جگہ سے تیسری رجب سنہ ۱۱۰۰ھ کو فردوس بریں کو روانہ ہو گئے۔ نعش مبارک کو حسب
وصیت آگرہ لاکر سپرد خاک کیا گیا۔ "قطب زماں سوئے لامکاں رفت" رحلت کی
تاریخ ہے۔

مزار شریف محلہ ہینگ منڈی میں متصل مندر آریہ سماج لب سڑک واقع ہے پہلے یہاں
عالیشان عمارت و خانقاہ بنی ہوئی تھی امتداد زمانہ سے تمام عمارت مسمار ہو کر زمین ہندوں
کے قبضہ میں پُہنچ گئی۔ یہاں تک کہ مزار بھی ایک مکان کے اندر ہو گیا تھا چند سال کا عرصہ

ہواکہ شاہ بخاری صاحب نے جوایک صاحبِ تقویٰ اور متوکل بزرگ ہیں اُس مکان کو خرید کرکے دالان واحاطہ تعمیر کردادیا ہے۔ دروازہ کی بیرونی پیشانی پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

ساقی عشق شہ محمدی ما ⁂ بود سردار میکشان حُب
حمزۂ دہلوی غُلامِ او ⁂ گفت تاریخ بُد مغان حُب
سنہ ۱۱۷۰ھ

امیر سیّد محمد افضل احراریؒ

آپ خواجہ امیر احراری حضرت امیر ابوالعلا قدس سرہٗ کے ہم جد۔ مرید اور اکمل خلفا سے ہیں ایک زمانہ کو آپ سے فیض پہنچا۔ سخن گوئی میں بھی آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت موصوف کے لوح مزار جو تاریخیں کندہ ہیں وہ آپ ہی کے نتائج طبع کا نتیجہ ہیں۔ ۸۰ برس کی عمر میں یکم ربیع الاول سنہ ۱۱۱۱ھ کو آپ نے آگرہ میں وفات پائی۔ مزار آستانہ ابوالعلائیہ میں زیر درخت نیب واقع ہے۔ شہنشاہ عالمگیر کا ایک فرمان مورخہ ۴ ذیقعدہ سنہ ۵ جلوس راقمِ بوستاں کے نظر سے گذرا جس سے واضح ہوتا ہے کہ خدمت تولیت مسجد اکبر آبادی وداروغگی دیگر مساجد اکبرآباد وخدمت عدالت شہر اکبرآباد وداروغگی روزینہ داران وسالیانہ داران آپ کے سپرد تھی اور مبلغ پانچ روپیہ یومیہ آپ کو ان خدمات کی تنخواہ میں ملتا تھا۔

مولانا شاہ محمد افضل صاحب بخاری چشتی صابریؒ

آپ فخر اکبرآباد۔ مشائخین سلف کا نمونہ۔ تسلیم۔ توکل۔ تقویٰ وطہارت اور زہد وریاضت کی فضیلتوں کے مالک ہیں۔ آپ کے افعال سے شریعت عیاں اور اسرار میں طریقت کا

خزانہ نہاں ہے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ اور صفات پسندیدہ تعریف کے قالب میں نہیں سما سکتے۔ بقول مولانا جامی علیہ الرحمۃ ؎

من کیم تا وصف ذات او کنم   یا مگر عزم صفاتِ او کنم

راقم بوستاں اپنے محب قلبی عزیز الدین والدنیا شیخ عزیز الدین صاحب پیر زادہ فتحپور سیکری کا ممنون و مشکور ہے جن کی بدولت بوستان اخیار کے اوراق کو آپ کے ذکر خیر کا فخر حاصل ہوا۔ اکثر معتقدین خاص اور مریدانِ جان نثار نے حضرت کے حالات قلمبند کرنا چاہے لیکن باوجود اصرار آپ نے کسی کو اپنے قدیم حالات نہیں سنائے اور ہمیشہ اَلشُّهرَةُ آفَةٌ وَالخُمُولُ رَاحَةٌ پر نظر کر کے قلمبند کرنے کی

(شہرت آفت اور گمنامی راحت ہے ۱۲)

اجازت کبھی نہیں دی۔ چونکہ مجھے ذاتی طور سے علم تھا کہ میرے دوست عزیز جہاں آپ کو بھی سب مریدوں سے زیادہ عزیز ہیں لہذا میں نے حضور کے حالات کے واسطے اُن سے اصرار کیا اور اُنہوں نے نہایت عاجزی و انکساری سے آپ کی خدمت بابرکت میں اصرار کیا اسپر آپ نے اُن کی خاطر اور اصرار سے مجبور ہو کر کچھ حالات ارشاد فرمائے جن کی امداد سے بوستان اخیار کو گل افشاں اور پُربہار کرتا ہوں۔

آپ محمد اکرم عرف صدیقی کے فرزند رشید اور رانا خیل پٹھانوں کی شاخ جلال زئی سے ہیں۔ آپ کا مولد موضع جناح آباد مضافات غزنی ہے۔ سنِ تمیز پر پہنچکر ابتدائی تعلیم آپ نے غزنی میں پائی اور چودہ یا پندرہ برس کی عمر میں حضرت میاں غلام صدیق آغا صاحب غزنوی کے جو چار واسطے سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے۔ مرید ہو کر خداشناسی کی آنکھیں روشن کیں۔ آخر کار بحکم سِيرُوا فِي الأَرضِ

ملک میں پھیلو پیرو

آپ نے سیاحی پر کمر باندھکر بزرگان قدیم کی سُنّت ادا فرمائی اور غزنی سے روانہ ہو کر دارالعلوم بخارا شریف میں اپنے چچازاد بھائی کے یہاں قیام فرمایا اور بزرگان بخارا کے انفاس اور توجہ کی برکت سے فیض و برکت کا ذخیرہ حاصل کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے پاپیادہ روانہ ہو کر مختلف شہروں اور جنگلوں کا گشت کرتے ہوئے سواد کے راستہ سے ہندوستان میں تشریف لائے اور سب سے پہلے ریاست رامپور میں قیام و آرام فرمایا۔ اُسوقت نواب کلب علی خاں خلد آشیاں کا زمانہ تھا اور رام پور علما فضلا اور مشائخین باکمال کا مرکز بنا ہوا تھا۔ نواب موصوف نہایت عقیدت و اخلاص سے پیش آئے اور بذریعہ میر مجاور علی مدارالمہام ملاقات فرمائی اُسوقت آپ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی عالم نوجوانی میں پیری کے کمالات سے آراستہ اور پیشانی سے مقبولیت کے آثار نمایاں تھے۔

اس وقت تک آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں منسلک اور سماع سے متنفر تھے۔ جب ایام قیام رام پور میں آپ مولانا شاہ جمال الدین نظامیؒ خلیفہ اعظم مولانا فخر جہاں رح کے مزار فائض الانوار پر چلہ کش ہوئے آپ کے خیالات میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوئی اور خواجگان چشت اہل بہشت سے عقیدت و اخلاص پیدا ہو کر اس سلسلہ کے رہنما پیر کی تلاش پیدا ہوئی۔ چونکہ رام پور میں خلائق کی رجوع بھی زیادہ ہونے لگی تھی لہذا آپ نے وہاں کی سکونت ترک فرما کر سرہند شریف کا راستہ لیا اور حضرت مجدد الف ثانی رح کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ وہیں آپ سے مولوی رفیع الدین صاحبؒ و مولوی عزیز الرحمن صاحبؒ و حافظ عبدالحی صاحبؒ سے ملاقات ہوئی۔ یہاں سے آپ کا ارادہ جھنگ سیال چشتیہ سلسلہ کے ایک بزرگ کی خدمت میں

جانیکا تھا لیکن مولوی رفیع صاحب نے بہ اشارہ حضرت مجدد صاحبؒ آپ کو اس ارادہ سے باز رکھا اور اپنے ساتھ باصرار تمام دیوبند لے آئے وہاں پہنچکر خاندان نقشبندیہ کا سلوک طے کرا کر سند اجازت عطا فرمائی۔

دیوبند سے رخصت ہوکر دوبارہ آپ رام پور میں آئے۔ پھر بریلی جاکر شیخ نظام الدینؒ کی ملازمت میں حاضر ہوکر فیض حاصل کیا۔ وہاں سے شاہجہاں پور۔ لکھنؤ۔ رودولی شریف وغیرہ بہت سے شہروں اور دیہاتوں کے شہری اور صحرائی بزرگوں کی خدمت سے عظمت حاصل کی۔ مضاف رودولی شریف کے ایک گاؤں میں ایک صاحب کمال درویش سے جن کا نام داتا شاہ تھا ملاقات ہوئی۔ آپ نہایت ضعیف تبع شریعت اور قرآن مجید کے عاشق زار تھے اور رات دن نہایت ذوق وشوق سے تلاوت کلام پاک میں محو رہتے تھے۔ شان جلالی کے آثار آپ کے چہرہ پر تاباں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مشیت ایزدی نے تمہارا حصہ ہندوستان میں نہیں رکھا۔ بیت اللہ شریف جاؤ وہاں اپنے مقاصد میں کامیاب ہوسکے۔ آپ نے زاد راہ کے موجود نہ ہونے کا حال بیان فرمایا۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ کسی شہر میں تین چار ماہ قیام کرو۔ وہاں انشاء اللہ تعالےٰ زاد راہ کا انتظام ہوجائیگا اس خوشخبری سے آپ خوش دل ہوکر گورکھپور تشریف لے گئے اور چند روز تک میاں سبز پوش صاحب کی خدمت میں رہے۔ پھر اعظم گڈھ مچھلی شہر ہوتے ہوئے الہ آباد میں آئے اور شاہ محمدی صاحب کی خدمت سے سعادت حاصل کی۔

پھر کانپور میں آکر مولوی سلامت اللہ صاحب اور مولوی عادل صاحب سے ملاقات فرمائی۔ وہاں سے اٹاوہ ہوتے ہوئے آگرہ میں رونق افروز ہوئے اور

سب سے پہلے جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ چونکہ تقدیر الٰہی نے آپ کے قیام کا فخر آگرہ کو مرحمت کیا تھا لہٰذا آب و دانہ کی کشش نے یہاں کے قیام کا خیال آپ کے دل میں پیدا کیا اور آپ نے یہاں قیام فرما کر مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ جامع مسجد سے علوم ظاہری کی تکمیل شروع کردی۔ جامع مسجد سے حاجی الطاف حسین صاحب سوداگر اپنے مکان واقع محلہ نئی بستی میں آپ کو لے آئے۔ حاجی صاحب موصوف سلسلہ نقشبندیہ میں سیّد قربان علی شاہ جیپوریؒ کے مُرید اور نہایت عابد زاہد اور صالح بزرگ ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ میں اُس زمانہ میں علیگڈھ ایک کام کے واسطے جاتا تھا صبح کے چار بجے کا وقت تھا کہ وضو کے واسطے جامع مسجد میں گیا وہاں آپ کو ذکر خیر میں مشغول پایا۔ اسی وقت تخم عقیدت کشتِ دل میں پڑا اور ایک خاص اثر قلب میں پیدا ہوا اُسوقت ریل کا وقت تھا لہٰذا جلدی میں چلا گیا۔ واپس آکر مولوی سراج اسلام مرحوم امام جامع مسجد سے آپ کا حال دریافت کیا اور آپ کی مسافرت اور طالبعلی کا حال معلوم کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اصرار کے ساتھ آپ کو مکان پر لے آیا۔ حسب ارشاد داتا شاہ صاحب چار ماہ کامل آپ نے آگرہ میں قیام فرمایا۔ داتا شاہ کا فرمانا گویا تقدیر الٰہی کا نوشتہ تھا کہ اس عرصہ میں مسبب الاسباب نے دستِ قدرت سے زاد راہ مُہیا کردیا اور آپ حاجی الطاف حسین صاحب سوداگر کے ساتھ مکہ معظمہ زادھا اللہ شرفاً کو روانہ ہوئے۔ وہاں پُہنچکر گوہرِ مقصود ہاتھ آیا اور مدت سے جس بزرگ کی تلاش میں سرگرداں پھرتے تھے عنایت ایزدی نے اُس کے آستانہ پر پُہنچا دیا۔ یعنی آپ کو قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کی غُلامی کا فخر حاصل ہوا اور آپ زمرۂ

مُریدان میں شامل ہوکر سلسلہ چشتیہ کے سلسلہ میں منسلک ہوگئے۔ دو برس کامل آپ نے خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر خاندان چشتیہ کے سلوک اور مدارج طے فرمائے اور خرقۂ خلافت اور سند اجازت خاندان قادریہ نقشبندیہ۔ سُہروردیہ خصوصاً خاندان چشتیہ سے مشرف و مفتخر ہوئے۔ حضرت صاحب نے خرقہ شریف اور کلاہ مبارک اور عمامہ شریف اور دیگر تبرکات عنایت فرما کر آگرہ کے قیام کا حکم صادر فرمایا۔ بیعت سے قبل آپ اپنے اصلی نام محمد اکبر اور خطاب بُخاری صاحب سے موسوم تھے پیر روشن ضمیر نے بعد بیعت آپ کا نام محمد افضل اور محمد فاضل رکھا چنانچہ اب آپ اپنا نام محمد افضل تحریر فرماتے ہیں لیکن عام طور سے آپ بُخاری شاہ صاحب کے نام سے مشہور و موسوم ہیں۔

آخر کار آپ دو حج ادا فرما کر آگرہ واپس آئے اور حسب الحکم پیر بزرگوار سب سے پہلے لب دریا ایک چلہ کھینچا۔ اس زمانہ میں ہندو مُسلمانوں کی لڑائی گئوچارن کا مشہور مقدمہ چل رہا تھا جس میں بہت سے ناکردہ گُناہ مُسلمان ماخوذ تھے۔ بظاہر اُن کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ حاجی الطاف حسین صاحب سوداگر نے جو مقام چلہ پر آپ کے پاس آیا جایا کرتے تھے یہ حال آپ سے بیان کرکے دُعا کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا انشاءاللہ تعالیٰ سب بری ہوجاوینگے چنانچہ خلاف اُمید جملہ مُسلمان بری ہوگئے۔ سچ کہا ہے ؎

اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ　　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

چند روز بعد آپ نے اپنے وطن جانے کا ارادہ فرمایا مگر حاجی الطاف حسین صاحب نے نہایت اصرار سے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھا اور آپ کو متاہل بنادیا۔ آپ

خانہ کعبہ کے طواف اور روضۂ منورہ نبوی علیہ السلام کی زیارت پر والہ و شیفتہ ہیں
لہذا اسوقت تک بہ سالہائے مختلف علاوہ پہلی دفعہ کے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے
پانچ مرتبہ حرمین شریفین کے طواف حج اور روضہ مقدسہ کی زیارت سے دونوں
جہان کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی
اجمیریؒ۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ۔
حضرت مخدوم تاج اولاولیا شیخ علاء الدین علی احمد صابرؒ حضرت شاہ عبدالحق ردولویؒ
حضرت شاہ ابوالعلیؒ۔ حضرت شیخ سلیم چشتی فتحپوریؒ حضرت شاہ محب اللہ الٰہ آبادیؒ
وغیرہ مشائخین عظام کے مزارات پر آپ نے اکثر حاضر ہو کر چلہ کشی فرمائی اور فیوض باطنی
سے مالا مال ہوئے۔ حضرت شاہ محمدی اکبر آبادیؒ کا مزار ایک ہندو کے مکان کے
اندر تھا اُسے آپ نے خرید فرما کر دالان وغیرہ بنوا دیا ہے۔

آسمانی خزانوں کے دروازے آپ کے ہاتھ پر کھلے ہوئے ہیں۔ جس قدر جس چیز
کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب اِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ
(جتنی چیزیں ہیں ہمارے یہاں سب کے خزانہ ہیں) پہنچا دیتا ہے۔ اس وقت دو
بی بیاں۔ پانچ صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے (اللہ تعالیٰ سب کو آپ کے
بلند مرتبہ پر پہنچا دے) بفضلہ تعالیٰ آپ کے موجود ہیں سات آٹھ خدام اور معتقدین
ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔ مہمانوں کی آمد رفت کا سلسلہ برابر جاری رہتا
ہے غرضکہ دو تین روپیہ یومیہ سے کسی طرح کم خرچ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہفتہ
عشرہ میں مجلس مولود شریف یا دعوت نیاز وغیرہ ہوتی رہتی ہے۔ سال میں
دو مرتبہ حضرت شاہ نور محمد جھنجھانویؒ ۱۰۔ شوال لغایت ۱۱۔ شوال اور حضرت

حاجی امداد اللہ صاحبؒ (۱۲ ارجمادی الثانی) کے عُرس کے دن عام لنگر جاری رہتا ہے جس میں امیر - غریب - رئیس - فقیر ہر شخص بلا کسی تخصیص کے شریک دعوت ہوتا ہے - آگرہ سا شہر اور ایسی عام دعوت سوائے مردانِ خدا کے کون کر سکتا ہے - ہم دنیادار لوگ ایک مرد متوکل کے ایسے شاہانہ اخراجات دیکھ دیکھکر تحیر میں رہجاتے ہیں - کوئی کیمیا گر بتاتا ہے کوئی کچھ اور خیال کرتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ (اور اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے حساب) کی کیمیائے سعادت اور اکسیر قناعت آپ کو حاصل ہے - مصرع

کیمیائے ست قناعت کہ نظر پر از اوست

باوجودیکہ روزانہ اہل خانہ خانقاہ نشینوں اور مہمانوں کے واسطے خسروانہ کھانے پکتے ہیں - ہر قسم کی عمدہ سے عمدہ چیزیں آتی ہیں مگر آپ فقر کو اپنا فخر سمجھکر نہایت سادہ اور قلیل غذا تناول فرماتے ہیں اور بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے رہتے ہیں - علی العموم نماز مغرب کے بعد حلقہ ہوتا ہے جس میں اسم ذات اور نفی و اثبات کا ذکر جہر ہوتا ہے جس کا اثر محلہ نئی بستی میں ایسا نمایاں ہے کہ محلہ کے بچے اسی ذکر کا کھیل کھیلتے ہیں - سماع کی طرف اگرچہ نہایت میلان ہے مگر شرع شریف کی رعایت اور مشائخین عظام کی سنت کو ملحوظ رکھکر جملہ قواعد و احتیاط کے ساتھ سنتے ہیں - اگرچہ آپ کو متعدد سلسلوں میں بیعت کرنے کی اجازت حاصل ہے مگر آپ علی العموم خاندان چشتیہ صابریہ میں لوگوں کو مرید کرتے ہیں - آپ کے مریدوں کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے اور ہندوستان کے دور و دراز شہروں میں آپ کا فیض جاری ہے - غالباً حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

کے خلفائے ناموریں اب آپ ہی کا دم باقی ہے اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ آپ کی عمر میں برکت عطا فرما کر مدت تک آپ کا فیض جاری رکھے۔ آپ کے کشف و کرامات اور خارق عادات کی بہت سی صحیح روایتیں نگارندۂ بوستان اخیار کے علم میں ہیں جنہیں نہ صرف بخوف طوالت بلکہ بخیال جناب والا کی ناراضگی کے قلم انداز کیا گیا ہے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی ہدایت اور صحبت کی بدولت کمالات اور حالات کا مزہ پایا ہے اور پا رہے ہیں۔ کسی نے کیا خوب لکھا ہے ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا　　او نشیند در حضورِ اولیا
ہر کہ با ایشاں نشیند یکدمے　　روز فردا او کجا دارد غمے

اللہ تعالےٰ مدت تک آپ کا فیض جاری رکھے اور آپ کے طفیل سے راقم بوستاں کو بھی صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے ؎

آنکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند　　آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

میر محمد جان نقشبندی مجددیؒ

آپ شیخ عبدالحی شادمانیؒ خلیفہ نامدار حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کے اشرف الخلفا اور اکبر آباد کے نامور مشائخین نقشبندیہ سے ہیں۔ بڑے عارف کامل اور نہایت عزیز الوجود بزرگ تھے۔ عالمگیر بادشاہ کے عہد اور ۱۶۸۷ء ۱۰۹۹ھ میں آپ واصل بحق ہوئے۔ تاریخ۔

محمد جان صدیق بہشتی　　چو در عرفانِ حق شد محو مطلق
بگفتم از اسرارِ اکرام تاریخ　　محمد جان بہشتی واصلِ حق

آپ کا مزار لب سڑک تحتہ پرتاب پورہ و بالو گنج متصل والنٹیر کلب واقع ہے۔

مزار پر ایک گنبد بنا ہوا ہے جو چار ستونوں پر قایم ہے۔ شیخ عطاء اللہ آپ کے مشہور خلفا سے ہیں۔

میر سید محمد جعفر ابوالعلائیؒ

آپ شاہ ابوالعلا قدس سرہٗ کے خلفائے عظیم الشان سے ہیں۔ آپ پر سکر و فنا کی حالت غالب تھی دو دو روز تک مراقبہ سے سر نہ اُٹھاتے تھے۔ راستہ میں کبھی نگاہ اوپر کو نہ اُٹھتی تھی۔ محفل سماع میں پاؤں میں گھونگرو باندھکر تشریف لے جاتے تھے حالتِ وجد میں آپ کے گھونگروں کی جھنکار سے تمام مجلس مست ہو جاتی تھی۔ مزار لاپتہ۔

شیخ محمد زاہدؒ

آپ شیخ محمد یحییٰ الملقب بہ شاہ خوب اللہ الہ آبادیؒ کے خلفائے اعظم سے ہیں۔ مزار لاپتہ۔

خواجہ محمد زکریاؒ

آپ خواجہ محمد یحییٰ احرارؒ کے فرزند رشید مرید۔ خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں نہایت بزرگ اور بابرکت شخص تھے۔ اپنے پدر بزرگوار کے قریب جمنا پار آرام فرما رہے ہیں۔



مولانا محمد سعید اعجازؒ

آپ عالم باعمل اور شاعر شیریں کلام ہیں۔ آپ کا کلام بیش بہا موتی۔ اور نہایت پسندیدہ ہے۔ اعجاز تخلص۔ مُلا عبدالعزیز اکبر آبادی کے شاگرد رشید۔ مرزا بیدل۔ میر معز فطرت اور مولانا ناصر علی کے ہم صحبت اور یار غار تھے۔ مدت تک اکبر آبادمیں درس وتدریس سے طالبان علوم کو فیض پہنچاتے رہے آخر کار ۱۱۱۷ھ میں روضۂ جناں کو رخصت ہو گئے۔ اُس عہد کے اکثر فضلا کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ مزار لاپتہ۔

مولانا محمد سعادت اللہ صاحب قادری

آپ کی زاد بوم قصبہ سنبھل ضلع مراد آباد ہے اور مخدوم میاں حاتم سنبھلی المتوفی ۹۶۸ھ کی نسل سے ہیں جو میاں عزیز اللہ طلبنی کے شاگرد رشید جامع معقول ومنقول اور فقہ میں امام اعظمؒ ثانی سمجھے جاتے تھے۔ ماں کی طرف سے آپ شاہ ہلالی سنبھلیؒ مشہور بزرگ ملتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا نسب نامہ حضرت عبداللہ بن سلام انصاریؓ تک پہنچتا ہے جو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھے۔ آپ مفتی محمد انعام اللہ صاحب کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کے خاندان میں علم وفضل کا چرچا اور درس وافتا کا سلسلہ چار سو برس کے قریب سے چلا آتا ہے۔ شرافت خاندانی کے ساتھ آپ اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ النَّسَبِ وَاَشْرَفُ اللَّقَبِ (علم بزرگ تر نسب اور بزرگ تر لقب ہے) کے شرف سے اور اَلْعَقْلُ نِصْفُ الْکَرَامَاتِ (عقل نصف کرامت ہے) کی کرامت سے مفتخر ہیں۔ آپ کا علم ودرس عمل کے زیور سے

آراستہ اور آپ کا باطن طریقت کا پوشیدہ خزانہ اور اخلاق و اخلاص سے پیراستہ ہے۔ صورت درویشانہ۔ تن صوفیانہ۔ دل سادہ اور جمال حال سے صلاحیت و پرہیزگاری کے آثار نمایاں ہیں۔ اَلصُّمْتُ زِیْنَۃُ الْعَالِمِ (خاموشی زیبائش عالم ہے) پر کاربند اور کبھی عام جلسوں میں وعظ نہیں فرماتے لیکن خواص اور شاگردوں میں بیٹھکر نہایت فصیح و بلیغ اور ایسی دلکش تقریر فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے مشکل مسائل نہایت آسانی سے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ آپ کی صحبت اَلصُّحْبَۃُ مُؤَثِّرَۃٌ کی تفسیر ہے کہ مسلمان تو مسلمان غیر مذاہب والوں پر بھی اُس کا نہایت نیک اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ آپ کے اکثر ہندو شاگردوں کے دل جو عالی خاندان اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں آپ کی ہدایت و صحبت کی برکت سے نورِ اسلام سے منور ہیں۔ آپ اُن بزرگوں میں ہیں جو اَلشُّھْرَۃُ آفَۃٌ وَالْخُمُوْلُ رَاحَۃٌ (شہرت آفت اور گمنامی راحت ہے) پر کاربند ہو کر خاموشی سے اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں۔ غرضکہ آپ کے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کی داستان اس قدر طویل ہے کہ تعریف کے قالب میں نہیں آسکتی۔ اگرچہ آپ کا اخلاق وسیع اور تواضع عام ہے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے ساتھ آپ مشفقانہ عالم مہربانی کے ساتھ پیش آتے ہیں مگر راقم بوستاں پر خاص نظر شفقت فرماتے ہیں چنانچہ اسی شفقت و محبت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے راقم بوستاں کے متواتر اصرار سے مجبور ہو کر اپنے حالات قلمبند فرما کر مرحمت فرمائے۔ جن سے تختۂ بوستان اضیار کو پُر بہار کرتا ہوں۔

میری پیدائش ۲۶ محرم ۱۲۹۳ھ یوم دوشنبہ کو اپنے وطن سنبھل محلہ کوٹ میں ہوئی۔ مجھ سے پیشتر ایک بھائی میرا ہوا تھا جو چالیس روز زندہ رہکر راہی عدم ہوا۔ والدہ مدظلہا کو بے انتہا غم ہوا۔

اسی زمانہ میں ہمارے یہاں ایک ولایتی بزرگ میاں رسول شاہ حسنی و حسینی سید رہتے تھے جن سے میرے خاندان کے اکثر بزرگ بیعت تھے۔ مفتی محمد عبدالسلام علیہ الرحمتہ اُن ہی کے مُرید و خلیفہ تھے اُن بزرگ نے فرمایا کہ اور آئیگا اور وہ زندہ رہیگا۔ میری پیدائش کی اطلاع میری دادی مرحومہ نے اُن بزرگ صاحب کو اُسوقت دی جسوقت وہ خاص حالت مراقبہ میں تھے اُنھوں نے فرمایا کہ میرے اس کرتہ کو جسکو میں پہنے ہوئے ہوں پشت کی جانب سے پھاڑ کر اسکے لئے کرتہ بناؤ اور اوّل اسی کو پہناؤ چنانچہ پہلا کپڑا جو میرے بدن سے مس ہوا وہ ہی اُنکا پسینہ کا بھرا ہوا کرتہ تھا۔ میں قریب دُو سال کے تھا جب ان کا وصال ہوا ہے۔ میری والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ وہ تمام بچوں سے خصوصیت کے ساتھ مجھکو کھلاتے تھے اور بے انتہا خوش ہوا کرتے تھے۔ اُس عالم بے ہوشی کی خاص توجہوں کا اثر آج تک اپنے اندر پاتا ہوں۔

سب سے پہلے میں نے اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا اُنھوں نے مکتب میں داخل ہونے سے پہلے ہی مجھے قاعدہ ختم کرا کر پارہ الم شروع کرادیا تھا۔ پانچویں سال میرا مکتب ہوا اور میں اپنے حقیقی ماموں مولوی محمد حسن رح کے پاس پڑھنے کو بیٹھا مگر گھر پر والدہ سے بھی برابر پڑھتا رہا۔ میں نے دو تین ہی پارے پڑھے ہونگے جو والدہ نے کریما بے معنی مجھکو شروع کرادی اور آٹھویں پارہ تک ہی پُہنچا ہوں گا کہ کریما ختم کرا کے گلستان کا پہلا باب ترجمہ کے ساتھ شروع کرادیا۔ اس زمانہ میں میری والد ماجد مدظلہ بدایوں میں حافظ احمد حسن ٹونک والے مشہور رئیس کے بچوں کی تعلیم پر مامور تھے چھٹا سال تھا اور میں گلستاں کی پہلی حکایت ختم کر چکا تھا جو والدہ نے مجھکو والد مدظلہ کے ساتھ کردیا ساتویں سال وہ خود بدایوں آگئیں اور مجھے اپنے حقیقی بھائی مولوی محمد حسن صاحب اسرائیلی سنبھلی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں میزان شروع کرانے کی غرض سے لیگئیں اور عرض کیا کہ تبرکاً آپ اس کو عربی شروع کرادیجئے مجھے خوب

یاد ہے کہ ماموں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم اس کو مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی کی طرح بیس برس کی عمر میں فاضل کرانا چاہتی ہو۔ والدہ نے عرض کیا دعا تو یہی ہے اور اسی غرض سے آئی ہوں کہ آپ شروع بھی کرادیں اور دعا بھی فرمادیں۔ ماموں صاحب نے شروع کرانے کے بعد دُعا فرمائی مجھے یہ واقعہ یاد رہا اور اُس وقت پھر تازہ ہوگیا جب درسیات ختم کرچکا ہوں اور میں نے اپنی عمر کا حساب کیا تو بیس برس سے چند ہی ماہ زائد ہوئے تھے ماموں صاحب نے عربی شروع کرانے کے بعد فرمایا تھا کہ جب یہ مُلا حسن شروع کریگا تو میں خود اس کو پڑھاؤنگا مگر افسوس قطبی ہی پڑھتا تھا کہ وہ آفتاب علم مرکز خاکی میں غروب ہوگیا۔ مین نے میزان سے لیکر قطبی و شرح مُلا جامی وہدایہ جلد اول و ابتدائی نورالانوار تک اپنے والد مدظلہ سے پڑھا اُسکے ساتھ ساتھ فارسی کی درسیات بھی ختم کیں۔ اسی زمانہ میں انگریزی بھی ساتویں درجہ تک پڑھی جس کا سلسلہ دہیں ہو گیا۔ حافظ احمد حسن مرحوم کے انتقال کے بعد والد مدظلہ سنبھل تشریف لے آئے اور میری تعلیم اپنے ماموں سراج احمد مرحوم کے متعلق کردی۔ یہ بزرگ مولوی عبدالجلیل صاحب علیگڈھی کے ممتاز شاگردوں میں تھے بےحد ذہین اور زود غضب تھے تو ہّب کی جانب میلان تھا شمس العلماء مولوی خلیل احمد صاحب اسرائیل عربی پروفیسر علیگڈہ کالج ان ہی کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ڈیڑھ سال اُن کی خدمت میں رہکر تمام رسائل منطق و امور عامہ و تلویح وغیرہ تمام کیں اسی زمانہ میں میرے دادا مرحوم کے ماموں زاد بھائی ایک بزرگ مُفتی محمد عبدالسلام علیہ الرحمتہ بھی تھے وہ پکّے سنّی تھے اختلاف مسائل کی وجہ سے مولوی سراج احمد صاحب اُن کی تحقیر و تضحیک فرمایا کرتا تھے اُن ہی کی تعلیم کا اثر تھا کہ میں بھی مُفتی صاحب کو پڑھا لکھا شخص خیال نہیں کرتا تھا ایک دن میں نے امتحان کی غرض سے مُفتی صاحب سے سوال کیا کہ صفات اللہ تعالیٰ کے متعلق متکلمین کا یہ مسلک کہ

وہ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہوتا میرا خیال تھا کہ بہت سے بہت وہ
شرح عقائد نسفی کی تقریر کریں گے اُسپر بے حد اعتراض کرونگا لیکن مُفتی صاحب نے نہایت
خندہ پیشانی سے فرمایا کہ یہ مسئلہ جب حل ہوگا جب تو وحدۃ الوجود کو سمجھ لے گا۔ اور اگر سمجھنا
چاہتا ہے تو سات روز تک برابر میری تقریر سُن اور جس قدر خدشات ہوں بے تکلف
بیان کران سات ہی روزوں میں یہ مسئلہ طے ہوتے ہی صفات کا مسئلہ بھی حل ہو جاوے گا۔
میں مستعد ہو گیا اور اُسی وقت سے گفتگو شروع ہوئی ایک بجے رات تک گفتگو ہوتی رہی
میں نے بیجا اعتراض کئے جن میں سے اکثر بے دلیل تھے مگر مفتی صاحب نہایت خندہ
پیشانی سے جواب ہی نہیں دیتے تھے بلکہ خیال کی غلطی کا منشا سمجھا دیتے تھے اُس
روز خاص اس مسئلہ کے متعلق میں نے ایسی تقریر سُنی تھی جو اُس سے قبل سُنا کیسا
خیال میں بھی نہیں آتا تھا۔ اس وجہ سے شب بھر اختلال حواس کی سی کیفیت رہی دوسرے
روز پھر گفتگو ہوئی آج کی تقریر میں دماغ پر زیادہ بوجھ نہ پڑا پہلی تقریر نے کچھ مناسبت پیدا
کردی تھی تیسرے روز پھر گفتگو ہوئی تھوڑی دیر میں گفتگو کا خاتمہ ہو گیا اور میں نفس مسئلہ
وحدۃ الوجود کو ایک حد تک سمجھ گیا تقریر کے خاتمہ پر مُفتی صاحب نے فرمایا الحمد للہ وہ مسئلہ
جس کو میں سات روز میں سمجھایا کرتا ہوں تو نے تین ہی روز میں سمجھ لیا ان تقریروں سے
مجھے معلوم ہوا کہ مولوی سراج احمد مرحوم کا علم سطحی و ظاہری ہے اور جن کو میں ایک مدت تک
معمولی مُلا سمجھتا تھا۔ علم کی روشنی اُسی شکستہ حال درویش کے پاس ہے جس کو مفتی
عبد السلام کہا جاتا ہے۔ مُفتی صاحب کی تقریر اور اُن کے اخلاق کی خاص کشش نے
مجھے مجبور کیا کہ میں مُفتی صاحب سے ہی بقیہ علوم حاصل کروں۔ میں نے کچھ کتابیں شروع کیں
ہر فن میں اور ہر مسئلہ میں میں نے اُن کی تحقیق کی خاص شان پائی اور اصل یہ ہے کہ

علوم کے حقائق کا پتہ چلانے کی فکر وہیں سے پیدا ہوئی مگر مفتی صاحب اکیلے میرے حصہ کے نہ تھے بلکہ شہر کے تمام غربار اور دیہات کے تمام دہقانوں کے لئے بھی اُسی طرح وقف تھے جیسے ایک شیخ وقت کو ہونا چاہیئے۔ اس وجہ سے سبقوں میں ہرج ہونے لگا اور مجبوراً مجھے رخت سفر کانپور کے لئے کرنا پڑا جس کا شہرہ اُس زمانہ کے طلبہ کے طبقہ میں خاص طور پر تھا۔ مفتی صاحب سے اجازت لیکر میں کانپور مدرسہ فیض عام میں حضرت مولانا حاجی حافظ احمد حسن صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ ندوہ کی ابتدا سے ایک سال پیشتر کا ذکر ہے۔ مولانا مرحوم مفتی لطف اللہ صاحب علیگڈھی کے مایہ ناز شاگردوں اور حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کے ممتاز خلفار میں سے تھے۔ خلوص وجوش قلبی کے انوار وآثار چہرہ سے ہر وقت عیاں رہتے تھے۔ حافظ صاحب کو نہایت قوی کتابوں پر نہایت اچھا عبور حاصل تھا۔ تقریر کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ دریائے علم موجزن ہے جس سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق اپنا اپنا حصہ لے رہا ہے۔ ایک سال وہاں رہ کر ہدایہ آخرین وتلویح وشمس بازغہ وغیرہ پڑھا اور اپنے طور پر طلبار کو پڑھاتا بھی رہتا تھا اس سال کے آخری حصہ میں میرا حصر اوقات (ٹائم ٹیبل) یہ تھا صبح کی نماز کے بعد مدرسہ میں حاضر ہو ایہاں بخاری شریف مسلم شریف مسلم الثبوت ہدایہ پڑھتا اور میر زاہد رسالہ وقاضی مبارک کی سماعت کرتا اس میں قریب گیارہ بجے کا وقت ہو جاتا۔ مولانا مکان تشریف لے جاتے اور میں وہاں پہنچتا جہاں میں کھانا پکوایا کرتا تھا کھاتا کھاتا جاتا اور کتاب سامنے ہوتی کہ کہیں میں اُس تقریر کو نہ بھول جاؤں جسکے لئے یہ سفر وتکلیفیں برداشت کی ہیں۔ اس میں قریب بارہ کے ہو جاتے وہاں سے اپنی جائے قیام پر آکر ایک طالب علم کو ملا حسن وہدیہ سعیدیہ پڑھاتا اور ایک طالب علم کو شرح تہذیب اس میں ظہر کی اذان

ہو جاتی نماز ظہر سے فارغ ہو کر مدرسہ کا رخ کرتا وہاں حاضر ہو کر حمد اللہ شمس بازغہ شرح چغمینی کے اسباق میں شریک ہوتا قریب چار بجے کے فرصت ہوئی اُس وقت سے لیکر مغرب تک ذرا سی فرصت کا وقت ہوتا تھا یا تو کسی طالب علم کی ملاقات کو چلا جاتا یا تفریح کے لئے تنہا کسی جانب چل دیتا۔ مغرب کی نماز قیام گاہ پر پڑھکر مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر ترمذی شریف کی سماعت کرتا یہاں سے اُٹھکر کھانا کھانے جاتا قیام گاہ سے متصل نکھٹو شاہ والی مسجد میں عشاء کی نماز پڑہتا اسی میں ساڑھے نو بجے کی توپ چل جاتی تب امام مسجد حافظ عبدالکریم پنجابی کو نور الانوار قطبی میر قطبی کا درس دیتا وہ ایک پنجابی آدمی تھا جسکو اپنے صرف و نحو پر بڑا دعویٰ تھا اس خیال سے وہ بیجا اعتراض کیا کرتا تھا اور اُن کے ان سبقوں میں رات کے بارہ بج جاتے تھے خدا کا بے انتہا شکر ہے کہ اُس سے مجھے شرمندہ نہ ہونا پڑتا تھا۔

اُن کتابوں کے مطالعہ کی نوبت آتی جنکو میں خود پڑھتا تھا بخاری شریف کے عموماً دس بارہ ورق ہوتے تھے مسلم شریف بھی آٹھ دس ورق سے کم نہیں شمس بازغہ کا ایک ورق شرح چغمینی کا ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ حمد اللہ کے دو صفحے مسلم الثبوت کا ڈیڑھ صفحہ یہ صفحات تعداد میں زیادہ ہو کر یو نہیں وقت زیادہ لیتے لیکن میرا یہ خیال کہ مطالعہ ایسا ہونا چاہئے کہ اُستاد کی تقریر کی ضرورت بس اُستادی کے حق کے لئے رہنا چاہئے اور بھی مطالعہ میں وقت صرف کرتا تین بجے شب سے پہلے سو جانا تو مجھے یاد نہیں بلکہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ مطالعہ سے فارغ ہو کر یوں ہی میں نے تکیہ پر سر رکھا ہے کہ موذن نے مسجد کے دروازہ کی کنڈی کھٹ کھٹائی اس زمانہ میں میں مسجد ہی میں شب کو رہتا تھا گو میرا قیام گاہ قریب تھا مگر مجھے یہاں آرام ملتا تھا اس وقت موذن کا کھٹکھٹانا میرے ذبح کرنے سے کم تکلیف دہ نہیں ہوتا تھا بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مجھے سونے کا موقع صرف

اُس قدر مقدار وقت میں ملا ہے جو اذان اور جماعت ہونے کا درمیانی وقت ہے اِس
شب بیداری نے میرا دماغ بھی ضعیف کر دیا اور میری نگاہ بھی کمزور کر دی لیکن اس قدر محنت
چند ہی ماہ مجھے جھیلنا پڑی اِس کانپوری درس کے زمانہ میں بھی جب مکان جانے کا اتفاق ہوا
تھا تو وقت کا اکثر حصہ مفتی صاحب کی خدمت میں تحصیل حقایق علمیہ کی غرض سے
صرف کرتا تھا یہ ضرور ہے کہ مولانا حضرت احمد حسن کانپوری اعلیٰ درجہ کے منقولی ہونے کے
ساتھ معقول کے ساتھ خاص مناسبت رکھتے تھے جس سے مولانا کی زیادہ شہرت
معقول ہی میں تھی مگر مولانا کو اسقدر موقع نہیں دیا جاتا تھا کہ وہ منطق کی علمی صورت طلبہ کے
پیش نظر فرما سکیں اِس وجہ سے مجھے منطق کے محض علمی صورت وہاں نظر آئی عملی
حثیت میری نگاہ سے پوشیدہ تھی یہ فیض مفتی صاحب ہی کا تھا کہ منطق کا عملی اور مناظرہ
میں اس آلہ سے کام لینے کا طریقہ جو کچھ آیا وہ وہیں سے آیا درسیات میں جو مقامات
اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہوتے تھے اُن کا آنکھوں کے سامنے آجانا اُن ہی کی چٹائی پر بیٹھنے
سے ہوتا تھا۔

تصوف کی بُنیاد تو مفتی صاحب کی خدمت میں پڑھی تھی وہاں تصوف علمی حالت
میں میرے سامنے تھا اُس کا عملی حصہ بھی وہیں تھا لیکن مفتی صاحب کے اخفا نے
اس قدر پردے ڈال رکھے تھے کہ مجھ سا کوتاہ چشم اُس وقت عملی صورت نہ دیکھ سکا
اور جو کچھ ظاہر تھا اُسکو میری خیرہ نگاہی تصوف نہیں سمجھتی تھی جو آگے چل کر معلوم ہوا کہ
عملی تصوف یقیناً یہ ہی تھا اس کا نتیجہ یہ ہی ہونا چاہئے تھا کہ میں عملی تصوف کو تلاش
کرتا رہا یہ تلاش باقی رہی۔ مدرسہ فیض عام کانپور میں جب مجھے ڈیڑھ سال کے قریب
پڑھتے ہو گیا تو ایک خاص ضرورت کے واسطے اول وطن گیا اور وہاں سے رام پور جانے کا

اتفاق ہوا۔ رام پور میں خوش قسمتی سے ایک سیاہ پوش بزرگ کی خدمت میں نیاز حاصل ہوا جن کا
نام نامی حضرت شاہ محمد نور تھا۔ یہ بزرگ مجددیہ خاندان کے اجازت یافتہ اور حضرت حافظ جمال
علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے بہ ظاہر اُردو بھی مشکل سے پڑھ سکتے تھے۔ میں نے اُن میں
ایک خاص رُوحانی کشش پائی کہ جس نے مجھے باوجود ایک آزاد اور بیباک طالب علم ہونے
کے تھوڑی ہی دیر میں غلامی پر مجبور کر دیا اور میں نے نہایت فخر سے پہلی ہی ملاقات میں
اُن کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈالا۔ آپ نے خاندانِ قادریہ میں مجھے داخل فرما کر دوسرے
روز میری استعداد کے مطابق وحدۃ الوجود کا مشاہدہ کرا دیا جس سے علم الیقین عین الیقین
ہو گیا اور میری بصیرت کی آنکھیں کھُل گئیں اور کچھ ایسی بدحواسی کی حالت پیدا ہو گئی کہ دو روز تک
جو میرے قیام رام پور کی پوری مدت ہے، یہ یقین نہیں ہوتا تھا کہ میں رامپور میں ہوں اور میرا
وطن سنبھل میں ہے۔ تمام تعلقات حتیٰ کہ سلسلہ درس سے بھی طبیعت متنفر اور برداشتہ خاطر
ہو گئی اور میں نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں حضور کے قدموں کے نیچے
پڑا رہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ کملی اوڑھ کر دریا سے پار ہو جانا مردانگی نہیں۔ بہادری یہ ہے
کہ کشتی کھیکر پار لگاؤ جس میں بہت سے آدمی ہوں۔ تم سے تو کام لینا ہے اور تم ہمت
ہارے دیتے ہو۔ خدا معلوم اِن الفاظ میں کیا جادو تھا کہ اسم اعظم کا کام کر گئے اور میں فوراً
خواب سے چونک پڑا اور مجھے معلوم ہوا کہ میں اب اس عالم میں ہوں۔ یہ اِس وقت مجھے یاد
نہیں رہا کہ میں نے عرض کیا تھا یا خود آپ ہی نے ہر علم و فن کے لئے خاص خاص خیالات
تعلیم فرمائے۔ وہ خیالات اگرچہ آگے چل کر مجھ سے نبھ نہ سکے لیکن یہ ضرور ہے کہ حضرت کی
تعلیم نے علوم کے ساتھ ایک خاص قسم کی دلچسپی پیدا کر دی جس سے اُس وقت سے لیکر
آج تک بغیر مطالعہ کتاب یا علمی تقریر کے وقت کا گذارنا مجھے دوبھر معلوم ہوتا ہے حضرت کا

تصوف شریعت سے کوئی جدا چیز نہ تھا اور میری آج تک جو کچھ تحقیق ہے وہ یہ ہی ہے کہ
احکام شریعت میں اعتقادات اعمال اخلاق سب کچھ شامل ہیں اعتقادات علم کلام عملی احکام
فقیہات وغیرہ ہی تصوف ہیں شارع علیہ الصلوٰۃ وسلام کی تعلیم نے کسی شعبہ کو ناقص نہیں
چھوڑا الٰہی ارشاد ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اس خیال سے میرا یقین ہے کہ تمام اصول
تصوف اور اگر غور سے کام لیا جائے تو تمام فروع تصوف کا دار و مدار کتاب اللہ و سنت
رسول اللہ صلعم پر ہی ٹھیریگا آسانی کے طور پر یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ اصلاح عمل فقہ کا حصہ
اصلاح نیت و خیال علم کلام و تصوف کا حصہ ہے اور اسکی اصل بنیاد اللہ الغنی وانتم الفقرا
کے مشاہدہ اور اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ پر ہے اور اس خیال کو لئے ہوئے میں حضرت کی خدمت
سے دور و محروم فیض ہو کر جدا ہوا اور افسوس کہ اس واقعہ کی چند ہی ماہ بعد حضرت کا وصال
ہوگیا میں مکان پر ایک ماہ ٹھیر کر پھر کانپور چلا گیا اور تکمیل درسیات میں مصروف ہوگیا اور
اسی سال تحصیل سے فارغ ہو کر مکان پر آگیا اور اپنے مکان کی مسجد کے قریب میں طلبا کو
پڑھانے میں مصروف ہوگیا۔ اس اثنا میں مجھے بہت سے حضرات سے نیاز حاصل کرنے کا
اتفاق ہوا مگر میں کبھی کسی کے پاس اسکو ضار یا نافع سمجھ کر نہیں گیا میرا یقین کامل ہے
کہ سوائے ذات واحد کے نہ کوئی نفع رساں ہے نہ مضرت بخش میں نے ہر بزرگ کو
تمام عالم کی طرح سے خدا کا محتاج سمجھا اور انشاء اللہ تعالےٰ ایسا ہی سمجھونگا۔ ایک مرتبہ ایک مجذوب
صاحب نے جن کے کمال کے آثار مجھے ظاہر طور پر معلوم ہوتے تھے مجھ سے کمال
شفقت سے فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے اُن کے فرمانے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے
اعضا پر لرزہ کی سی کیفیت طاری ہوگئی مگر میں نے جواب دیا تو یہ ہی کہ آپ وے ہی
کیا سکتے ہیں جو آپ سے مانگوں اُنہوں نے پھر وہی ارشاد فرمایا پھر میں نے یہ ہی عرض کیا

جب تیسری مرتبہ اُنھوں نے فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت جب آپ کو میری دل کا حال تک معلوم نہیں تو آپ دے کیا سکینگے اِس پر مُسکرائے اور نہایت محظوظ ہو کر فرمانے لگے کہ ہم نے تیر اٹکٹ سے لیا ہے تو آجائیگا اسکے جواب میں میں نے بے سوچے سمجھے کہدیا کہ ہاں آجاؤں گا لیکن آج تک نہیں سمجھا کہ اُن کا مدعا کیا تھا۔ کانپور سے آئے ہوئے مُجھے دو تین ہی ماہ کا عرصہ ہوا تھا کہ آگرہ میں ایک قومی انجمن بنام احباب قائم ہوئی اور اس انجمن نے عربی کا ایک مدرسہ جاری کیا۔ شوال ۱۳۱۳ھ میں میں اس مدرسہ میں عربی کا مدرس مقرر ہو کر آگرہ آگیا۔ ایک سال بعد فارسی کا اوّل درجہ بھی میرے متعلق کر دیا گیا۔ میں اِس مدرسہ میں جو مدرسہ احمدیہ کے نام سے موسوم ہے سات سال تک ملازم رہا۔ اِس عرصہ میں چار طالب علم فارغ التحصیل ہوئے۔ اُنہیں میں ایک مولوی عبد المجید صاحب بھی ہیں جو پہلے سینٹ جونس کالج آگرہ میں اور اب پشاور کے مشن کالج میں عربی کے پروفیسر ہیں۔ اسی زمانہ میں میں نے تحفۂ رسالہ کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ آخر کار میں اس مدرسہ کی انتظامی حالت خراب ہونے کی وجہ سے مجبوراً وہاں سے علیحدہ ہو گیا اور ڈھائی برس تک حالت بیکاری میں متفرق طور سے عربی فارسی پڑھاتا رہا۔ اِس عرصہ میں میرا ایک شاگرد مولوی حبیب الرحمن صاحب جہانگیر نگری ایڈیٹر المشرق کی دستار بندی عمل میں آئی۔

مُفتی صاحب مرحوم کے فیض صحبت اور تعلیم نے زمانہ طالب علمی میں شاعری کا ایک خاص ذوق پیدا کر دیا تھا۔ اب تک بوجہ کثرت کار درس و تدریس یہ شوق دبا رہا مگر اِس ڈھائی برس کی تعطیل نے اِس شوق کو پھر اُبھار دیا اور اِس قدر غزلیں لکھ ماریں کہ ایک دیوان تیار ہو گیا مگر کوئی اصلاح دینے والا نہیں ملا۔ اِس عرصہ میں سوائے دیوان حافظؒ کے اور کوئی دیوان فارسی میرے پاس نہ تھا مگر میں نے عہد کر لیا تھا کہ لسان الغیب کی غزل پر ہرگز

غزل پر نہ لکھونگا۔ لہذا اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوگیا۔ مشکل ترکیبوں اور مضامین بوس و کنار سے میں علیحدہ رہا اور یہ کوشش رہی کہ صرف جذبات عشق کا اظہار ہو اور تصوف کا دامن ہاتھ آجائے تو نعمت غیر مترقبہ۔ مجھے معلوم نہیں کہ کہاں تک میں اپنے خیال میں کامیاب ہوا۔ اسی بیکاری کے زمانہ میں ایک صاحب مطبع نے تاریخ عہد فاروقی کی تحریر پر مجبور کیا میں خوب جانتا تھا کہ میں اس میدان کا مرد نہیں ہوں بعد تحصیل اُن ہی علوم کی جانب توجہ ہوا کرتی ہے جن سے خاص دلچسپی ہوتی ہے تاریخ سے کیا دلچسپی ہوتی جب خیر سے ہماری درسیات میں ایک بھی کتاب تاریخ میں نہیں ہے اس لئے جس وقت یہ فرمایش کی گئی ہے میں نے اپنی نااہل ہونے کو ظاہر کر کے صاف انکار کر دیا۔ مگر میرے وہ مکرم کچھ ایسے سر ہوئے کہ میرا وہ انکار اب تردد سے بدل گیا میں نے ایک شب کو دعا کی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اُسی شب کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمام وقائع صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کی جامع کئی کتابیں میرے پیش نظر ہیں اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ وقائع میرے سامنے ہو رہے ہیں میں نے صحابہ کی مختلف جماعتیں اور مختلف پھریرے اور مختلف نشانات دیکھے۔ صبح کو میں نے خیال کیا کہ ابھی صاف طور سے معلوم نہیں ہوا کہ مجھکو کیا کرنا چاہئے لہذا آج کی شب فیصلہ ہو جانا چاہئے اُس شب کو میں نے خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ تو لکھ سے اور یہ میرے آخری حالات ہوں گے۔ صبح کو میں باوجود اس بے بضاعتی کے توکلت علی اللہ کہکر لکھنے پر آمادہ ہوگیا عربی کی مختلف تاریخوں سے واقعات اخذ کئے وہ جزوی جزوی واقعات کو بھی جب تک معتبر تاریخ میں اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لیا اُس وقت تک قلم نہیں اُٹھایا ہاں مجھے خوب یاد ہے کہ صرف ایک ذرا سی بات دریافت کرنے کے لئے میں نے تیرہ سو صفحے بغور مطالعہ کئے واقدی علیہ الرحمۃ کی بعض

روائتیں بھی اصل بیان سے علیحدہ کرکے ضرور اس میں لکھی گئیں اور اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ گو مجھے اون روایات پر خود یقین نہ تھا مگر تکذیب کے واسطے بھی کوئی قوی وجہ میرے پاس نہ تھی۔ چونکہ میں اُصول تاریخ سے بالکل ناآشنا تھا اور صرف ارشاد کی تعمیل مقصود تھی اس لئے میرا خاص رنگ مؤرخانہ نہ تھا بلکہ میرے مدنظر وہ خاص وقائع تھے جن میں کسی خاص علمی مسئلہ پر روشنی پڑتی تھی اُن کو عام طبائع کی قریب کر دینے کی میں نے کوشش کی مؤرخانہ حیثیت سے اُنہیں مشکل مقامات میں سے ایک دقیق مقام عزل خالد ہی تھا جس میں مجھے وقت کے علاوہ بڑی محنت صرف کرنا پڑی اور میرا خیال ہے کہ ایک حد تک مجھے اوس میں کامیابی بھی ہوئی مولوی شبلی صاحبؒ کی الفاروق گو میرے پیش نظر تھی مگر میرا ماخذ نہ تھی اس عزل کے بارہ میں مجھے الفاروق میں سخت اُلجھن ہوئی اور وہ اُلجھن ہی میری اسقدر جانکاہی کا باعث ہوئی۔ اس مسئلہ کی تحریر میں ایک خاص واقعہ پیش آگیا کہ صاحب مطبع نے اشنائے طبع میں خریدار پیدا کر لئے تھے اور نو جز ماہواری اُن کی خدمت میں حاضر کرنیکا وعدہ کر لیا تھا۔ عزل خالد نے قریب قریب دو ماہ کے لے لئے اس میں اُن کا ہرج ہوا وہ کیا جانتے تھے کہ مجھے کیا جانکاہی درپیش ہے اس سے زیادہ تاخیر کے وہ متحمل نہ ہو سکے میں ستائیس ہی جز لکھ سکا تھا کہ اونہوں نے وہ کام ایک دوسرے صاحب سے لینا مناسب سمجھا اور شمس التواریخ کے فاروقی حصہ کی بقیہ اجزا اُن سے لکھوا کر شائع کر دئے اور وہ کام جو میرے متعلق کیا گیا تھا غالباً وہ کسی خاص مدت کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ ڈھائی سال کی بیکاری کے بعد میرا تعلق جامع مسجد کے مدرسے سے ہو گیا اور تادم تحریر میں اسی مدرسہ میں مدرس اوّل کی خدمت پر مامور ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم شامل حال اور انجام بخیر کرے۔ آمین۔

شوال ۱۳۱۳ھ سے آگرہ کو آپ کے گرامی قدوم کی برکت حاصل ہے۔ ۱۹۰۴ء سے آپ مدرسہ جامع مسجد آگرہ میں مدرس اوّل اور طالبان علم و عرفان کی درس و تلقین میں مشغول و مصروف اور اپنے بابرکات اوقات کے عامر ہیں۔ اگرچہ عیالداری کا بارِ کثیر کندھے پر ہے مگر نہایت قانع اور اَلْقَنَاعَۃُ اَفْضَلُ الْغِنَا (قناعت بزرگ تر تونگری ہے) سے غنی ہیں۔ کئی لڑکیوں کے علاوہ ایک خُرد سال لڑکا محمدؐ نام موجود ہے۔ خدا کرے کہ پدر بزرگوار کے زیر سایہ علم و عمل کے زیور سے آراستہ ہو کر باپ کے مرتبہ پر پُہنچے اور خاندان کا نام روشن کرے۔ آمین

مولانا محمدؒ سعادت علی قادریؒ

آپ قاضی سید مہر علیؒ کے فرزند اور سید مظفر علی شاہ قادریؒ کے مریدان جان نثار سے تھے۔ علم و فضل سے موصوف اور بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے۔ موزوں طبع اور سعید تخلص تھا۔ اُردو۔ فارسی دونوں زبانوں میں آپ کا کلام موجود اور کلیات سعید کے نام سے موسوم ہے۔ جس کی زیارت کا فخر نگارندہ بوستانِ اخیار کو حاصل ہے تمام عمر درس و تدریس کا سلسلہ آپ سے جاری رہا۔ ۱۲۳۱ھ میں وفات پائی۔ مزار محلہ سید پاڑہ میں واقع ہے۔

امیر محمدؐ شریف

آپ میر عبداللہ تبریزیؒ کے ہمشیرہ زادہ مرید اور سجّادہ نشین تھے۔ علم و فضل سے موصوف اور خط نستعلیق بہت خوب و مرغوب لکھتے تھے میر عبداللہ

نے لڑکوں کی طرح آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی تھی اور اُنہی کی وجہ سے آپ نے
خداشناسی کی آنکھیں روشن کی تھیں۔ آپ نہایت گمنامی پسند تھے۔ کتابت سے
اپنی قوت بسری فرماتے تھے جہانگیر بادشاہ نے کاتب السلطان خطاب دیا تھا۔
۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء میں آپکا اعمال نامۂ عُمر ختم ہوا۔ نگلہ جواہر کے قریب اپنے ماموں کی درگاہ
میں آسودہ ہیں۔

مولانا محمد شعیب ٹونکی رح

آپ نگارندۂ بوستانِ اخیار کے دوستِ دلی اور مُحِب قلبی تھے۔ رسمی علوم
کی تحصیل کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ اصحاب خیرُ القُرُون قرونی کا نمونہ اور بہت سے
اوصافِ حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے جامع تھے۔ دل بیار او دست بکار کے
مصداق اور محکمہ آثار قدیمہ میں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کے ملازم تھے۔ عربی۔ فارسی
اردو۔ پنجابی۔ کشمیری اور پشتو وغیرہ کئی زبانوں کے ماہر۔ پنجاب یونیورسٹی کے
مولوی فاضل اور عربی زبان کے مُمتحن تھے۔ خط نستعلیق اچھا لکھتے تھے۔
انگریزی زبان ایام ملازمت میں اس قدر حاصل کرلی تھی کہ معائنہ کردہ مقامات
اور عمارت کے تاریخی حالات کی رپورٹیں اچھی خاصی لکھ لیتے تھے۔ خُداشناس
مُتبع سُنّت۔ فقیر دوست۔ کُشادہ دل۔ خندہ پیشانی۔ بلند ہمت۔ مہماں نواز۔
بے یاروں کے یار اور کمزوروں کے قوت بازو تھے۔ شریعت پناہ عالموں اور
طریقت شناس سالکوں کے حالات سے پورے واقف اور اُن کی خدمت
و محبت کو ذریعۂ عظمت اور باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔ بحکم سِیرُوا فی الْاَرضِ

سیاحی پسند اور ہندوستان کے بہت سے مقامات کی سیر کر کے بزرگانِ قدیم کے مزارات کی زیارت اور علما، فضلا اور مشائخین عہد کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا۔ نام و نمود سے کوسوں دور اور باوجود فارغ البالی کے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کی پاک کمائی کا بیشتر حصہ غریب رشتہ داروں اور دیگر غربا و مساکین کی امداد اور کارہائے خیر میں صرف ہوتا تھا۔ قلمی اور نایاب کتابوں اور قدیم نوشتوں کے جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔ اُن کا کتب خانہ ہی اُن کی تمام عمر کی جائداد تھی جس میں اکثر کتابیں اور تحریریں نہایت بیش قیمت نایاب اور خود مصنفوں کے ہاتھ کی لکھی ہوتی تھیں۔ اِس کتب خانہ سے اُنہیں ایسا عشق تھا کہ مرتے وقت خاص طور سے اُس کی نگہداشت کی وصیت فرمائی تھی۔ افسوس بلکہ صد افسوس کہ بعض ناگفتہ بہ واقعات کی وجہ سے اِس بے نظیر یادگار کا وہ بہترین حصہ جسے کتب خانہ کی رُوح کہنا زیادہ موزوں ہے ضایع کر دیا گیا۔

مولانا کے آباؤ اجداد کا اصلی وطن موضع برہ تیرا تھا جو ضلع شاہ آباد (بہار) کے پرگنہ آرہ میں واقع ہے۔ والد بزرگوار کا اصلی نام مردان علی ولد عمر علی ابن صلاح الدین بن معز الدین تھا جو نسباً صدیقی تھے۔ خاندان میں مدت سے زراعت کا پیشہ ہوتا تھا۔ وطن و خاندان میں جہالت و توہمات اور شرک و بدعت کی گرم بازاری تھی لیکن فضل ایزدی نے آپ کے والد ماجد کے دل میں لڑکپن ہی سے خدا پرستی کا ذوق و شوق پیدا کر دیا تھا اور وہ پابند صوم و صلوٰۃ اور اپنے اعزا و اقربا کی جہالت اور شرک و بدعت سے متنفر تھے۔ یکایک ازلی عنایت نے دستگیری فرمائی۔ یعنی آپ کے وطن میں مولانا نصیر الدینؒ کا گذر ہوا جو حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس سرہ کے بزرگ خلفا میں تھے۔ مولانا کے وعظ و نصیحت نے آپ کے دل پر

ایسا اثر کیا کہ آپ سب عزیز و اقارب اور گھر بار کو چھوڑ کر مولانا کے ہمراہ ہو لئے اور اُن کے ساتھ حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ سید صاحب نے آپ پر خاص توجہ فرمائی۔ اور مردان علی کے بجائے عبدالخالق آپ کا نام رکھکر خود اپنی خدمت مین رکھا۔ تھوڑی ہی مدت میں سیّد صاحب کی نظر کیمیا اثر اور علمائے لشکر کی صحبت کی برکت سے آپ کا ظاہر زُہد و تقویٰ سے آراستہ اور آپ کا باطن اخلاق و اخلاص سے پیراستہ ہو گیا۔ آپ سیّد صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے اور اُن کی شہادت کے بعد بی بی صاحبہ کے قافلہ کے ساتھ ٹونک تشریف لائے۔ نواب صاحب ٹونک نے دیگر مُجاہدین کے ساتھ آپ کا بھی وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ اس کے بعد ریاست میں جمعدار ہو گئے۔ ٹونک میں آپ نے ایک شریف گھرانے میں جو علم و عمل کے زیور سے آراستہ تھا۔ شادی کی۔ بڑھاپے میں پورا قرآن مجید پڑھا۔ ایک مرتبہ بی بی صاحبہ کے ہمراہ اور دوسری مرتبہ نواب محمد علی خاں صاحب مرحوم کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے اور حرمین شریفین کی زیارت سے شرف حاصل کیا۔ آپ علمأ فضلا کی صحبت کے گرویدہ تھے اور ان کی باانز صحبت سے ایسا کمال حاصل کیا تھا کہ لوگوں کو آپ کی مذہبی واقفیت پر تعجب ہوتا تھا۔ باوجود جہالت علم و فضل کے شیدائی اور سنّت رسولُ اللہ کے عاشق تھے۔ رحمتہ اللہ علیہ

مولانا محمد شعیب نے ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۶ء میں عالم موجود میں قدم رکھا۔ بچپن ہی میں ہوشمندی اور سلیم الطبعی کے آثار چہرہ پر نمایاں تھے۔ سن تمیز پر پہنچکر سب سے اوّل اپنی والدہ ماجدہ سے کلام ربّانی کی تعلیم حاصل کی اور اُردو فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے حقیقی ماموں مولوی عبدالحکیم صاحب سے پڑھیں اس کے بعد فارسی کی اعلیٰ تعلیم ٹونک میں مولوی قیام الدین صاحب و مولوی امام الدین صاحب اور بنارس میں مولوی عبدالملک صاحب سے حاصل کی۔

ابتدائی صرف و نحو کے رسالے مولوی نورالحق صاحب مفتی ٹونک کی خدمت میں پڑھے۔
اس کے بعد بنارس میں مولوی صفات احمد صاحب اور مولوی عبدالرحمن صاحب اور
لاہور میں مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی کی خدمت میں عربی تعلیم تکمیل کو پہنچائی منشی عباد اللہ
صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب سے خط نستعلیق کی مشق کی۔ ۱۸۸۴ء میں لاہور
تشریف لے گئے اور پنجاب یونیورسٹی کے مولوی عالم اور مولوی فاضل
کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی اور مولوی فاضل کے امتحان میں تمام یونیورسٹی
میں اوّل نمبر رہے۔

مولانا اپنی تعلیم و تربیت کے اکثر قصے سنایا کرتے تھے جن سے معلوم ہوا کہ انہوں نے
بزرگانِ سلف کی طرح نہایت عسرت و تنگ دستی کی حالت میں علم تحصیل کیا تھا۔ ان کے
والد بزرگوار چار بجے صبح سے ان کو جگا کر پڑھنے کی ہدایت فرماتے اور خود پاس بیٹھے ہوئے
ورد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ وہ ہر موقع پر ان کے حرکات و سکنات کی نگرانی پوری
طرح سے کرتے رہتے تھے۔ محلہ اور قرب و جوار کے تمام بزرگوں سے کہہ رکھا تھا کہ اگر وہ
کبھی ان کو بری صحبت یا لہو و لعب کی حالت میں دیکھیں تو مثل اپنے بچوں کے تنبیہ و تادیب
کریں۔ جو کوئی شخص مولانا کو کسی بات پر سزا دیتا اور ان کو خبر ہو جاتی تو وہ بہت خوش
ہوتے اور اس کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ علما، فضلا اور صلحا کی صحبت میں مولانا کو لے جاتے
اور طرح طرح کی نصیحتوں سے ان کے دل میں نیکی کا بیج بوتے تھے۔ غرضکہ مولانا کے
اوصاف کمالات زیادہ تر ان کے بزرگ و بابرکت والدین کی اعلیٰ تربیت کا نتیجہ تھے۔

تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۸۷ء میں بمقام لاہور مولانا نے درس کا سلسلہ جاری کیا
اور انگریزوں اور ہندوستانیوں کو پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد چیفس کالج گورنمنٹ کالج

اوراورنیٹل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر رہے۔ اس عرصہ میں ہزاروں طلبا کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ آپ کے اکثر انگریز شاگرد عربی۔ فارسی یا اُردو میں آپ سے خط وکتابت رکھتے تھے۔ پروفیسر آرنلڈ صاحب (مصنف پریچنگ آف اسلام) اور آپ سے خاص مراسم تھے اور ولایت سے اُن کے برابر خط آتے جاتے رہتے تھو۔ اسی زمانہ میں ایک موقع پر جبکہ آپ چند احباب کے روبرو کسی معاملہ پر گفتگو فرمارہے تھے دو انگریزی خواں صاحبان نے انگریزی میں آپس میں کچھ بات چیت کی جس کا مطلب آپ کچھ نہ سمجھ سکے۔ اُسی وقت سے انگریزی تعلیم کا شوق پیدا ہوا اور چند ہی مدت میں ضرورت کے موافق انگریزی لکھنے پڑھنے اور بولنے لگے۔ قیام لاہور کے زمانہ میں آپ نے تین چار مرتبہ کشمیر اور پشاور وغیرہ کی سیر وسیاحت فرمائی اور پنجابی پشتو اور کشمیری زبانوں میں مہارت حاصل کی۔

جب آثار قدیمہ کا محکمہ قایم ہوا تو اگست ۱۹۰۵ء میں آپ نے اپنی ملازمت اورنیٹل کالج سے اس محکمہ میں منتقل کرالی اور لٹریری اسسٹنٹ آرکیولوجیکل سرویر ہوکر ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء کو آگرہ میں رونق افروز ہوئے رُوحانی شناخت تو مشیّتِ ایزدی نے روزِ ازل ہی سے کرادی تھی اب اس موقع پر یہ غیبی شناخت عالمِ وجود میں جلوہ افروز ہوئی۔ جس کی تقریب تاریخی تحقیقات سے عمل میں آئی۔ مولانا کو آثار قدیمہ اور تاریخ سے خاص ذوق تھا۔ اور یہ ہی شوق وذوق اُن کے اس محکمہ میں آنے کا باعث ہوا۔ آگرہ میں تشریف لاکر آپ کو ہم جنس کی تلاش ہوئی اور بابو ظہیر خاں صاحب اکبرآبادی کلرک محکمہ انہار کے توسل سے محرر بوستانِ اخیار اور مولانا سے تعارف وشناسائی کا باب شروع ہوا اور چند ہی مدت میں یہ تعارف وشناسائی نوزادگی کے درجہ سے ترقی کرکے کمال کے درجہ کو

پہنچ گئی اور یک جان دو قالب کا مضمون ہوگیا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

مولانا نے اپنے ہشت سالہ قیام آگرہ میں اپنی وسیع الاخلاقی ملنساری اور خوش طبعی وغیرہ سے ادنیٰ اعلیٰ کے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ وہ جس خوش اخلاقی اور محبت سے ایک رئیس یا عالم فاضل سے ملتے اُس سے زیادہ غریب سے غریب اور جاہل سے جاہل شخص سے ملا کرتے تھے۔ بڑوں میں بڑے۔ بچوں میں بچے۔ ظریفوں میں خوش طبع۔ علما فضلا کی مجالس میں مقطع غرضکہ ہر مجلس میں حاضرین کے علم و فہم اور پسند کے مطابق اُن کی دلاویز و دلچسپ باتیں اور دلکش و موثر نصیحتیں ہوا کرتی تھیں جس جلسہ میں وہ بیٹھ جاتے سب لوگ اُنہیں کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ بائیسکل پر سوار کہیں جا رہے ہیں۔ راستہ میں اگر کہیں کوئی معمولی شناسا بھی نظر پڑ گیا فوراً اُتر کر ساتھ ہو لیتے اور بائیسکل ہاتھ میں لیکر اُس سے باتیں کرتے ہوئے دور تک چلے جاتے تھے۔ سلام میں ہمیشہ پیش قدمی فرماتے اور اپنے آپ کو کمترین مخلوق خدا سے سمجھتے تھے۔ غرضکہ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں اُن کے اوصاف و کمالات بیحد اور بوستانِ اخیار کے اوراق اختصار طلب۔ مجبور ہوں کہ بہت کچھ لکھ سکتا ہوں مگر نہیں لکھ سکتا۔

کچہری کلکٹری آگرہ کے قریب ایک خوشنما اور رفیع الشان شاہی مسجد واقع ہے جو مغلیہ طرز تعمیر کا بہترین نمونہ ہے یہ مسجد مدت دراز سے ویران اور امتداد زمانہ سے نہایت شکستہ حال اور مرمت طلب تھی۔ آخر کار رحمت الٰہی جوش میں آئی اور تائید ایزدی نے چند غریبوں کو اِس کار خیر کی ہمت قوت عطا فرمائی اور ۶۔ جولائی ۱۹۰۹ء کو محرر بوستانِ اخیار اور مشفقی محمد عابد علی صاحب انیٹھوی کے زیر اہتمام اس کی مرمت شروع ہوئی۔ مولانا

محمد شعیبؒ نے نہ صرف اپنی ذات خاص اور اپنے بے شمار احباب ہی کو اس کار خیر
میں شریک فرمایا بلکہ وہ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ کاسۂ گدائی لئے ہوئے سڑکوں
بازاروں سراؤں تک سے پیسہ پیسہ دو دو پیسہ جمع کر کے روزانہ ایک رقم اس کار خیر کیواسطے
فراہم کر لیتے تھے۔ مولانا آگرہ کے مسلمانوں کی تعلیمی پستی اور مسلمان بچوں کی ناگفتہ بہ
اخلاقی اور تعلیمی حالت سے بہت متاثر اور افسردہ خاطر رہتے اور حتی الامکان اپنی جیب
خاص سے غریب طلبہ کی امداد فرماتے رہتے تھے مسجد کی مرمت کے بعد آپ کو مدرسہ
کے اجرا کا خیال پیدا ہوا اور مولانا کی تحریک سے مسجد کے نو تعمیر کمروں میں مسلمان بچوں
کی ابتدائی دینی اور دنیوی تعلیم و تربیت کے واسطے ۲۳ مئی ۱۹۱۱ء کو مدرسہ محمدیہ کا
افتتاح عمل میں آیا۔ جو اس وقت تک بفضلہ تعالیٰ جاری اور روز افزوں ترقی پر ہے۔
چونکہ مولانا کو اس مدرسہ کے ساتھ خاص انس بلکہ عشق تھا اور اُن کا ارادہ رفتہ رفتہ اسے
ہائی اسکول کے درجہ پر پہنچانے کا تھا لہذا آپ کے انتقال کے بعد ۲۹ دسمبر ۱۹۱۳ء سے
آپ کی یادگار میں مدرسہ محمدیہ کے دوش بدوش **شعیب محمدیہ اسکول** کے
نام سے انگریزی کا ایک مدرسہ بھی جاری کیا گیا ہے جس میں فی الحال مڈل کے
درجہ تک انگریزی اور دینیات کی ضروری تعلیم دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم
کی اس بہترین یادگار کو مدت دراز تک قائم اور روز افزوں ترقی پر رکھے اور مسلمان
بچوں کو اس کے ذریعہ سے دینی اور دنیوی فلاح و بہبودی پہنچائے۔ آمین
مولانا کو حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا کی زیارت اور ممالک اسلامیہ کی سیر و سیاحت
کا بے حد شوق تھا راقم الحروف۔ منشی محمد عابد علی صاحب اینٹھوی اور ڈاکٹر محمد مظہر علیم
صاحب اکبر آبادی سے کہ یاران باصفا اور یک جان چہار قالب کے مصداق تھے

اِسں کے متعلق اکثر تذکرے رہا کرتے تھے اور ہم سب کی دلی تمنّا تھی کہ چاروں یار اِس سفر میں ساتھ ہوں۔افسوس کہ یہ دلی آرزو پوری نہ ہوئی اور مولانا نے حقِ رفاقت ادا نہ کیا اور ہم سب کو چھوڑ کر تنہا حجِ دیدار کے واسطے کوچ فرما گئے اِس حادثۂ جانکاہ کی کیفیت بہ سبیل اجمال یہ ہے کہ ۲۵ جون ۱۹۱۳ء کو آپ ایک ماہ کی رخصت لیکر اپنے خواہرزادہ کی شادی کے واسطے ٹونک تشریف لے گئے۔شادی سے فارغ ہونے کے بعد معمولی بخار آنے لگا۔ٹونک میں اُس وقت مرض ہیضہ کی بہت کثرت تھی اور روز بہت سے آدمی اِس مرض کا شکار ہورہے تھے۔آپ اُسی حالت بخار میں مریضوں کی عیادت اور مُردوں کی تجہیز و تکفین میں برابر شریک ہوتے رہے۔جب راقم الحروف کو آپ کے ایک کارڈ سے یہ حال معلوم ہوا بابت منت و اصرار کے ساتھ لکھا کہ فوراً چلے آئیے مگر چونکہ پیمانۂ حیات لبریز ہوچکا تھا۔خاکِ ٹونک نے دامنگیر ہوکر اپنے گوہر یکتا کی جدائی پسند نہ کی۔اور آپ نے دو روز مرض ہیضہ میں مبتلا رہ کر ۸ شعبان المعظم ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۱۳ء کو قریب نماز مغرب سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔

مولانا مرحوم کے اِستقلال اور اِستقامت میں دمِ آخری تک فرق نہ آیا تا دمِ مرگ اُن کی کوئی نماز قضا ہوئی۔باوجود اِس کے کہ عیالداری اور کُنبہ پروری کا کثیر بار اُن کے کندھے پر تھا۔چھوٹے چھوٹے بچّے سامنے تھے۔کوئی قابل ذکر دنیوی سرمایہ موجود نہ تھا مگر اِس پر بھی کسی قسم کا حزن و ملال یا گھبراہٹ اُنہیں پیدا نہ ہوا۔آخر وقت میں جُملہ پسماندگان اور وابستگان کو سامنے بلا کر وصیت فرمائی کہ تم سب کو خداوند کریم پر کہ رزّاق مطلق ہے بھروسہ رکھنا چاہیے میں تم سب کے واسطے دُعا کرتا ہوں۔اُمید ہے۔کہ اللہ تعالیٰ یہ میری آخری دُعا ضرور قبول فرماوے گا سب کو باہم اتفاق و اتحاد سے رہنا اور میرے

کُتب خانہ کی حفاظت و نگہداشت کرنا چاہئیے۔ میرا دو سَو روپیہ[۱] مسجد اور مدرسہ محمدیہ کے حساب میں لینا ہے وہ میں معاف کرتا ہوں۔ اگر سعید احمد و عابد علی یہ روپیہ تمہیں دیں تو ہرگز نہ قبول کرنا ورنہ میں قیامت میں دامنگیر ہونگا۔ میری تجہیز و تکفین میں خلاف شرع شریف کوئی کام نہ کرنا۔ ایک لڑکے کو قرآن مجید حفظ کرانا۔ اب میں تم سب کو خدا کے سپرد کر کے رخصت ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو خوش و خورم اور شریعتِ محمدیہ پر ثابت قدم رکھے۔ آمین[۲]

اگرچہ مولانا مرحوم کو بوجہ کثرت کار متعلقہ تصنیف و تالیف کی جانب متوجہ ہونے کا زیادہ موقع نہ ملا مگر پھر بھی آپ کی تصانیف و تالیفات کی تعداد کافی اور حسب ذیل ہے۔ سرکاری تاریخی رپوٹیں اِس کے علاوہ ہیں۔

مطبوعہ

۱ العجائب شرح سلم الادب۔ ۲ خلاصہ اخلاق جلالی حصہ سیاست (مطبوعہ ۱۳۱۴ھ) ۴ مختصر العروض (مطبوعہ ۱۳۱۴ھ) ۵ ترجمہ انتخاب الف لیلیٰ (مطبوعہ ۱۳۱۶ھ)۔

---

[۱] مولانا مرحوم کے اِس روپیہ سے مسجد میں ایک حوض بنوا دیا گیا ہے جس کے درمیان میں کتبہ کا پتھر نصب ہے اور اُس پر یہ کتبہ کندہ ہے۔ ایں حوضِ نفیس بہ یادگار مُحب قلبی مولانا محمد شعیب ٹونکی المتوفی ۸ رشعبان ۱۳۳۱ھ نور اللہ مرقدہٗ کہ آں مرحوم بسعی بلیغ ایں مسجد کہنہ و ویران را از سر نو حیات تازہ بخشید و برائے تعلیم دینی در مسجد ہذا مدرسہ محمدیہ اجرا کرد از زرِ موقوفہ آں مرحوم تعمیر نمود از جمیع صغیر و کبیر التماس دارم کہ روحِ پرفتوح آں مرحوم را از تحفۂ درود و فاتحہ مسرور و شادکام کنند۔

اللھم اغفرہ مغفرۃ کثیرا و اجرہ اجرا عظیما ۵

دست دعا دراز کن و فاتحہ بخواں   برآں غریق رحمت و افضال ذوالجلال

رمضان ۱۳۳۲ھ عبد ذلیل سعید مارہروی

غیر مطبوعہ

لغاتِ جدید یعنی عربی فرہنگ[1]۔ ترجمہ لغاتِ پشتو بزبان انگریزی[2]۔ رسالہ حالات[3] عرب بزمانہ جاہلیت۔ شرح دیوان ابو العتاہیہ عربی[4]۔ حالات خالد بن ولید بزبان فارسی[5]۔ کتاب معاون[6] یعنی الفاظ عربی کا ترجمہ بزبان انگریزی۔ شرح قصائد سبعہ معلقہ[7]۔ شرح[8] قصیدہ خاقانی بزبان انگریزی۔ مختصر جغرافیہ ایشیا[9]۔ جغرافیہ دنیا بزبان عربی[10]۔ ترجمہ فتوح فیروز شاہی[11] بزبان عربی۔ تاریخ باغ شالامار کشمیر بزبان انگریزی[12]۔ ان فرزندان معنوی کے علاوہ ایک صاحبزادی اور چھ صاحبزادے۔ سعید احمد[1]۔ رشید احمد[2]۔ وحید احمد۔ مجید احمد۔ عزیز احمد[5]۔ زبیر احمد سلمہ اللہ تعالےٰ مولانا مرحوم کی یادگار ہیں اللہ تعالیٰ اِن سب کو باپ کا سا علم اور صلاحیت و پرہیز گاری مرحمت فرما کر مدارج اعلیٰ پر پہنچائے۔ آمین دیگر پسماندگان میں اسم بامسمیٰ محمد صالح برادر زادہ اور مولانا محمد یعقوب خواہر زادہ مولانا مرحوم کے خاص تربیت یافتہ ہیں۔ مولانا محمد یعقوب کی خوبیوں کا بیان بہت طول و طویل ہے۔ وہ رسمی اور ضروری علوم سے باخبر۔ پنجاب یونیورسٹی کے منشی فاضل خدا شناس۔ بلند ہمت۔ علم دوست۔ نورانی باطن۔ روحانی شکل۔ خندہ پیشانی۔ خوشخو۔ مہمان نواز غرضکہ بہت سے اوصافِ حمیدہ اور خصائل پسندیدہ میں ثانی شعیب اور عالمِ نوجوانی میں پیری کے کمالات سے آراستہ و پیراستہ اور کانپور کے مشنِ اسکول میں ہیڈ مولوی کے عہدہ پر سرفراز ہیں۔ بارک اللہ فی علمہ وعملہٗ۔

---

[5] مولانا مرحوم کا سب سے آخری مضمون جو اُن کی وفات کے بعد شایع ہوا پنڈوئی ضلع گوڑگانوہ کی عمارت شاہی کی تاریخ اور کتبوں کے متعلق ہے جو انگریزی میں لکھا گیا تھا۔

شیخ محمدؒ صالح قادری اعظمیؒ

آپ شیخ عبادالله (شیخ بھکاری بنی اسرائیل) کے فرزند رشید ہیں جو حضرت شیخ سلیم چشتی فتحپوری کے خلیفہ تھے۔ بارہ برس کی عمر میں تحصیل علوم کے واسطے جونپور تشریف لے گئے اور مولانا عبدالمجید جونپوری کے حلقۂ درس سے علوم ظاہری میں کمال حاصل کیا اور اپنے پدر بزرگوار اور حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی بابرکت صحبت سے طریقت کی آنکھیں روشن کیں آخرکار سلسلۂ قادریہ اعظمیہ کے سلک میں منسلک ہوکر آگرہ میں علوم ظاہری و باطنی کا فیض جاری کیا۔ سکر وجذب۔ عشق ومحبت۔ قناعت صبر اور توکل آپ کا بے مثل تھا۔ ہر ادنیٰ واعلیٰ آپ سے عقیدت رکھتا اور شیخ الشیوخ کے خطاب سے آپ کو یاد کرتا تھا۔ اکثر فضلائے عصر کو آپ سے تلمذ حاصل تھا آپ کی یہ غزل مشہور ہے ؎

مشتاق آفتاب جمال محمدیم ۔۔۔ ما بندۂ محمد وآل محمدیم

پروانہ وار سوختۂ آتش فراق ۔۔۔ در آرزوئے شمع وصال محمدیم

صافی زلال عشق شراب محمدیست ۔۔۔ ما تشنۂ شراب زلال محمدیم

خالی شدہ تمام زفکر وخیال خود ۔۔۔ شام وسحر بفکر وخیال محمدیم

صالح شدہ است شیفتہ ہر کس بجائے ۔۔۔ خوش حال ما کہ شیفتہ حال محمدیم

جمعہ کے دن ۱۳ ذیقعد ۱۰۶۷ھ کو آپ نے اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ شاہ صالح متقی وفات کی تاریخ ہے۔ صاحب مخبر الواصلین نے جو آپ کے شاگرد رشید اور مریدان خاص سے تھے۔ آپ کی تاریخ وصال بہت طول طویل لکھی ہے جس کے

چند اشعار بطور نمونہ ہدیہ ناظرین ہیں ؎

شیخ ما عارف است ربّانی | از مُریدانِ شاہ جیلانی ؒ
شیخ صالح کہ ماہ عرفان است | مطلع نور چرخ فیضان است
جز خدا با کسے نبود ش کار | بخدا بے خدا نبود شس یار
عالم و عارفِ خدا بودہ | تابع شرع مصطفےٰ بودہ
درس میگفت از برائے خدا | شغل از علم بود صبح و مسا
شیخ ما مظہر کمالات است | صاحبِ کشف و ہم کرامات است
وصف او بر تراست از تحریر | مدحش افزوں تراست از تقریر
سال نقلش بروئے صدق و ثواب | شُد رقم بُود افضل الاقطاب ۱۰۶۷
مرقدِ او کہ جائے ارشاد است | خاص در شہر اکبر آباد است

مزار غالباً گھٹیا اعظم خاں میں اپنے والد بزرگوار کے قریب تھا مگر اب پتہ نہیں چلتا۔

میر محمد صالح کشفی ؒ

آپ میر عبداللہ تبریزی وصفی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا باطن اخلاص و اخلاق سے آراستہ اور ظاہر زہد و صلاح کے ساتھ پیراستہ تھا۔ علم و فضل سے موصوف اور خطاطی میں اپنے پدر بزرگوار کے باکمال شاگرد تھے۔ سخن گوئی کا مذاق حاصل اور کلام نہایت شیریں اور صوفیانہ ہوتا تھا۔ کشفی تخلص اور مشکیں قلم موتی خطاب تھا۔ ابتدائے حال میں فقر و قناعت میں خوش حال تھے۔ آخر کار شاہجہاں بادشاہ کے اصرار سے امیر خسرو دہلوی کی اس بیت پر عمل کر کے ملازمت شاہی منظور فرمائی

اور منصب پانصدی پر سرفراز ہوئے ۵

مراد اہلِ طریقت لباس ظاہر نیست — کمر بخدمتِ سلطاں بہ بند صوفی باش

آپ مناقب مرتضوی اور مجموعۂ راز کے مصنف ہیں۔ یہ بیت آپ کی بہت مشہور ہے ۵

نظر بہ بیکسیم کن کہ قطرۂ آبی — بکام من ندہد کس بغیر چشم ترم

۱۲ شعبان ۱۰۶۰ھ ۱۶۴۹ء کو آپ نے اس دار فانی سے سفر آخرت اختیار فرمایا اور نگلہ جواہر کے متصل اپنے پدر بزرگوار کے گنبد کے قریب مشرقی جانب چوکھنڈی کے نیچے آرام فرما ہیں۔ تاریخ از مخبر الواصلین۔

میر صالح کہ اہلِ عرفاں بود — صاحبِ کشفِ رازِ یزداں بود

ذات پاکش کہ از حق آگاہ است — لمعۂ نور نعمت اللہ است ۱۰۶۰

عقل تاریخ آں ستودہ نژاد — گفت۔ کشفی بخلد آب بداد ۱۰۶۰

باز سالِ وصال ایں خسرو — والی خلد میر صالح۔ گو

قاری حافظ محمد صالح ابوالعلائیؒ

آپ خواجہ وفا کے نام سے مشہور بڑے جید حافظ اور نامور قاری۔ امیر عبداللہ احراریؒ کے مرید اور آپ ہی کی مسجد کے امام تھے۔ جب امیر عبداللہؒ کے انتقال کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے حضرت امیر ابوالعلا قدس سرہٗ سے فرمایا کہ خواجہ وفا کا سلوک ہنوز طے نہیں ہوا تم طے کر دینا۔ چنانچہ امیر عبداللہؒ کے ارتحال کے بعد آپ میر ابوالعلاؒ کی نظر کیمیا اثر سے اپنے مقصد کو پہنچے اور جذبات الٰہی میں مستغرق اور بادہ وحدت سے مست اور خرقۂ خلافت سے مشرف ہو کر حسب الحکم برہان پور رخصت ہوئے۔ وہاں بہت سے

طالبان خدا کو صراط مستقیم کا راستہ دکھا کر منزل مقصود پر پہنچایا اور ۱۴ ربیع الثانی ۱۱۱۸ھ کو خود بھی بہشت بریں کو روانہ ہو گئے۔ آگرہ میں آپ کی یادگار تعمیر کردہ مسجد موجود ہے جو مسجد خواجہ وفا کے نام سے مشہور بازار سیب میں واقع اور بخوبی آباد ہے۔

شیخ محمد عارفؒ

آپ عارفِ خدا اور طالبانِ ہدایت کے رہنما اور اسرار طریقت مشکلشا تھے۔ عالمگیر بادشاہ کے عہد اور ۱۰۸۰ھ مطابق ۱۶۶۹ء میں واصل بحق ہوئے۔ مزار مبارک قبرستان بیچ کوئیوں کے شرقی قطعہ میں جو سڑک پختہ کے متصل ہے واقع ہے جس کے تعویذ پر یہ تاریخ بخط نستعلیق کندہ ہے ؎

چوں محمد عارفِ غفراں پناہ — جامۂ تن در رہ حق بود شق
سالِ تاریخش شنیدم از خرد — عارف حق نیک واصل شد بحق ۱۰۸۰ھ

مولانا محمد عارفؒ

آپ شاہ خوب اللہ (محمد یحییٰ) الہ آبادی قدس اللہ سرہٗ کے مرید و خلیفہ مشائخین اکبر آباد سے تھے۔ مزار لاپتہ۔

سید محمد عاقلؒ

آپ میر محمد فاضل صاحب مخبر الواصلین کے برادر حقیقی اور مشائخین صاحب اسرار سے تھے۔ ۱۰ جمادی الثانی ۱۰۹۲ھ کو آپ نے وفات پائی مزار لاپتہ تاریخ

زہے سید کہ عاقل بُود نامش ۔۔۔ گُل رحمت نثارِ جسم و جانش
چو تاریخ وصالش جُستم از دل ۔۔۔ خرد گفتا بخلد آمد مکانش

میر محمدؐ عاقلؒ

آپ میر محمدؐ صالح کے فرزند رشید۔ نہایت نیک خصلت۔ خوش سیرت اور بابرکت بزرگ تھے۔ ۷ رجب ۱۱۹۸ھ کو آپ نے رحلت فرمائی۔ تاریخ وفات۔

زہے مقتدائے جہاں میر عاقل ۔۔۔ کہ موصوف بودہ بہ نیکو خصائل
خرد گُفت سالِ وصالش بہ منظہر ۔۔۔ بجنت بُود مسکن میر عاقل

مزار لاپتہ۔

مولوی محمدؐ کاظمؒ

آپ مولوی دوست محمدؐ ابن سید شاہ محمدؐ ابن سید پیر محمدؐ ابن سید شاہ مجاہد الدین کے فرزند رشید اور میر رفیع الدین محدث اکبر آبادیؒ کی نسل سے ہیں۔ علم و فضل سے موصوف اور نہایت بزرگ و بابرکت شخص تھے۔ مزار مسجد ملکوں کی گلی کی پشت پر شاہ مجاہد الدینؒ کے مزار کے قریب واقع ہے۔ سال رحلت اس بیت سے ہویدا ہے ؎

چہ نسلِ پاک حضرت غوث الاعظمؒ
امام دین محمدؐ کاظم آمد
۱۱۹۹ھ

آپ کی مُہر راقم بوستاں کی نظر سے گذری ہے جس پر سید محمدؐ کاظم ولد سید دوست محمدؐ ۱۱۹۱ھ کندہ تھا۔

میر محمدؐ فاضلؒ

آپ میر سید احمدؐ اکبرآبادی کے فرزند رشید۔ اور خدا شناسوں کے عالیشان دربار کے میر منشی ہیں۔ مظہر الحق تخلص اور شیخ الشیوخ محمدؐ صالح اکبرآبادی کے شاگرد رشید اور مُرید ہیں۔ خود فرماتے ہیں ؎

او مرا بود مرشد و اُستاد　　او مرا علم داد ہم ارشاد
شُدہ از التفاتِ او بجدا　　دلِ من قبلہ گاہ شاہ و گدا
شُکر احسان او نہاں نہ کنم　　کافرم گر چنیں بیاں نہ کنم
وصف او بر تر است از تقریر　　مدحش افزوں تر است از تحریر

آپ کا علم و فضل اور تاریخ گوئی کے کمال کی یادگار کتب مجمع الواصلین موجود ہے جس میں حضور سرورِ عالم محبوب معظم صلعم سے لیکر اپنی وفات یعنی ۱۱۵۰ھ تک کے جملہ مشاہیر بزرگان اسلام کی رحلت کی تاریخیں نظم میں قلمبند فرمائی ہیں۔ عجیب و غریب اور دلچسپ مادہ ہائے تاریخ کے علاوہ مختصر تاریخی واقعات بھی سلسلہ نظم میں منسلک کر کے دریا کو کوزے میں بھر دیا ہے اور سیکڑوں بیش بہا موتیوں کو ایک بے نظیر لڑی میں پرو کر اپنا کمال دکھایا ہے۔ یہ کتاب چھپ گئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مشائخین کا تذکرہ نثر میں بھی لکھا ہے جو تذکرۃ القدما کے نام سے موسوم مگر نایاب ہے۔ افسوس ہے کہ اس کے مطالعہ کا شرف نگارندۂ بوستان اخیار کو حاصل نہیں ہوا۔ دوسری ربیع الثانی ۱۱۵۰ھ کو آپ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور جنت والوں کے ہم نشین ہوئے۔ تاریخ وفات۔

عارفِ حق نُما بحق واصل	مظہرِ حق محمد فاضل
عُمدۂ دودمانِ مصطفوی	زُبدۂ خاندان مُستنوئی
شنبۂ دوم از ربیع دوم	بُود کو شد بسوے چرخِ نہم
دل چو آفاق را پُر از غم دید	از خرد سال نقل او پرسید
از سرِ اختتام گُفت بدل	بجناں جاےسیدِ فاضل

۱۱۰۵

مزار لاپتہ۔ افسوس ع نام جن کا رہ گیا اُن کا نشان ملتا نہیں۔

محمدؐ مجاہد شہیدؒ

آپ شہداے اکبر آباد کے زمرہ میں ہیں ۹۸۴ھ/۱۵۷۶ء میں آپ نے شہادت پائی۔ مزار محلہ شاہ ولایت (نائی منڈی) میں متصل درگاہ سید علاؤالدین مجذوبؒ ایک گنبد کے اندر واقع ہے جو وارد نجہ عاشق علی صاحب کی ملکیت میں ہے۔ گنبد کے اندر اب تعویذ دب گیا ہے اور دروازے بھی بند کر دیے گئے ہیں۔ اندر کلمہ طیبہ۔ اللہ۔ محمدؐ اور بیرونی محرابوں کی پیشانی پر چونے میں آیات قرآنی منقوش ہیں۔ جنوبی پیشانی پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

محمد مجاہد جوان ہنر ور	زپیران دیریں چو او کس ندید
گریزاں شدے رستمِ داستاں	چو در معرکہ تیغ کیں می کشید
عدو دید چوں در کفِ او کماں	ہُماں دم زسر مرغ روحش پرید
بہ کف تیغ تیز شش بردے نبرد	. . . . . سر بُرید
چو گوئی جوانِ بخوبی او	خداے جہاں کم دگر آفرید
بسے آں جواں بود چوں نیک بخت	ازاں گشت در دست کافر شہید

رسانند بامادرش ایں خبر — کشید آہ از دل گریباں درید
چو شد گشتہ ناگاہ تاریخ او — رقم کردہ خامہ - شہادت رسید ۹۸۹ھ

سلطان محمد معصومؒ

آپ اکبر بادشاہ کے عہد کے بزرگوں سے ہیں - مزار متصل سلطان گنج سڑک پختہ سے مشرق کی جانب کھیتوں کے درمیان میں واقع ہے - برابر برابر سنگ سرخ کے دو تعویذ ہیں جو سڑک پر سے نظر آتے ہیں - ایک نیب اور چند ببول کے درخت ان مزارات پر سایہ فگن ہیں - آپ کے مزار کا تعویذ منقش و خوشنما ہے اور اس پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

دریغ اے دل مبارک شیخ سلطان — کزیں دنیائے فانی ناگہاں رفت
دریغ اے مہر گردوں ماتم - - — - - - آں جواں رفت
دریغ آں آفتاب اوج دولت — کہ چوں صبح دوم زود از جہاں رفت
زباغ عمر - - نخل - - — مثال برگ کز باد خزاں رفت
چو جستم سال تاریخ وفاتش — روانم فضل گفتا - در جناں رفت

بالیں پر سلطان محمد معصوم - اور پائیں پر کتبہ حمیدالدین حسین ۹۸۹ھ کندہ ہے۔

شیخ محمد معروف قادریؒ

آپ ساوات صحیح النسب اور اکبر آباد کے مشہور بزرگوں میں ہیں - آپ کی کرامات اور خرق عادات کی اکثر روایتیں اب تک مشہور ہیں - کسی تاریخ یا تذکرہ میں آپ کا ذکر خیر

نظر سے نہیں گذرا مگر آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے جو عید گاہ کے احاطہ سے ملا ہوا گوشہ جنوب و مغرب میں ایک مختصر چار دیواری کے اندر واقع ہے۔ نیب کے تین درخت مزار پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔ ربیع الثانی کے مہینہ میں عرس ہوتا ہے۔

میر محمد مومن عرشیؒ

آپ میر عبد اللہ وصفی تبریزیؒ کے چھوٹے بیٹے اور میر محمد صالح کشفی کے بھائی ہیں۔ اکثر علوم میں آپ کامل مہارت رکھتے تھے۔ سخن گوئی میں طاق نستعلیق نویسی میں شہرۂ آفاق اور عرشی تخلص کرتے تھے۔ صاحب ذوق و شوق۔ عاشق وجد سماع اور صاحب نسبت بزرگ تھے ابتدائے حال میں شاہزادہ سلیمان شکوہ پسر دارا شکوہ کی تعلیم و تربیت پر مامور تھے۔ آخر کار متوکل ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔ ۹۰ برس کی عمر اور ۱۰۹۱ھ ۱۶۸۰ء میں رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کے قبرستان میں آسودہ ہیں۔ تاریخ رحلت۔

شبِ پنجشنبہ بتاریخ زبدہ ۱۸ — رواں شد بقصر جناں میر مومن ۱۰۹۱
چو پرسند سال وصالش محباں — بگو سید عرشیاں میر مومن

خواجہ محمد میر نقشبندیؒ

آپ تیرھویں صدی کے بزرگوں میں ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ میں منسلک اور صلاحیت و پرہیزگاری کے ساتھ آراستہ تھے۔ اکثر لوگوں نے آپ کی ہدایت و ارشاد سے خدا شناسی کے میدان میں قدم رکھا۔ شیخ برکات رسول مارہروی جو صلاح و تقویٰ سے موصوف اور بابرکت بزرگ تھے آپ کے مریدانِ جان نثار سے تھے۔ مزار لاپتہ

میر محمد نعمان بدخشی نقشبندی مجددیؒ

آپ کانِ بدخشاں کے لعلِ بے بہا اور میر شمس الدین یحییٰ ابن میر خواجہ جلال الدین کے فرزند رشید ہیں سنہ ۹۷۷ھ میں آپ نے عالم دُنیا میں ظہور فرمایا۔ آپ کے والد ماجد بدخشاں کے مشہور مشائخین سے تھے۔ آپ کی ولادت سے ایک شب پیشتر اُنہوں نے حضرت امام اعظمؒ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ آج تیرے ایک بڑا بزرگ فرزند پیدا ہوگا اُس کو میرے نام پر نامزد کرنا۔ چنانچہ اُسی دن آپ پیدا ہوئے اور والد بزرگ نے محمد نعمان آپ کا نام رکھا۔ سن تمیز پر پہنچکر آپ نے جملہ علوم عقلی و نقلی میں کمال پیدا کیا۔ اور جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں سکونت پذیر ہوکر حضرت خواجہ باقی اللہؒ کے مُرید ہوئے۔ خواجہ موصوف بوجہ علم و فضل آپ پر خاص نظرِ عنایت رکھتے تھے۔ جب خواجہ صاحب نے اپنے چند خاص مُرید حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے سپرد فرمائے میر صاحب بھی اُنہی میں تھے۔ آپ کو خواجہ صاحب کی جُدائی ناگوار تھی لہذا جانے میں توقف کیا اِس پر حضرت خواجہؒ نے غضبناک ہوکر فرمایا کہ "شیخ احمد ایک ایسے آفتاب ہیں کہ ہمارے جیسے ہزاروں ستارے اُن کی ضمیر میں گُم ہیں"۔ اُس کے بعد آپ آنجناب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور آپ کے انفاس اور توجہ خاص کی بدولت آفتاب طریقت ہوکر چمکے۔ فرزندان سعید کے بعد سب سے اول آپ ہی کو منصب خلافت مرحمت ہوکر سند اجازت مرحمت ہوئی جس میں آپ کی نسبت یہ فقرہ درج تھا۔ ان العارف باللہ ہو السیّد الکامل حضرت مجدد صاحب

نے خرقہ خلافت سے مشرف فرما کر آپ کو دکن میں متعین کیا وہاں آپ کے ارشاد کو وہ رونق ہوئی کہ بے شمار پیادوں کے علاوہ چار سو سوار آپ کے ساتھ شام کے حلقہ میں مراقب ہوتے تھے۔ آخر کار جہانگیر بادشاہ نے آپ کے کمالات کا حال سنکر دارالخلافت اکبر آباد میں آپ کو طلب کر لیا اور دارالخلافت کی صدارت عظمیٰ کے منصب پر آپ کو سرفراز کیا۔

آپ عالمِ باعمل۔ صاحبِ کشف والہام۔ زہد و تقویٰ میں بے نظیر۔ شریعت پر ثابت قدم اور اسرار طریقت کے مشکلشا تھے۔ آپ کی ہدایت و رہنمائی سے ہزاروں آدمیوں نے خداشناسی کی آنکھیں روشن کیں۔ بہت سی کرامتیں اور خرق عادات آپ سے ظہور میں آئیں جن کا کچھ بیان روضۂ قیومیہ میں موجود ہے۔ ایک مرتبہ عالم مثال میں حضور فخر دو عالم محبوب معظم ختم الانبیا صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اُس وقت حضرت صدیق اکبرؓ بھی ہمرکاب تھے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ نعمانؔ سے کہو کہ جو شیخ احمدؔ کا مقبول ہے وہ ہمیں بھی مرغوب اور خدا کو محبوب ہے اور جو شیخ احمدؔ کا مردود ہے وہ میرا اور خدا کا مردود ہے۔ یہ سُنتے ہی میر صاحب کے دل میں خیال گذرا کہ شکر ہے کہ میں آنحضرتؐ کا مقبول ہوں۔ اس خیال کے گذرتے ہی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو تیرا مقبول ہے وہ شیخ احمدؒ اور میرا اور خدا کا مقبول ہے اور جو تیرا مردود ہے وہ شیخ احمدؒ اور میرا اور خدا کا مردود ہے۔

اگرہ میں آپ کا مکان اور خانقاہ محلہ صوفی پورہ میں واقع تھی جہاں اب مزار مبارک واقع ہے۔ صدارت کا اجلاس ایک وسیع اور قدیم جامع مسجد میں ہوتا تھا جو موجودہ جامع مسجد کے قریب واقع اور محکمہ کی مسجد کے نام سے موسوم تھی۔ یہ مسجد ایام غدر میں شہید ہو گئی۔

حضرت مجدد صاحب کے انتقال کے بعد آپ نے تریسٹھ[۶۳] مادہ تاریخ نکالے جن کا شمار آنحضرت کی عمر شریف کے سالوں کے برابر ہے۔ اُن میں سے چند فقرات یہ ہیں۔ جانِ شریعت۔ شہبازِ طریقت۔ خسروِ معرفت۔" سید محب اللہ مانک پوری اور خواجہ ہاشم کشمی صاحبِ زبدۃ المقامات و برکات الاحمدیہ آپ کے مشہور مریدوں میں ہیں۔

۱۸ صفر ۱۰۵۸ھ کو آپ نے اس سرائے عاریتی کو چھوڑ کر حج دیدار کے واسطے کوچ فرمایا۔ جسم خاکی خانقاہ عالی میں سپرد خاک کیا گیا۔ تاریخ از مخبر الواصلین۔

میر نعمان کہ مظہرِ دین بود ۞ ۞ تابع خاتم النبیین بود ۞

زبدۂ آلِ مصطفےٰ بوده ۞ قرۃ العین مرتضےٰ بوده

عارفِ ذات ذوالجلالش داں ۞ ورع و تقویٰ بر کمالش داں

بود تاریخ ہشتر دہم ز صفر ۞ کہ زدُنیا شُد آں ستودہ سیر

سال نقلش سروش فرموده ۞ میر نعمان ستوده دین بوده ۱۰۵۸

درگاہ مبارک نگلہ دھنی متصل سُلطان گنج واقع ہے۔ مزار پر ایک مختصر گنبد اور اطراف میں سنگ سرخ کی غلام گردش بنی تھی جو اب بہت شکستہ حالت میں ہے۔ اگر مرمت نہ ہوئی تو چند روز میں بالکل گر جاویگی۔ حاجی الطاف حسین صاحب سوداگر درگاہ شریف کی مرمت میں امداد دینے پر آمادہ ہیں اللہ تعالےٰ مسلمانانِ آگرہ کو مرمت کی توفیق عطا فرمائے۔

نواب اسلام خاں بدخشی (میر ضیاء الدین حسین) کو جو عہد عالمگیری میں منصب پنجہزاری پر سرفراز اور اکبر آباد کے صوبہ دار تھے بپاس ہموطنی میر موصوف سے بہت عقیدت تھی انہوں نے ۱۰۵۸ھ میں آپ کا یہ مقبرہ اور اس کے قریب ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی تھی جس کی تاریخ تعمیر "بانی اسلام خان بہادر۔ ہے" ۱۰۵۸ مسجد مذکور منہدم ہوگئی

جس کا پتھر اکبر آبادی مسجد میں لگا ہوا ہے۔ اسلام خاں مذکور نے ۱۰۸۱ھ؁ میں وفات پائی اور گنبد کے اندر آپ کے ساتھ ہمخواب ہیں۔

حضرت باقی باللہؒ کا جبہ شریف اور میر محمد نعمانؒ کی دستار مبارک سید مظفر حسین صاحب پیشہ کار کلکٹری اگرہ ساکن محلہ چڑیمار ٹولہ کے پاس نسلاً بعد نسلاً چلی آتی ہے جس کی زیارت دیگر تبرکات شاہ فخر الدینؒ مداری کے ساتھ گیارھویں ربیع الاول کو کرائی جاتی ہے میر صاحب کا شجرۂ نسب مرزا حافظ قمر الدین بیگ صاحب سجادہ نشین درگاہ ابو العلاؒ کے پاس موجود ہے۔ میر صاحب مرزا صاحب کے جد مادری ہیں۔

خواجہ محمد یحییٰ احراری نقشبندیؒ

آپ خواجہ ابو الفیضؒ ابن خواجہ محمد عبد اللہ پسر کلاں خواجہ محمد عبد اللہ احراریؒ کے فرزند رشید ہیں۔ آپ جملہ علوم عقلی و نقلی خصوصاً طب و حکمت میں اُستاد زمانہ اور ہفت قلم کی خوشنویسی میں شہرۂ آفاق تھے۔ جمیع اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سے موصوف اور طالبانِ خدا کے رہنما تھے۔ سخاوت و دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ جاگیر سے آتا سب غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے ۹۸۷ھ؁ ۱۵۷۹ء میں آپ کو حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کی زیارت اور حج بیت اللہ کا شوق پیدا ہوا۔ اکبر بادشاہ نے آپ کو میر حاج مقرر کر کے اور بہت ساز و راہ دیکر نہایت اعزاز سے رخصت کیا حج سے فارغ ہو کر آپ اگرہ میں تشریف لائے اور دربار شاہی سے کنارہ کشی کر کے بقیہ عمر عبادت و ریاضت میں بسر کی۔

آخر کار ۱۲ ربیع الاول ۹۹۹ھ؁ ۱۵۹۰ء کو سفر آخرت اختیار فرمایا۔ تاریخ۔

آں قطب زمانہ خواجہ یحییٰ　　　　در وقت خودش نبود ثانی

در ماہِ وفات خواجہ کونین | او رفت ازیں جہانِ فانی
نہ را برقم سہ بار بنویس تو | تا سال وفات او بدانی تو

مزار مبارک جمنا پار لبِ دریا مقابل راج گھاٹ واقع ہے۔ برابر برابر تین مزار ہیں۔ ان میں مشرقی مزار آپ کا مغربی آپ کے خلیفہ امیر عبداللہؒ احراری کا اور تیسرا غالباً آپ کے صاحبزادہ خواجہ محمدؒ زکریا کا ہے۔

شیخ محمود نجبارہؒ

آپ خوبان سکنۂ آگرہ میں بڑے صاحب نسبت اور عارفِ حقیقت بزرگ تھے۔ آپ کی خاص کرامت یہ تھی کہ جس کسی کو جن یا بھوت وغیرہ کسی قسم کا آسیب ہوتا تھا تو جس وقت آپ کا نام اُس کے سامنے لیا جاتا یا آپ کے ہاتھ سے پھول لیجا کر اُس کو سنگھایا جاتا تو وہ فوراً ہوشیار اور تندرست ہو جاتا تھا غرضکہ سلیمانی ولایت آپ کو حاصل تھی ؎

کسیکہ نقش ترا بر نگینِ دل دارد | بکارِ خلق کند معجزِ سلیمانی

آپ کا مزار مبارک لبِ دریا سوانہ موضع مئو میں ستیلا کے قریب ایک بلند ٹیلہ پر واقع اور محمود پاتلی کے مزار کے نام سے موسوم ہے۔

سید مرشد الدینؒ

آپ میر رفیع الدین صفوی محدث اکبر آبادیؒ کے فرزند رشید ہیں۔ جملہ علوم ظاہری و باطنی میں اپنے پدر بزرگوار کے شاگرد اور تمام صوفیہ اوصاف و اخلاق بالخصوص

سیرت وسخاوت اور ایثار کے ساتھ موصوف تھے اور ظاہری وباطنی تصرفات میں کمال کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد کے پہلو میں سو رہے ہیں۔

مرزا علیؒ شاہ مجذوبؒ

آپ شاہ مواشی صاحب ولایت الہ آباد کے منظور نظر اور تیرھویں صدی کے ایک صاحب کمال اور شمشیر برہنہ مجذوب تھے۔ حکیم نور الدین مرحومؒ کے دیوان خانہ اور اُس کے قرب وجوار میں کہ تمام مجذوبان آگرہ کا دار القرار چلا آتا ہے اکثر آمد ورفت رکھا کرتے تھے۔ مکان محلہ ڈوڑمی بیگم میں تھا۔ ایام مستی میں اکثر یہ بیت ورد زبان رہتی تھی

قاضی ار با ما نشیند بر فشاند دست را　　محتسب گر مے خورد معذور دارد مست را

آپ کی بات تقدیر ایزدی کا نسخہ اور آپ کی بڑ مشیت الٰہی کا نوشتہ ہوتا تھا۔ علی العموم بُری باتیں آپ کی زبان سے نکلا کرتی تھیں جن کا ظہور فوراً ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک مجذوب ذو القرنین نامی دیوان خانہ میں ٹھیرا ہوا تھا۔ اُس کا ایک منکا اتفاق سے گم ہوگیا۔ لوگوں نے آپ کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر کیا تھا۔ دونوں مجذبوں میں جنگ چھڑ گئی۔ وہ منکا آپ سے مانگتا تھا۔ آپ انکار کرتے تھے کہ میں نے نہیں لیا۔ جب وہ کسی طرح نہ مانا تو آپ نے غصہ میں آکر اُس کا پیالہ اُٹھا کر توڑ دیا۔ پیالہ کا ٹوٹنا ذو القرنین کی سکندری کا ختم ہونا تھا۔ فوراً دھم سے گرا اور گرتے ہی جان بحق تسلیم ہوگیا ایام غدر میں جس دن بہادر شاہ دہلی میں گرفتار ہوئے آپ نے اُسی دن بلکہ اُسی وقت اپنی روحانی تار برقی لوگوں کو سنا دی تھی۔ اس قسم کی سیکڑوں ہزاروں کرامتیں آپکی

مشہور ہیں۔ ہندو۔ مسلمان سب آپ کے معتقد اور جان نثار تھے۔ ۱۵ ذیقعد ۱۲۷۷ھ یوم یکشنبہ کو ایک سو پانچ برس کی عمر میں آپ نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ کنور چکرورتی سنگھ۔ کنور تخلص نے جو مہاراجہ کاشی کے فرزند رشید تھے۔ "اَللّٰھُمَّ صلِ علیٰ نبینا۔ مولینا محمد و علیٰ آل محمد۔ بارک وسلم"۔ اور "اَللّٰھُمَّ صلِّ علیٰ محمد وآل محمد بعدد کلماتک"۔ سے سال رحلت نکالا۔ آپ کا مزار قبرستان پنج کوئیوں (متصل نائی منڈی) کے شمالی قطعہ میں سڑک پختہ کے قریب واقع ہے جس کے لوح مزار پر متعدد عربی۔ فارسی اُردو کی تاریخیں کندہ ہیں۔ قطعہ تاریخ از بابو رتن بہادر سنگھ ۵

ازیں دارِ فنا سوئے بقا رفت	چو مرد باخدا مستہ زاعلی شاہ
بہادر مصرعۂ تاریخ بنوشت	رواں گردید سوئے خلد واللہ ۱۲۷۷

شاہ مشتاقؒ

آپ شیخ عبدالحکیمؒ کے مُرید اور آگرہ کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔ آپ کا مزار سکندرہ کے راستہ میں سڑک پختہ کے کنارہ پر واقع ہے۔ آپ کے مزار کی وجہ سے اُس مقام پر سڑک کو خم دیدیا گیا ہے۔

سیّد مظفر علی شاہؒ

آپ سیّد منور علی شاہ ابن سید امجد علی شاہؒ کے فرزند رشید اور شیخ نظام الدینؒ پسر مولانا نیاز احمد بریلویؒ کے خلیفہ تھے۔ تمام عمر طالبانِ راہ حقیقت کو تعلیم و تلقین فرما کر ۱۲۹۹ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار صحن مسجد محلہ مدرسہ میں واقع اور لوح مزار پر

یہ تاریخ کندہ ہے ؎

شاہِ مظفرؒ نصف شب از عاشرِ اول ربیع　　آسودہ در قرب الٰہ احلاً و سہلاً مرحبا

سالِ وصالش از سرِ اللہ اکبر اے حسن　　شمس الہدیٰ۔ بدر الدجیٰ نجم العلیٰ نور العبا
۱۲۹۹ھ

تصوف میں ایک ضخیم کتاب جواہرِ غیبی آپ کے کمالات کی بہترین یادگار رہے جو مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپ گئی ہے

منظہر علی شاہ مجذوبؒ

پچیس تیس برس قبل ایک صاحب کمال اور معمر مجذوب تھے جو تکیہ موسومہ مان اللہ پہلوان میں جو کچہری گھاٹ میں لب دریا واقع ہے۔ گنبد مزار شاہ عبد اللطیف برّیؒ میں رہا کرتے تھے۔ ابتدائے حال میں جذبات الٰہی میں بنجو داور شراب وغیرہ پیا کرتے تھے مگر اخیر میں شراب سے تائب ہو کر چار پینے لگے۔ نماز کے پابند اور بے نمازی فقیروں کو بہت گالیاں دیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جب اس کے دل میں نماز کی روشنی نہیں ہے تو یہ دونوں جہان کا اندھا ہے نہ یہاں اسے کچھ سوجھتا ہے نہ وہاں کچھ دکھائی دیگا۔ جو کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو چار پانچ منٹ تو خاموش رہتے پھر اوس سے فرماتے۔ بابا بستر آباد کرو۔ اس پر اگر وہ سلام کرکے اُٹھ گیا تو خیر ورنہ پھر ڈنڈے سے خبر لیتے تھے۔ عوام الناس کے سامنے مستی کی باتیں کرتے تھے مگر بزرگان عہد کی خدمت میں تخلیہ کے وقت حقیقت و معرفت کے دریا بہاتے تھے۔ حضرت سید محمد اکبر ابو العلائی داناپوریؒ اپنے والد بزرگوار سید محمد سجادؒ کے حکم سے اکثر عمدہ عمدہ کھانے پکوا کر آپ کی خدمت میں لے جاتے

تھے۔ صرف اُنہے ایک گھنٹہ بیٹھنے کی اجازت تھی۔ جمعرات کے دن آپ سیّد محمد سجادؒ کی خدمت میں تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتیؒ کے عرس میں آپ ضرور حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہاں آپ تمام مست اور مجاذیب کے شیخ کی حیثیت سے ایک گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا کرتے تھے۔ تمام مست و مجذوب گھوڑے کے پیچھے پیچھے اور ایک نقیب کچھ پکارتا ہوا آگے چلتا تھا۔ مسجد موسوہ ڈھائی دن کے جھونپڑے میں اکثر آپ کا قیام رہتا تھا۔ آپ کا مزار موضع سمدھن تیرہ ضلع فرخ آباد میں واقع ہے۔

مولانا مقصود علی تبریزیؒ

آپ مُلّا فضل اللہ بیگ کے بیٹے تھے۔ علم و فضل خصوصاً کمالات شاعری سے موصوف اور اکثر اوصاف حمیدہ سے آراستہ تھے۔ آپ نے خواجہ سلمان کے مشہور قصیدہ کے جواب میں ایک عمدہ قصیدہ قاضی یحییٰ قزوینی کی تعریف میں لکھا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

علیؓ خصال و محمدؐ شعار یحییٰ نام ۔۔۔ بہ چور وشن است کمالش چہ حاجت القاب

آپ صاحب دیوان ہیں اور یہ اشعار آپ کے بہت مشہور ہیں ؎

در عالمِ وفا سگِ کوئے تو رام ماست ۔۔۔ اقبال رام گشتہ و عالم بکام ماست

عشاق را تمام نظر بر جمال تست ۔۔۔ اے شاہِ حسن روئے تو ماہِ تمام ماست

۹۷۷ھ / ۶۹-۱۵۶۸ء میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا مزار قبرستان متصل نگلہ جواہر و مقبرہ میر عبداللہ تبریزیؒ میں ایک چبوترہ پر واقع ہے۔ تعویذ پر "مولانا مقصود علی تبریزی" کندہ ہے۔ برابر میں دوسرا تعویذ ہے۔ جس پر فاطمہ سلطان بنت مولا عبدالحی

نیشاپوری مرقوم ہے۔

ملنگ شاہؒ

آپ سلسلہ مداریہ کے بزرگوں میں ہیں۔ مزار شریف لب سڑک محلہ ہینگ منڈی متصل وکٹوریہ اسکول واقع ہے۔ تین دوکانیں اِس مزار کے متعلق موجود ہیں۔

شیخ مُنَوَّر چشتیؒ

آپ شیخ نور اللہ ابن قاضی معز الدین ابن قاضی الہداد ابن قاضی محمد شرعی کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کے جد چہارم قاضی محمدؒ شرعی توران سے ہندوستان میں تشریف لاکر قصبہ جھرادت سرکار میوات میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ چونکہ آپ نہایت نیک کردار اور راست گفتار بزرگ تھے لہذا اہل قصبہ نے متفق ہوکر نہایت اصرار سے آپ کو اپنا قاضی بنالیا تھا اُس وقت سے عہدہ قضا نسلاً ابعد نسلاً اس خاندان میں چلا آتا تھا۔

شیخ منور کے ولی اللہ ہونے کے آثار زمانہ طفلی ہی سے نمایاں تھے چنانچہ آپ ہوش سنبھالتے ہی جذبہ الٰہی میں محو و بیخود ہوکر پیر روشن ضمیر کی تلاش میں سرگرداں پھرنے لگے۔ جہاں کسی درویش کا نام سُنا فوراً اُس کی ملازمت میں حاضر ہوکر فیض روحانی حاصل کیا۔ اِنہی ایام میں ایک دن عالم خواب میں ایک دلکشا میدان نظر آیا جس میں ایک مزار بنا ہوا تھا۔ چاہتے تھے کہ اُس مزار مبارک کو بوسہ دیں یکایک اُس مزار میں سے ایک ہاتھ نمودار ہوا۔ آپ نے فوراً پیروں کی طرح اُس سے مصافحہ کیا۔

جب وہ ہاتھ غائب ہوگیا تو آپ نے مجاوروں سے صاحب مزار کا نام دریافت کیا۔ جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری معلوم ہوا یہ نام سنتے ہی دل باغ باغ ہوگیا اور خواب سے چونک پڑے صبح ہوتے ہی اجمیر شریف کی طرف کوچ کیا۔ راستہ میں بمقام ناگور حضرت خواجہ خانوں گوالیاری کی خدمت میں نیاز حاصل ہوا۔ پہلے ہی دیدار میں آپ نے گرویدہ اعتقاد ہوکر خواجہ صاحب سے بیعت کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ ہنوز یہ عزم خانہ خیال سے عالم گفتار میں نہ آیا تھا کہ ضمیر شناس خواجہ نے فرمایا کہ میں نے تم کو اپنی بیعت میں قبول کرلیا اب دست بوسی کی کوئی ضرورت نہیں ہے پیشتر ہی دست بوسی کی دولت سے کامیاب ہو چکے ہو یہ لگتی ہوئی بات سنکر اور زیادہ اعتقاد بڑھا اور خواجہ کے ساتھ ہو لئے۔ مدت تک ساتھ ساتھ پھرتے اور کمالات باطنی کا ذخیرہ فراہم کرتے رہے۔ ناگور سے چندیری اور چندیری سے گوالیار ساتھ آئے۔ آخر کار گوالیار میں خرقہ خلافت مرحمت فرماکر اپنے ساتھ آگرہ میں لائے اور جگہ بتادی کہ اس جگہ اپنا تکیہ بناکر بیٹھ رہو چنانچہ آپ حسب الحکم مرشد بزرگوار سفر واپسیں تک کہ ۲۷۔ ذیعقدہ ۹۷۰ھ کو پیش آیا اُسی مقام پر قیام پذیر رہے اور اُسی جگہ اب بھی خواب فرمارہے ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن ادہم خاں کوکہ اکبر بادشاہ شیخ جنید مفتی کے ساتھ آپ کی زیارت کے واسطے حاضر ہوا اور دیر تک کھڑا رہا۔ جب دیر ہوئی تو مفتی جنید نے عرض کیا کہ ادہم خاں خاں حضور کی خدمت میں حاضر ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ بیٹھ کیوں نہیں جاتا۔ اُس نے بیٹھنے سے پیشتر نذر پیش کی آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی خواہش نہیں شہر میں جو لوگ اس کے خواہش مند ہوں اُنہیں تقسیم کردو۔

اس کے بعد ادہم خاں نے دعا کے واسطے عرض کیا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ ادہم خاں پریشان حال ہو کر واپس آگیا۔ جب اُس کے جانے کے بعد ہم نشینوں نے دعا نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ اِس کے سر میں فرمانروائی کا سودائے خام بھرا ہوا ہے مگر اس کے تن پر سر نہیں ہے۔ پھر ہمت کیا کام کر سکتی ہے۔ چند ہی دن بعد اس پیشین گوئی کا اظہار ہو گیا اور ادہم خاں کو اکبر نے قلعہ سے گرا کر مروا ڈالا۔ مزار مبارک محلہ ڈوڑھی بیگم (مائی بھان) میں ایک گنبد کے نیچے واقع ہے۔ شیخ زین الدین آپ کے فرزند رشید بوستان اخیار میں موجود ہیں۔

سید منور مجذوب

آپ اکبری عہد کے ایک صاحب کمال اور ساکت مجذوب تھے۔ سیکڑوں خاص و عام آپ کے گرویدہ عقیدت اور حلقہ بگوش تھے۔ بہت سے لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔ مزار مبارک قبرستان درگاہ میر رفیع الدین محدث میں واقع ہے۔

سید منور علی شاہ

آپ سید امجد علی شاہ کے فرزند رشید۔ مُرید اور سجادہ نشین تھے۔ خدا شناسوں کے پسندیدہ افعال آپ میں موجود تھے۔ آپ کے عہد میں مرہٹوں کی عملداری تھی۔ مہاراجہ سندھیہ بہادر اور اکثر مرہٹہ سردار آپ کے معتقد اور حلقہ بگوش تھے اور فاتحہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ یعنی گیارھویں کے اخراجات اور دیگر مصارف کے واسطے بیش قرار جاگیریں آپ کو دی تھیں۔ ۱۲۳۵ھ میں آپ نے وفات پائی اور

اور اپنے پدر بزرگوار کے قریب محو راحت ہیں۔ لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے ۵

سیّدِ عالی نسب شاہ منور علی | نور نبیؐ و علیؓ قدوۂ اہلِ یقیں
چونکہ ز باغِ جہاں رفت خزاں شد بہار | بلبلِ قدسی بگفت سرو بہشت بریں ۱۲۲۵

حکیم سید مہر علی رضوی قادریؒ

آپ حکیم نورالدین اکبرآبادی قدس سرہٗ العزیز کے فرزند دلبند۔ مُرید۔ خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ جامعِ عُلوم و فنون۔ پاکیزہ اخلاق ستودہ صفات اور زاہدانہ افعال آپ میں موجود تھے۔ چودھویں صدی میں آپ ہی کی ذات بابرکات سے آگرہ میں خُداشناسی کی انجمن کو رونق اور یونانی حکمت کو عظمت حاصل تھی۔ بڑے شب بیدار۔ عابد و زاہد۔ عاجز نواز۔ بے یاروں کے یار۔ کمزوروں کے قوّت بازو اور سخی بزرگ تھے۔ پدر بزرگوار کی سُنت پر پورے پابند اور اُن کی حیات ہی میں سند اجازت اور خلعتِ خلافت سے مشرف ہو گئے تھے۔ آپ کی نظر میں کیمیائی اثر اور بات میں قبولیت کی تاثیر تھی۔ سیکڑوں نامراد آپ کی دُعا سے اپنی مراد کو پُہنچے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے ہدایت و ارشاد سے کمالات اور حالات کا مزہ پایا۔ ہزاروں لاکھوں مایوس العلاج مریض آپ کی کوڑیوں کی دوا اور دُعا سے صحتیاب ہوئے۔ راقم بوستان کو آپ کی زیارت اور علاج کا فخر بارہا حاصل ہوا تھا۔ امیر غریب۔ ادنیٰ۔ اعلیٰ سب سے اخلاق بزرگانہ سے پیش آتے اور ایک نظر سے دیکھتے اور سب کے واسطے معمولی قیمت کا نسخہ لکھتے تھے افسوس کہ اس مختصر کتاب میں آپ کی تفصیلی حالات اور کرامات قلمبند کرنے کی گنجائش نہیں۔ جسے شوق ہو وہ مثنوی شیرازۂ معرفت مطبوعہ مطبع مصطفائی آگرہ کو ملاحظہ کرے۔

جس میں آپ کے ایک مُرید محمد عبداللہ نے آپ کی کرامات کا حال لکھا ہے۔
ستاسی برس کی عمر میں شروع رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ میں آپ علیل ہوئے چونکہ پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا تھا لہٰذا مرض برابر بڑھتا گیا مگر باوجود ضعف و نقاحت عبادت و ریاضت میں تادم اخیر کسی قسم کا فرق نہ آیا اور ۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو۔ یہانتک کہ تم کو امر یقینی (موت) آجائے) پر تا نفس آخریں کاربند رہے۔ چنانچہ بائیسویں ۲۲ رمضان یوم یکشنبہ کے گذرنے پر ۸ بجے شب کو نماز و وظائف سے فارغ ہو کر اپنے فرزند رشید اور جانشین سید قدرت علی مرحوم کو اپنے روبرو طلب فرمایا ایک نظر اُن پر ڈالی۔ از مثنوی شیرازۂ معرفت ؎

اگرچہ نہ اُس دم کیا کچھ کلام نظر سے بھرا اُن کا سینہ تمام
وہ نعمت جو سینہ بسینہ کی تھی عطا کر چکے تھے انہیں پہلے ہی
جو کچھ اور باقی تھا راز و نیاز نظر میں کیا اُس سے بھی سرفراز

تھوڑی دیر کے بعد اللہ ہو کہکر مُرغ رُوح قفس عنصری سے گلزار جناں کو پرواز کر گیا ؎

لیا نام حق جب بشوقِ کمال ہوا نام کے ساتھ ہی بس وصال
دیا چھوڑ اِس ظاہری جسم کو ملی ذات کی ذات میں جا کے لو

مزار مبارک قبرستان دیوان خانہ میں پدر بزرگوار کے پہلو میں واقع ہے اور لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

سید مہر علی۔ والاحسب عالی نسب حامی دینِ محمدؐ سالکِ راہ خدا
بُود ذاتِ پاک حضرت بالیقین اندر جہاں چوں مسیحِ رُوح پرور خضر آسا رہنما
بست و دوم از ماہ صوم بعد مغرب از جہاں شُد بہ گلزار ارم آں سرو باغِ مصطفےٰؐ

ایں کرامت بیں کہ بعد از مرگ تادیر لب	ماند در جنبش بذکر لا الٰہ بر ملا
مصرعۂ تاریخ رحلت فرخ ناشاد گفت	افتاب اہل ایقان ماہتاب اصفیا ۱۳۱۳ھ

سید قدرت علیؒ۔ سید شبیر علی۔ سید مبارک علی۔ سید قربان حسین۔ سید حشمت علی۔ سید اسرار علی اور میر ولایت علی آپ کے سات خلیفہ اور حکیم سید قدرت علی۔ حکیم سید سخاوت علی۔ حکیم سید سکندر علی تین صاحبزادے تھے جن میں اب صرف حکیم سید بخلوت علی صاحب بقید حیات ہیں جو اکبر آباد کے مشہور حکیم۔ رئیس اعظم اور آنریری مجسٹریٹ ہیں مریدان جان نثار اور معتقدین کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔

قاضی سید مہر علی قادریؒ

آپ بڑے عابد و زاہد اور سالک راہ خدا تھے۔ آپ کے بزرگ شاہی عہد میں سبزوار سے آگرہ میں تشریف لائے تھے۔ محلہ بلوچ پورہ میں آپ کا مسکن تھا خاندان میں شاہی زمانہ سے نسلاً بعد نسلاً قضا کا عہدہ چلا آتا تھا۔ مولانا امجد علی شاہ قادریؒ کے آپ مرید اور مختار عام تھے ماہ صفر ۱۲۷۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ مزار موضع بودلہ میں درگاہ قدم شریف کے احاطہ کے باہر واقع ہے۔

میراں شہید

آپ آگرہ کے شہدائے قدیم میں سے ہیں۔ مزار مبارک محلہ نئی بستی میں مطبع اکبری کی ایک کوٹھری کے اندر واقع اور نشان قبر طاق البہ سڑک دیوار مطبع مذکور میں بنا ہوا ہے۔

مولانا میر کلاں محدثؒ

آپ شیخ جلالؒ کے مُریداور مُلّا خواجہ کوہی خُراسانی کے پوتے ہیں علم وفضل سے موصوف خصوصاً علمِ حدیث میں بے نظیر اور کمالات ظاہری وباطنی سے آراستہ تھے۔ مولانا زین الدین محمود کمانگر بھوائی کے منظورِ نظر اور حدیث میں سید میرک شاہ ولد میر جمال الدین محدث کے شاگرد رشید تھے۔ جمیع صغیرہ اور کبیرہ سے پاک اور نہایت عابد وزاہد اور خداشناس بزرگ تھے۔ ہمیشہ سر نیچا کئے ہوئے مراقبہ میں بیٹھے رہتے تھے۔ تمام عُمر دینی علوم کا فیض آپ سے جاری رہا۔ الجنّۃ تحت اقدام اُمّھاتکم (جنت تہ پائے مادران ست) کی امید میں محض اس خیال سے کہ شاید میری بی بی والدہ کی اطاعت نہ کرے تمام عمر شادی نہیں کی اور شب وروز مادر مشفقہ کی اطاعت وخدمتگذاری میں مصروف رہے۔ آخر کار ۸۰ برس کی عمر اور ۹۸۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی جو ستیدہ اور کاملہ روزگار اور رابعۂ عصر تھیں آپ کی وفات کے وقت زندہ اور قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھیں۔ جب اُنہوں نے بیٹے کے مرنے کی خبر سُنی اور لوگوں نے تجہیز وتکفین کی اجازت مانگی تو اُنہوں نے فقط اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھکر اجازت دی اور بدستور قرآن مجید پڑھنے میں مصروف رہیں۔ مولانا میر نے آگرہ میں ایک پختہ کنواں تعمیر کرایا تھا جس کی یہ تاریخ اشرف خاں میر منشی اکبری نے موزوں کی تھی

در راہِ خُدا کرد بنا مُلّا میر — چاہے ز برائے نفع مسکین وفقیر
گر تشنہ لبے بپرسد از سالِ بنا — گوئی آب زندۂ عمر خیر بگیر
۹۸۷

مولانا میرؒ

آپ مولانا ناصر مفتی کے فرزند رشید اور جانشین تھے۔ تمام عمر مخلوق خدا کو درس وتدریس سے فیض پہنچاتے رہے۔ میر فروغی اشرف سے جو آپ کے شاگرد تھے۔ منقول ہے کہ جس وقت میں ہدایہ فقہ آپ کی خدمت میں پڑھا کرتا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر علم فقہ پڑھنے کی غرض فتویٰ نویسی۔ قضا۔ ہندوستانی ہے تو تم کو اس سے کوئی نتیجہ نہ ملیگا اور میری تعلیم توکل پر نہیں ہوگی ۱۱۹۰ھ کے پس و پیش میں آپ نے وفات پائی۔ مزار لاپتہ۔

حکیم سیّد میرؒ

آپ سید احمدیؒ کے منجھلے بیٹے تھے۔ طبیب حاذق۔ خدادوست اور دیگر اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ سے موصوف تھے اپنے والد ماجد کے حکم سے تمام عمر طبابت کے لباس میں مخلوق خدا کو فیض پہنچاتے رہے جس کا سلسلہ اب تک آپ کے خاندان میں جاری ہے۔ چنانچہ حکیم معصوم علی ابن سید امام علی آپ کے پوتے اس خدمت کو اب تک انجام دے رہے ہیں ۱۲۲۳ھ میں آپ نے انتقال فرمایا آپ کا مزار شاہی مسجد محلہ مدرسہ کے احاطہ میں واقع ہے۔ لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے

چوں بفرمان خداوند قدیر — از جہاں رفت سوئے خلد بریں سید میر
ہاتفے از سر الہام تتبارخیش گفت — چشمۂ صدق وصفا قدوۂ دیں سید میر
۱۲۲۳ھ



قاضی ناصرؒ

شیخ عمر ابن شیخ حامد کے بیٹے اور شیخ ابوحامد مہاونی اور شیخ ابوالفتح مفتی کے شاگرد رشید تھے اکبر کے عہد میں درس و تدریس میں مشغول اور آگرہ کے قاضی تھے۔ علم فقہ میں بے نظیر سمجھے جاتے تھے ۱۰۰۲ھ میں وفات پائی۔ قاضی کامل رحلت کی تاریخ ہے۔ سید صدرالدین اور سید رحمت الدین آپ کے بیٹے علم و عمل سے آراستہ تھے مزار لاپتہ۔

مولانا ناصر مفتیؒ

آپ ہروی الاصل اور سادات جمالی سے ہیں۔ آپ کا مرتبہ عشق اور عرفان میں بلند تھا اور آپ کی مسند حدیث و فقہ میں ممتاز تھی۔ ایک روز مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث شریف نظر سے گذری جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سب سے پہلے اپنا بے مثل دیدار قیامت کے دن اُس شخص دکھاوے گا جس کی چشم ظاہر ربی اور ناجائز چیز دیکھنے سے آلودہ نہ ہوئی ہوگی اور پاک ہوگی۔ آپ نے اُس کو پڑھکر دُعا کے واسطے ہاتھ اُٹھایا کہ خداوندا مجھے چشم ظاہر بیں کی ضرورت نہیں۔ اس کے بجائے چشم حقیقت بیں عطا فرما۔ اِس دُعا نے اجابت کا درجہ حاصل کیا اور آپ فوراً نابینا ہوگئے۔ اس کے بعد بھی تیس ۳۰ برس تک زبانی طلبا کو درس دیتے اور فیض پہنچاتے رہے۔ آخر کار ۹۸۰ھ میں وفات پائی۔ مزار لاپتہ

شیخ ناصر (شیخ ناظر)

آپ کا اصلی نام ناصر محمد ابن سید حاجی اور اسم مشہور شیخ ناظر اور شیخ ناصر ہے۔ حنفی مذہب اور سپاہیانہ پردہ میں بڑے عارفِ کامل اور بہت بڑے صاحب باطن بزرگ تھے خانوادۂ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور شطاریہ میں سید احمدؒ ابن سید رفیع الدین ابن سید جعفر شیرازی گجراتی سے اجازت، خلافت حاصل تھی۔ ابتدائے حال میں مدت تک احمد آباد گجرات میں مقیم رہے پھر بزرگان اسلام کی سُنت پر کاربند ہو کر برسوں سیّاحی فرمائی اور بہت سے خُداشناسوں کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اسی دوران سیاحت میں بہ ایام شاہزادگی شاہجہاں بادشاہ سے کہیں مُلاقات ہو گئی اور شاہزادہ کے اصرار سے یومیہ منظور فرما کر ملازمت میں رہنا قبول فرمایا۔ ہمیشہ سپاہیانہ لباس میں مسلح اور حاضر خدمت رہتے مگر جو وظیفہ ملتا تھا۔ وہ اپنے صرف میں نہ لاتے اور خیرات کر دیا کرتے تھے۔ خدمت سے فارغ ہو کر جنگل سے گھاس یا لکڑی لا کر بازار میں فروخت کرتے اور اُس کی قیمت اپنے صرف میں لاتے تھے۔ اکثر اوقات روٹی کی جگہ گھاس و پتے آپ کی غذا ہوتی تھی۔ رات بھر مُسلح بادشاہی خوابگاہ کے دروازہ پر عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔ بادشاہ، بیگمات امُرا۔ وزرا وغیرہ سب آپ کے معتقد رہتے تھے۔ آپ کی عجیب و غریب اور ہوش رُبا خارق عادات اُس عہد کی مشہور تاریخوں بادشاہنامہ مُلا عبدالحمید لاہوری۔ مرات العالم۔ مخبر الواصلین۔ تذکرۃ القدما اور سیر المتاخرین وغیرہ میں مُندرج ہیں۔ اکثر آپ نے قطرۂ آب سے مروارید (موتی) پارہ برف سے

سبز زمرد۔ ٹھنکریوں سے روپئے اشرفیاں۔ خاک سے نمک مصری۔ چوبی میخ سے مچھلی۔ رومال سے کبوتر۔ اور سنگریزوں سے خوش رنگ عقیق ولال و مرجان بنا دئے۔ سب لوگ اس قسم کی کرامتیں دیکھکر محو حیرت تھے۔ صاحب تذکرۃ القدما کا بیان ہے کہ تمام وحوش وطیور اور جنات آپ کے تابع و فرمان تھے گویا سلیمانی بادشاہت حاصل تھی۔ ایک دن مجلس میں علم کیمیا کا کچھ ذکر چھڑ رہا تھا۔ آپ نے تھوڑی سی خاک اُٹھا کر ایک شخص کے ہاتھ میں دیدی۔ دیکھا تو خالص سونا تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ کے روبرو مجلس قوالی منعقد ہوئی۔ آپ نے جذبہ الٰہی میں بیخود ہو کر پانی مانگا۔ تھوڑا سا خود پیا۔ باقی ویگر شرکائے مجلس میں تقسیم کر دیا۔ جس نے پیا شہد خالص کا مزہ پایا۔

آپ نے ذکر قربان کو کمال کے درجہ تک پُہنچا دیا تھا جب اُس کا شغل فرماتے تو تمام اعضائے جسم بند بند کر کے جُدا ہو جاتے تھے جو بعد ذکر پھر یکجا ہو کر اپنی اصلی حالت پر آجاتے تھے۔ ایک مرتبہ راجہ بکرماجیت شاہجہانی نے شب کے وقت جبکہ وہ بھی چوکی پر حاضر تھا اس حالت میں آپ کو دیکھا تھا۔ بہت سے طالبانِ خدا آپ کی بدولت خدا شناس ہو گئے۔ ۱۳۔ جمادی الثانی ۱۰۵۷ھ ۱۶۴۷ء کو آپ داصل بحق ہوئے۔ شہ مُلکِ کرامات ۱۰۵۷ ولی اعظم۔ رحلت کی تاریخیں ہیں۔ از مخبر الواصلین۔

شیخ ناصر کہ عارفِ حق بود	کاشفِ راز واقفِ حق بود
خاک را از نظر طلامی کرد	آب را شیر با صفامی کرد
شیخ باآں کمال وہمت وجود	در لباسِ سپاہیاں می بود
حامی دین بادشاہجہاں	بود پیوستہ آں ولی زماں بود

سالِ نقلش خرد بہ اہلِ زماں ۱۵ گفت - افسوس رفت قطبِ جہاں

آپ کا مزار پُر انوار لب سڑک پختہ (ڈرمینڈ رود یا ٹھنڈی سڑک) متصل محلہ گوکل پورہ آگرہ کالج واقع ہے جس کا تعویذ تابوت نما ایک بلند چبوترہ پر بنا ہوا ہے - پہلے اس پر عالیشان گنبد تھا جو منہدم کرا دیا گیا - لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

واصلِ حق شیخ ناظر شاہ زیں دار فنا — راہیِ مُلکِ بقا گشت و رسیدہ شادکام

سال ترحیلش ہزار و پنجہ و ہفتم نجواں — سیزدہ بود از جمادی الاخرائے والاہمام

باز گویم مصرعۂ بشنو زمن در معنوی — وز دیار لا بہ الّٰلہ شدہ او را مقام ۱۰۵۷ھ

نتھن شاہؒ

آپ کے سلسلہ یا زمانہ کا کچھ حال معلوم نہیں ہے - بزرگی اور کمالات کی اکثر داستانیں اب تک مشہور ہیں - مزار مبارک اندرون احاطہ صدر ڈاکخانہ آگرہ زیارت گاہ خاص و عام ہے -

شاہ نجفؒ

آپ کا اصلی نام معلوم نہیں - عوام الناس شاہ نجف کے نام سے آپ کو موسوم کرکے بزرگی اور کرامات کی بہت سی روایتیں بیان کرتے ہیں - مزار شریف محلہ نئی بستی کی گلی عمر دراز خاں میں واقع ہے - لوح مزار پر نادِ علی کے نیچے - شاہ نجف دستگیر تاریخ وفات " اور سنہ ۱۱۴۳ھ کندہ ہے -

---

۱۵ [illegible] صاحب عمل صالح ۱۸۵۸ء میں بمقام کابل انتقال فرمایا - نعش آگرہ میں آکر لب [illegible] [illegible] عمارت [illegible]

سیّد نجم الدین محمد (مولانا قاسم کابلی)

آپ کا مولد کابل۔ عرف عام میاں کالے خطاب مولانا قاسم اور تخلص کاہی تھا۔ خود فرماتے ہیں ؎

کاہی تو بلبلے چمن آرائے کابلی　　زاغ و زغن نۂ کہ بہ ہندوستان شوی

آپ کو علم تفسیر۔ ہیئت تصوف۔ معمّا۔ تاریخ اور موسیقی میں کامل مہارت حاصل تھی۔ علم موسیقی میں بہت سی کتابیں آپ نے تصنیف کی تھیں۔ شاعری میں تو ایسا کمال حاصل تھا کہ سب اوصاف اس چھپ گئے تھے۔ اکثر بزرگوں کی خدمت سے فیض حاصل تھا۔ ۱۵ برس کی عمر میں مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی خدمت سے بھی عظمت حاصل کی تھی۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں بھکر کی راہ سے ہندوستان میں وارد ہوئے اور ایک قصیدہ کے صلہ میں ایک لاکھ تنکہ انعام پایا۔ پھر کسی بات سے برداشتہ خاطر ہو کر بنارس کو بہادر خاں برادر خان زماں کے پاس چلے گئے کچھ مدت وہاں رہکر پھر آگرہ میں تشریف لائے اور بقیہ عمر گوشۂ تنہائی میں بسر کر کے دوسری ربیع الثانی ۹۸۸ھ کو ایک سو دس برس کی عمر میں رحلت فرمائے ملک بقا ہوئے۔ مولانا قاسم بخاری شاگرد رشید نے۔ رفت ملّا قاسم کاہی (۹۸۸) میر یوسف استر آبادی نے۔ خوشش طبع دلکھی (۹۸۸) ایک عدم مولانا عارفی نے "ز جہاں رفت قاسم کاہی" اور ملک الشعرا فیضی نے یہ تاریخ موزوں کی ؎

تاریخ وفات سال و ماہش جستم　　گفتا۔ دویم از ماہ ربیع الثانی

آپ کا مقبرہ مدار دروازہ کے قریب واقع تھا جس کا اب پتہ نہیں چلتا۔ دیوان کاہی

اور مثنوی گل افشاں در جواب بوستاں آپ کی یادگار ہے جس کا مطلع یہ ہے

جہاں آفریدہ بجاں آفریں بجاں آفریں صد جہاں آفریں

متمابہ اسم اللہ

نیست از ہستیش کسے آگہ ابداً کان لانہایتہ لہ

اسم نبیؐ

تارۂ شرع را شتافتہ ام از محمد نبی شگافتہ ام

شیخ نصیر الدین تمیمی انصاریؒ

آپ کی زاد بوم ملتان ہے۔ آپ سپہگری کے زمانہ میں بھی خدادوست تھے۔ ہمیشہ تہجد کی نماز غسل کر کے پڑھا کرتے تھے۔ جب ملتان میں طوائف الملو کی شورش ہوئی تو آپ مع اہل و عیال آگرہ میں چلے آئے اور قلعہ میں مکان بنالیا بہت عرصہ تک سپاہیانہ وضع میں رہے آخر کار عنایت ایزدی شامل حال ہوئی کہ ہم جنسوں کی غلامی ترک کر کے خدا پرستی پر کمر باندھی اور گوشہ نشینی میں کمالات دوجہانی حاصل کئے۔ ایک دن عالم مراقبہ میں کان میں آواز آئی کہ اپنے چہرہ پر نقاب رکھو۔ آپ نے جواب دیا کہ برادران زمانہ سے دوکانداری کی تہمت سننے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ دوسری بار پھر آواز آئی کہ اگر یہ منظور نہیں تو گردن ٹوٹنے کی تکلیف گوارا کر۔ اسے آپ نے قبول فرمالیا۔ اسی وقت مہرۂ گردن کی ایک ہڈی اپنی ترتیب سے ہٹ کر ابھر آئی۔ اور سر سینہ پر جا پڑا۔ جس وقت کسی چیز کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی تھی تو آپ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھکر سر اٹھا کر دیکھا کرتے تھے

اخیر دم تک یہی حالت قایم رہی۔ آپ کی وفات کے بعد شیخ یعقوب آپ کے صاحبزادہ جانشین ہوئے۔ مزار لاپتہ۔

شیخ نصیر الدین چشتیؒ

آپ شیخ عبدالمومن چشتیؒ کے فرزند رشید۔ نہایت متوکل اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں بقید حیات تھے۔ مزار لاپتہ۔

شیخ نظام مجذوبؒ

آپ مجذوبان الٰہی سے ہیں۔ آپ نے لکڑی کی ایک لمبی باڑ باندھ رکھی تھی جس پر دس آدمی آرام کے ساتھ لیٹ سکتے تھے۔ اُسی پر آپ ہمیشہ بیٹھے رہا کرتے تھے۔ نیچے بہت کم اُترتے تھے۔ جو کچھ آپ کی زبان سے نکل جاتا وہ نوشتۂ تقدیر سمجھا جاتا تھا۔ علامی ابوالفضل ایام طالب علمی میں آپ کے آستانہ پر اکثر حاضر باش رہتے تھے۔ جب آپ علامی کو آتا دیکھتے تو فرمایا کرتے تھے۔ آؤ۔ وزیر چغتائی آؤ۔ آپ کی وفات کے بعد علامی ابوالفضل کے چھوٹے بھائی شیخ ابوالبرکات نے آپ کے مزار پر ایک گنبد تعمیر کرا دیا تھا جس کا بتانے والا اب کوئی دُنیا میں موجود نہیں ہے۔

میاں نظیرؒ

آپ کا اصلی نام شیخ ولی محمدؐ اور تخلص نظیر تھا۔ اکثر علوم سے آپ موصوف اور کمالات

شاعری میں بے نظیر تھے۔ طبیعت صوفیانہ واقع ہوئی تھی اور ایسی سادہ زندگی بسر کرتے تھے کہ آج اُن کے حالات زندگی سُن سُن کر تعجب و حیرت ہوتی ہے ابتدا سے وہ ایک ہندو رئیس کے لڑکوں کے پڑھانے پر پندرہ یا بیس روپیہ ماہوار کے ملازم تھے جب کمالات شاعری کا شہرہ ہوا تو اکثر والیان مُلک اور رؤسائے عہد نے بیش قرار مشاہروں اور انعام و اکرام کے وعدوں پر آپ کو طلب فرمایا مگر آپ نے اسے قناعت و وضعداری کے خلاف سمجھکر انکار کر دیا اور تمام عمر لڑکوں کو پڑھاتے رہے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کی اکثر روایتیں مشہور چلی آتی ہیں۔ پروفیسر سید محمد عبدالغفور شہباز مرحوم نے آپ کی مفصل سوانح عمری قلمبند فرمائی ہے جو چمن بے نظیر کے نام سے موسوم اور قابل دید ہے آپ کے تمام اوصاف و کمالات نیچرل شاعری کے پردہ میں ہیں۔ آپ نیچرل نظم اُردو کے تاج۔ سرتاج۔ شاہ یا شہنشاہ ہیں۔ کلام عام پسندیدہ اور صوفیانہ رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ فارسی۔ اُردو۔ ہندی تین زبانوں میں آپ کا کلام موجود ہے۔ کئی کُلیات اور بیسیوں چھوٹے بڑے رسالہ جات آپ کے چھپ کر شایع ہو چکے ہیں مگر جس قدر کلام شائع ہو چکا ہے اُس سے دو چند۔ سہ چند غیر مطبوعہ اور عوام الناس کی زبانوں پر ہے۔ آپ کا ترجیعہ بند سب سے زیادہ مشہور ہے۔ دو شنبہ کے دن ۲۶ صفر ۱۲۴۶ھ (۱۶ اگست ۱۸۳۰ء) کو آپ نے انتقال فرمایا اور اپنے مکان واقع گلی مَلکان تاجگنج میں دفن ہوئے۔ مزار پر کوئی گنبد یا کتبہ موجود نہیں ہے۔ راقم بوستاں نے اخبار مفید عام آگرہ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۳ء میں ایک اپیل بعنوان "نظیر اکبر آبادی اور اُن کی یادگار" شایع کرا کر مرمت قبر و

تعمیر چبوترہ وکتبہ وغیرہ نصب کرانے کی التجا کی تھی اور کئی ماہ تک عملی کوشش بھی کی مگر باوجود وعدہ وعید کوئی شخص آمادہ نہ ہوا اور مجبوراً خاموشی اختیار کرنی پڑی۔ اسی قبرستان میں میاں نظیر کے صاحبزادہ گلزار علی اسیر کی قبر بھی موجود ہے جس پر یہ کتبہ کندہ ہے

اوستادم میر گلزار علی ۔۔۔ چوں بسوئے خلد شد رونق فزا
بس کہ در روحانیاں شورے فتاد ۔۔۔ روح سحبان چوں شنید ایں ماجرا
آہ را بیروں کشیدہ بہر سال ۔۔۔ گفت اسیر دام ہستی شد رہا
۱۲۹۵ھ

شاہ نعمت اللہ چشتیؒ (۱۸۷۷ء)

آپ آگرہ کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔ سلطان سکندر لودی اور لشکر شاہی کے اکثر سردار اور تمام سپاہی آپ کے معتقدین سے تھے۔ مزار مبارک محلہ نئی بستی میں احاطہ نمبر ۵۲۰۵ کے اندر واقع ہے۔

ننھے میاںؒ

آپ آگرہ کے قدیم خداشناسوں میں ہیں۔ کسی کو آپ کا اصلی نام معلوم نہیں ننھے میاں کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی کئی کرامتیں مشہور ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ ایک بنیہ نوری دروازہ سے جہاں آپ مقیم تھے شکر خرید کر کے گھوڑے پر لادے ہوئے آپ کے پاس سے گذرا آپ نے دریافت کیا کہ گون میں کیا ہے۔ اس کی زبان سے نکل گیا کہ نمک ہے۔ گاؤں میں پہنچکر

جب گون کو کھولا تو شکر کی جگہ نمک دیکھا۔ یہ دیکھکر بہت گھبرایا اور روتا پٹیا شاہ صاحب کے پاس آکر قدموں پر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا جاکر دیکھ شکر ہی تو ہے جب گھر پہنچا تو گون میں شکر کو پایا۔ آپ کا مزار مسجد مدنموہن دروازہ اور سینٹ جونس کالج کی دیواروں کے درمیان میں واقع ہے۔ وہاں تک پہنچنے کا اب کوئی راستہ باقی نہیں۔ مسجد کی دیوار یا کالج کی عمارت ملحقہ سے البتہ زیارت ہو سکتی ہے۔ راقم بوستاں مسجد کی چھت پر چڑھکر زیارت سے مشرف ہوا۔ دونوں دیواروں کے درمیان میں ایک چھوٹا سا قطعہ چھوٹا ہوا ہے۔ اگر مسجد کی جنوبی دیوار میں ایک دروازہ کھول دیا جائے تو بہت مناسب ہے۔

قاضی سید نور اللہ شوستریؒ

آپ جملہ علوم عقلی و نقلی سے موصوف اور دیگر اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ صاحبِ منتخب التواریخ کا بیان ہے کہ انصاف۔ نیک نفسی حیا و تقوی اور جتنی صفتیں شریفوں میں چاہییں وہ سب آپ کی ذات میں تھیں۔ علم و حلم۔ تیزی طبیعت اور صفائی ذہن میں مشہور تھے۔ بہت سی کتابیں آپ کی تصنیف سے ہیں شیخ فیضی کی بے نقط تفسیر پر ایک عمدہ تقریظ لکھی تھی شاعر بھی تھے اور کلام بہت دلکش اور پسندیدہ ہوتا تھا۔ حکیم ابو الفتح کی سفارش سے ملازمت اکبری میں داخل ہوئے۔ اکبر نے شیخ معین کی جگہ آپ کو لاہور کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔ لاہور کے تمام مفتیوں اور قاضیوں کو آپ نے خوب ٹھیک کیا اور رشوت کا دروازہ بالکل بند کر دیا تھا۔"

آپ امامیہ مذہب کے مشاہیر فضلا سے ہیں۔ فقہ حنفی کا بھی بخوبی مطالعہ کیا تھا اور اوسی کے مطابق مقدمات فیصل فرمایا کرتے تھے۔ جہانگیر نے آپ کو لاہور سے تبدیل کر کے اپنے لشکر کا میر عدل مقرر کر لیا تھا۔ ۱۰۱۹ھ بمطابق ۱۶۱۰ء میں بادشاہ کے سامنے آپ کی زبان سے کوئی ایسا سخت کلمہ نکل گیا کہ جس سے برافروختہ ہو کر اُس نے آپ کو شہید کرا دیا۔ تاریخ از مخبر الواصلین۔

میر نور اللہ عالی انتساب — زیں زمانہ با دل آگہ شدہ

سال نقلش مظہر الحق زد رقم — عدن جائے میر نور اللہ شدہ

۱۰۱۹

آپ کا مزار متصل بنگلہ بدی وکچہری دیوانی واقع ہے۔ احاطہ میں اور بھی بہت سی قبریں ہیں۔ آپ کے مزار پر ایک کمرہ تعمیر ہو گیا ہے جو فرش فروش سے آراستہ ہے

حکیم سید نور الدین رضوی قادریؒ

آپ سید صدر الدین ابن سید امجد ولد سید حافظ عنایت اللہ ملتانی کے فرزند رشید تھے۔ آپ کے اباؤ اجداد ملتان میں سکونت پذیر اور سب صلحائے امت سے تھے۔ آپ کے جد سوم حافظ عنایت اللہ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں مع اہل و عیال آگرہ میں رونق افروز ہو کر آباد ہوئے اُس وقت سے ماہ عـــ۹ ماہوار وظیفہ دربار شاہی سے مقرر ہوا جو آپ کے والد ماجد سید صدر الدین کی حیات تک برابر ملتا رہا۔ جب آپ کا زمانہ آیا تو تصدیق کے واسطے صاحب کلکٹر ضلع کے روبرو جانا لازمی ہوا۔ آپ نے باوجود لوگوں کے بیحد اصرار کے اس امر کو منظور نہ فرمایا اور رزاق حقیقی کی روزی پر قانع ہو کر اس وظیفہ پر لات مار دی۔

ایامِ طفلی ہی سے ولایت کی نشانی آپ کی پیشانی پر عیاں تھی۔ چنانچہ سن تمیز پر پہنچکر بہت جلد آپ نے علوم و فنون خصوصاً حکمت میں کمال حاصل کر لیا اور خدا شناسی کے شوق میں بزرگان عہد کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔ سب سے پہلے آپ کو شیخ محمد چشتیؒ کی خدمت سے فیض حاصل ہوا اور انہی کی بدولت طریقت شناس سالکوں کے حالات سے پوری واقفیت پیدا کر کے حسب الحکم سید امجد علی شاہ قادریؒ اکبر آبادی کے مُرید ہوئے اور آپ کے انفاس اور توجہ کی برکت سے بہت جلد معنوی عظمت حاصل کر کے خلافت و دامادی کے شرف سے مشرف ہوئے آپ میں خُدا شناسانِ باکمال کے جُملہ پسندیدہ افعال موجود تھے صاحبِ انوار العارفین کا بیان ہے کہ میں دو مرتبہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کے اخلاق حمیدہ اور اقوال سنجیدہ ناقابل بیان ہیں۔ اگر کسی سے اتفاقیہ یا عمداً کوئی خطا آپ کے حق میں سرزد ہو جاتی ہے تو آپ اُس کے انتقام میں اُس کی راحت رسانی میں کوشش بلیغ فرماتے ہیں اور شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کے اس شعر کے مصداق ہیں ؎

شُنیدم کہ مردانِ راہِ خُدا ۔۔۔ دلِ دُشمناں ہم نکردند تنگ

اپنے آرام و آسایش پر دوستوں اور مخلصوں کی راحت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہر شخص کی تعظیم کے واسطے اُٹھتے ہیں۔ عُلما فقرا کے دوست اور اُن کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھتے۔ دیوان خانہ کے دروازہ تک اُن کا استقبال فرما کر اپنے خاص مسند کو اُن کے واسطے چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح رخصت کے وقت دروازہ تک ساتھ جاتے ہیں۔ اخیر عُمر میں مسند و تکیہ ترک کر کے دیوان خانہ میں روئی کا فرش بچھوا دیا تھا سب کے ساتھ اسی پر بیٹھتے تھے چنانچہ جب میں دوبارہ مراد آباد سے اکبر آباد گیا اور آپ کی ملازمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ

خلق خدا کو فرش پر بیٹھا ہوا دیکھکر مجھے مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھنے میں بہت شرم معلوم ہوتی تھی لہذا میں نے مسند و تکیہ ترک کر دیا ہے۔ روزانہ اکثر مرد و عورتیں حاضر خدمت ہو کر خاندان قادریہ میں آپ کی مرید ہوتی تھیں خصوصاً ماہ ربیع الثانی میں لوگ بہت کثرت سے مُرید ہوتے ہیں۔ آپ کے اوقات نہایت منضبط ہیں۔ نماز تہجد سے صبح کی نماز تک آپ مشغول بحق رہ کر بعد ادائے نماز فجر درود و ظائف مثل حرز یمانی وغیرہ کا ورد فرماتے ہیں۔ پھر نماز اشراق سے فارغ ہو کر دوستوں۔ ہم نشینوں سے ہم صحبت ہو کر بات چیت کرتے ہیں۔ دوپہر کے قریب طعام تناول فرماتے اور اکثر مخلصان خاص سے ملتے جلتے ہیں۔ زوال کے بعد نماز ظہر اول وقت پڑھکر استراحت فرماتے ہیں۔ پھر بیدار ہو کر وضو کے بعد اجلاس عام کا وقت ہوتا ہے اور لوگ خدمت بابرکت میں باریاب ہوتے ہیں۔ اس کے بعد نماز عصر جماعت کے ساتھ ادا فرماتے ہیں۔ بعد نماز مغرب ورزش وغیرہ سے فرصت پاکر آپ کھانا کھانے کے واسطے گھر میں جاتے ہیں تھوڑی دیر بعد واپس آکر مُریدوں اور معتقدوں کو تعلیم و تلقین علم باطن کی فرما کر اور نماز عشا بجماعت ادا کر کے آرام فرماتے ہیں۔
عجیب تسخیر اور تصرف آپ کی ذات میں ہے ہر امیر و غریب جو دیگر شہروں سے آگرہ میں آتا ہے آپ کی مجلس میں ضرور ہی حاضر ہوتا ہے۔ راقم نے دو سال کے قریب کبھی ان اوقات میں خلل نہیں دیکھا۔ یہاں تک مشہور ہے کہ جس دن آپ کے جوان و خوش رُو اور لایق و فایق اور اہل علم صاحبزادہ سید شبیر علی نے انتقال فرمایا اُس دن بھی آپ کے معمولات میں کچھ فرق نہیں آیا تھا اور آپ نے قضا و رضائے الٰہی پر صابر و شاکر رہ کر کچھ جزع فزع نہیں فرمائی تھی۔

بہادر شاہ ظفر کو آپ سے خاص عقیدت تھی۔ کئی مرتبہ بہت اصرار سے آپ کو دہلی میں بلایا مگر آپ تشریف نہیں لے گئے ایک مرتبہ جبکہ نواب احتشام الدولہ امین الرحمٰن خان کے اصرار سے جو آپ کے مُریدانِ جان نثار سے تھے آپ دہلی تشریف لے گئے تھے۔ ہر چند بادشاہ نے کوشش کی کہ آپ حاضر دربار ہو کر ملاقات فرمائیں مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا آخر کار ایک دن جبکہ آپ حضرت قطب الاقطابؒ کے مزار کی زیارت کے واسطے قطب صاحب میں رونق افروز تھے۔ بہادر شاہ نے وہیں حاضر خدمت ہو کر نذر پیش کی۔ آپ نے نذر تو منظور نہیں فرمائی صرف بادشاہ کا دیوان لے لیا۔ راقم بوستاں کی نظر سے بادشاہ مذکور کا ایک شقہ اور ایک غزل جو اس موقع پر تصنیف کی تھی گذری ہے۔

آپ کی کرامت کے بیان کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ رسالہ خوارق عادات میں جو حکیم سید عرفان علی شاہ صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے آپ کی ایک سو چار ۱۰۴ کرامتوں کا مفصل حال قلمبند ہے جسے شوق ہو ملاحظہ کر سکتا ہے۔ ۲۳ صفر ۱۲۰۷ھ کو جمعہ کے دن آپ نے اس دار ناپائدار سے کوچ فرمایا اور بہشت نشینوں کے ہم نشین ہوئے۔ مزار مبارک متصل شفاخانہ احاطہ دیوان خانہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

مُرشدِ آفاق نور الدین حبیبِ مصطفیٰ — سرو باغ مرتضیٰؓ مقبول رب العالمیں
سیدِ عالی نسب۔ زبدۂ انوار حق ؓ — عالمِ والاحسب۔ گنجینۂ علم الیقیں
آں طبیبِ خستہ حالاں چارۂ بیچارگاں — آں مسیح روح پرور خضر معنیٰ آفریں
کرد رحلت زیں جہاں از بہر گلگشت جناں — از غمش ماتم سرا شد ہر دل اندوہگیں

سال تاریخ وفاتش از سروش غیب گفت   آفتاب اولیا پنہاں شدہ زیر زمیں
۲۳ صفر ۱۳۰۷ھ

آپ کے صاحبزادہ حکیم مہر علیؒ زیب بوستان اخیار ہیں۔

شاہ نور الزمانؒ

آپ آگرہ کے قدیم ذی نام ور بزرگوں میں ہیں۔ آپ کا ذکر خیر کسی کتاب میں راقم کی نظر سے نہیں گذرا مگر اہل شہر کو آپ کے مزار مبارک سے بہت عقیدت ہے اور آپ کی کرامت اور بزرگی کی اکثر روایتیں اب تک مشہور چلی آتی ہیں۔ آپ کا مزار متصل درگاہ شاہ ابو العلیٰ قدس سرہٗ زیارت گاہ ہے نویں ربیع الثانی کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ چشتیہ صابریہ سلسلہ میں منسلک۔ حاجی حرمین شریفین اور خواجہ خانوں گوالیاریؒ کے مرید و خلیفہ تھے واللہ اعلم بالصواب۔

امیر نور العلاؒ

آپ سید شاہ ابو العلیٰ قدس سرہٗ کے فرزند رشید۔ مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ علم و فضل سے موصوف اور بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے آپنے ذکر نفی و اثبات کو حبس نفس کے ساتھ کمال کے درجہ کو پہنچایا شاہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد عبد الرحیمؒ کے زبانی لکھا ہے کہ میں نے کسیکو امیر نور العلا سے زیادہ راست گو نہیں دیکھا۔ میں مدت تک ان کی صحبت میں رہا اور آپ کے کلاہ مبارک اور خرقہ شریف سے مشرف ہوا۔ شیخ لطف اللہ صاحب اذکار احرار آپ ہی کے خلیفہ تھے۔ ۷ ربیع الثانی ۱۰۹۰ھ کو ۷۳ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی

اور اپنے پدر بزرگوار کے پائیں پر آسودہ ہیں۔ تعویذ مزار سادہ مگر سنگ مرمر کا ہے۔

مولوی سیّد وارث علیؒ

آپ اکبر آباد کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کے اباؤ اجداد سادات صحیح النسب اور کاکوری کے باشندے تھے۔ علم و فضل اور عہدہ قضا کے ساتھ مشیخت اور پیری مریدی کا سلسلہ مدت سے خاندان میں چلا آتا تھا۔ یہ پتہ نہیں چلا کہ آپ کے والد بزرگوار آگرہ میں کس سلسلہ سے رونق افروز تھے۔ بہرحال آپ نے آگرہ کے محلہ زین خانہ میں عالم غیب سے ظہور فرمایا۔ جس لاڈ پیار سے آپ کی پرورش ہوئی وہ اس امر سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ چار برس کی عمر تک آپ گود سے نہیں اُترے اُسی کا نتیجہ تھا کہ آپ باوجود قوی الجثّہ اور بلند قامت ہونے کے لتھڑا کر چلا کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی اور عربی زبان کی تعلیم بطور مادری زبان کے دی گئی۔ فارسی۔ اُردو گھر کی زبان تھی۔ عربی۔ انگریزی میں بھی ضرورت کے موافق آپ نے اعلیٰ تعلیم پائی خصوصاً ریاضی و ہئیت میں تو ایسا کمال حاصل کیا کہ شہرۂ آفاق ہوئے۔ آپ کے انگریزی اور ریاضی کے اُستاد پنڈت پنڈی شنکر تھے۔ ابتدائی زمانہ میں کچھ مدت تک آپ نے وکٹوریہ اسکول میں ماسٹری بھی کی تھی۔

آپ راقم بوستاں کے مخدوم خاص تھے مگر یہ امید نہ تھی کہ آپ کے حالات زندگی کے تحریر کی ضرورت اس قدر جلد پڑے گی۔ لہذا کبھی آپ سے ابتدائی حالات کے متعلق گفتگو نہیں آئی۔ افسوس کہ موت کے زبردست ہاتھوں نے خلاف اُمید آپ کو ہم سے اس قدر جلد جُدا کر دیا کہ جو باتیں تین برس پیشتر خود آپ کی زبان مبارک سے

سُن سکتے تھے وہ آج باوجود کوشش و تلاش کے بھی معلوم نہ کر سکے۔ آغاز شباب میں آپ ایک حسین و جمیل لڑکے کی کمند الفت میں پھنس کر قفسِ محبت میں محبوس ہو گئے تھے اور فرزانگی کو دیوانگی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ مدت تک معشوق کے پردۂ جمال میں قدرت الٰہی کا نمونہ دیکھتے رہے۔ لیکن زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّہَوٰتِ (لوگوں کو مرغوب چیزوں کے ساتھ دل بستگی بھلی معلوم ہوتی ہے) کے گرویدہ لوگوں سے مستثنیٰ اور صرف معشوق کی صفات کے عاشق تھے۔ اس کی ذات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ غرضکہ آپ کا یہ عشق مجازی حقیقت میں عشق حقیقی کا پہلا زینہ تھا۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے ؎

زندہ نہ آن ست کہ جانے در وست | اوست کہ از عشق نشانے در وست
مرد کہ در عشق ز جان مرو نیست | گر صفِ کافر شکند مرد نیست
زندہ دلاں خوش شن ز غم دل شوند | جانوراں پاک بہ بسمل شوند
گر نبود دیدۂ شہوت گرائے | چیست بہ از دیدنِ صنعِ خدا
دیدہ کہ در وے نظر پاک نیست | سرمۂ آں دیدہ بجز خاک نیست

اسی زمانہ سے آپ میں ایسا جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ چلتے پھرتے۔ اُٹھتے بیٹھتے گھنٹوں مراقبہ کی حالت میں رہتے تھے۔ اُس حالت میں خواہ کیسا ہی حقیقی دوست کیوں نہ ملتا کبھی اُس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے غرضکہ مجذوبِ ساکت کے جملہ اوصاف آپ کی ذات میں موجود تھے۔ نماز ظاہری سے آزاد لیکن روزہ کے اس قدر پابند تھے کہ ایّامِ ضعیفی اور بیماری میں بھی نہ چھوڑتے تھے۔ آپ کی شب کی حالت ایسی راز بستہ تھی کہ جس کا راز ہر وقت کے ہم نشینوں پر بھی اخیر دم تک نہ کھُلا

تمام ایام حیات میں جہاں جہاں رہے شب کے وقت ہمیشہ تن تنہا رہے۔ غالباً ایک رات بھی ایسی نہیں ہوگی کہ آپ کسی کے ساتھ ایک کمرہ میں بلکہ ایک مکان میں رہے ہوں جہاں رہتے مکان کی کنڈی بند کرنے کے بعد پھر خواہ کیسا ہی یار دوست نہ پکارے کیسا ہی ضروری کام کیوں نہ پیش آئے کبھی کنڈی نہ کھولتے تھے اور اگر کبھی مجبور ہو کر کھول بھی دیتے تھے تو خود دوسری جگہ چلے جاتے تھے۔ ہر چند یار دوستوں نے اس راز سے پردہ اُٹھانے کی کوشش کی مگر دم واپسیں تک یہ راز سربستہ ہی رہا جب کسی نے زیادہ اصرار کیا تو صرف یہ جواب دیکر ٹال دیا کہ گھر اور گور کا علیحدہ ہونا ہی اچھا ہے۔ غالباً والد بزرگوار کی حیات میں آپ متاہل ہو گئے تھے لیکن مدت سے قطع تعلقات کر لئے تھے آپ کی بی بی صاحبہ اور ایک صاحبزادہ سید ظہور علی نام موجود اور ریاست جے پور میں ملازم ہیں۔ بی بی بچہ سے ملنا کیا معنی ذکر تک سے گریز کرتے تھے۔

آپ کا وہ کارنامہ جس سے آئندہ نسلوں میں آپ کا نام نامی نیکنامی کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہیگا آپ کی تصانیف و تالیفات کا سلسلہ ہے چونکہ آپ کی طبیعت فطرتاً اخفا دوست واقع ہوئی تھی۔ لہذا بمفحوائے اَلشُّهرَةُ آفَتٌ وَالخُمُولُ رَاحَتٌ (شہرت آفت اور گمنامی آسائش ہے) آپ کو شہرت سے نفرت اور گمنامی سے اُلفت تھی بیسیوں کتابیں سیکڑوں اعلیٰ درجہ کے مضامین بلا نام یا دوسروں کے نام سے شائع کرا دئے جس کا نگارندۂ بوستاں کو ذاتی علم ہے یہی وجہ ہے کہ آج آپ کی تصانیف کی مکمل فہرست پیش کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ آپ کا قلم مشین کی طرح برابر چلتا رہتا تھا۔ آخیر عمر میں بھی جبکہ آپ متواتر بیماریوں کی وجہ سے نہایت کمزور ہو گئے تھے۔ ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا تھا طبیبوں اور ڈاکٹروں نے کسی قسم کی دماغی

محنت کی قطعی ممانعت کردی تھی مگر آپ کا ہاتھ نہ رکتا تھا - اگرچہ رعشہ کی وجہ سے دیر میں لکھا جاتا تھا مگر ہمیشہ قلم برداشتہ اور نستعلیق لکھتے تھے - آپ کا قلم قلم وحی کا مقلد تھا کہ جو ایک مرتبہ نکل گیا وہ پتھر کی لکیر ہوگیا - لکھکر وہ دوبارہ پڑھا جاتے ہی نہ تھے اور واقعی کچھ ایسا کمال حاصل تھا کہ ایک نکتہ کی بھی غلطی نہ رہتی تھی - یہاں تک کہ انگریزی سے اُردو یا اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے میں بھی یہ ہی حالت تھی - مشکل سی مشکل انگریزی کتابوں یا مضامین کا ترجمہ اِس نفاست اور خوبی سے قلم برداشتہ لکھتے جاتے تھے کہ بڑے بڑے قابل بی - اے اور ایم - اے محو حیرت ہو کر آپ کا مُنہ تکا کرتے تھے - سب سے پہلے آپ نے ریاضی کے چند رسالے قلمبند فرمائے جو اُستاد کے نام سے شایع ہوئے - اس کے بعد کئی برس تک آپ آگرہ کے مشہور اور مرحوم اخبار اسلام آگرہ کے اڈیٹر رہے جن لوگوں کی نگاہ سے اس اخبار کے پرزور مضامین گذرے ہیں وہ آج تک اُس کو یاد کرتے ہیں سنہ ۱۸۹۲ء سے سنہ ۱۸۹۸ء تک ایک بے نظیر جنتری تقویم حسینی کے نام سے آپ مرتب کرتے رہے جو سنہ ۱۸۹۷ء تک مطبع اکبری سے شایع ہوتی رہی اور سنہ ۱۸۹۸ء کی قلمی لکھی ہوئی دفتر مطبع مذکور میں موجود ہے - اکثر جنتریاں اس مطبع میں موجود ہیں جن میں شہر کے روزانہ واقعات آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں - رسالہ نئی روشنی کے بھی جو ایک عالمانہ میگزین تھا آپ اڈیٹر رہے - رسالہ مڈیکل جنرل آگرہ جو ایک ڈاکٹری رسالہ تھا مدت تک آپ کے زیر اہتمام و امداد نکلتا رہا - آپ کی سب سے مشہور اور ضخیم کتاب شمس التواریخ ہے جس کے پہلے حصّہ میں حضور رسول مقبول صلعم اور آپ کے خاندان کے مفصل واقعات معجزات - غزوات وغیرہ

دوسرے تیسرے حصہ میں خلیفہ اول و دوم کی عہد خلافت کے واقعات نہایت سلیس اُردو اور سلف صالحین کے طرز پر قلمبند کئے ہیں۔ یکم محرم ۱۳۱۷ھ کو اس کی بسم اللہ ہوئی تھی یہ کتاب مطبع لامع النور آگرہ سے شایع ہو کر بے انتہا مقبول ہوئی۔ جب آپ خلیفہ دوم کے حالات قلمبند فرما چکے تو مالکان مطبع نے بقیہ خلافت راشدہ کے حالات لکھنے کی فرمایش کی مگر آپ نے باوجود اصرار انکار کیا اور فرمایا کہ اب میں آگے قلم نہیں اُٹھا سکتا ممکن ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی جھگڑوں میں میرے قلم سے کسیکی شان میں کوئی خلاف کلمہ نکل جائے جو میری آخرت کی خرابی کا باعث ہو۔ آپ تاریخ نویسی میں طرز قدیم کے پیرو اور انگریزی طرز کے مخالف تھے۔ چنانچہ اسی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ اِس زمانہ کی تحریریں جہاں تک میری نظر سے گذریں وہ خواہ مخواہ اور بلا ضرورت انگریزی رنگ پکڑتی جاتی ہیں میں نے اس اہم بیان کو اُسی طرح لکھا ہے جیسے کہ ہمارے سلف صالح ابتدا سے لکھتے چلے آتے ہیں تاکہ تصنع کے باعث اس کے کسی خط و خال میں فرق نہ آوے اور مسلمانوں کی موجودہ اور آیندہ نسلوں پر اس کا پاک و ربانی اثر پڑے جس کی نہایت ضرورت ہے الخ"۔ ایک کتاب کے ریویو میں لکھتے ہیں "نئے خیالات کے ڈر سے نئی باتیں بنائی جاتی ہیں اور تازہ تازہ تاویلیں گڑھی جاتی ہیں جو رفتہ رفتہ قوم کے عروج و زوال کے حالات بن جاوینگی اور اسلام کی سماویت بالکل جاتی رہیگی اور پیر معجزات کو کوئی قبول بھی نہ کریگا اور جب اسلاف اور اخلاف کے بیان میں اختلاف ہوگا تو اذا التعارضا تساقطا پر عمل ہوکے نہ یہ مانے جاینگے نہ وہ اور یہ مثل صادق ہو جاویگی "ہانڈی دونوں دین سے

خلق خدا کو فرش پر بیٹھا ہوا دیکھکر مجھے مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھنے میں بہت شرم معلوم ہوتی تھی لہذا میں نے مسند و تکیہ ترک کر دیا ہے۔ روزانہ اکثر مرد و عورتیں حاضر خدمت ہوکر خاندان قادریہ میں آپ کی مرید ہوتی تھیں خصوصاً ماہ ربیع الثانی میں لوگ بہت کثرت سے مُرید ہوتے ہیں۔ آپ کے اوقات نہایت منضبط ہیں۔ نماز تہجد سے صبح کی نماز تک آپ مشغول بحق رہ کر بعد ادائے نماز فجر درود و وظائف مثل حرز یمانی وغیرہ کا ورد فرماتے ہیں۔ پھر نماز اشراق سے فارغ ہوکر دوستوں۔ ہم نشینوں سے ہم صحبت ہوکر بات چیت کرتے ہیں۔ دوپہر کے قریب طعام تناول فرماتے اور اکثر مخلصان خاص سے ملتے جلتے ہیں۔ زوال کے بعد نماز ظہر اول وقت پڑھکر استراحت فرماتے ہیں۔ پھر بیدار ہوکر وضو کے بعد اجلاس عام کا وقت ہوتا ہے اور لوگ خدمت بابرکت میں باریاب ہوتے ہیں۔ اس کے بعد نماز عصر جماعت کے ساتھ ادا فرماتے ہیں۔ بعد نماز مغرب ورزش وغیرہ سے فرصت پاکر آپ کھانا کھانے کے واسطے گھر میں جاتے ہیں تھوڑی دیر بعد واپس آکر مُریدوں اور معتقدوں کو تعلیم و تلقین علم باطن کی فرماکر اور نماز عشا بجماعت ادا کرکے آرام فرماتے ہیں۔ عجیب تسخیر اور تصرف آپ کی ذات میں ہے ہر امیر و غریب جو دیگر شہروں سے آگرہ میں آتا ہے آپ کی مجلس میں ضرور ہی حاضر ہوتا ہے۔ راقم نے دو سال کے قریب کبھی ان اوقات میں خلل نہیں دیکھا۔ یہاں تک مشہور ہے کہ جس دن آپ کے جوان و خوش رُو اور لایق و فایق اور اہل علم صاحبزادہ سید شبیر علی نے انتقال فرمایا اُس دن بھی آپ کے معمولات میں کچھ فرق نہیں آیا تھا اور آپ نے قضاء و رضاء الٰہی پر صابر و شاکر رہ کر کچھ جزع فزع نہیں فرمائی تھی۔

بہادر شاہ ظفر کو آپ سے خاص عقیدت تھی۔ کئی مرتبہ بہت اصرار سے آپ کو دہلی میں بلایا مگر آپ تشریف نہیں لے گئے ایک مرتبہ جبکہ نواب احتشام الدولہ امین الرحمن خان کے اصرار سے جو آپ کے مریدان جان نثار سے تھے آپ دہلی تشریف لے گئے تھے۔ ہر چند بادشاہ نے کوشش کی کہ آپ حاضر دربار ہو کر ملاقات فرمائیں مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا آخر کار ایک دن جبکہ آپ حضرت قطب الاقطابؒ کے مزار کی زیارت کے واسطے قطب صاحب میں رونق افروز تھے۔ بہادر شاہ نے وہیں حاضر خدمت ہو کر نذر پیش کی۔ آپ نے نذر تو منظور نہیں فرمائی صرف بادشاہ کا دیوان لے لیا۔ راقم بوستاں کی نظر سے بادشاہ مذکور کا ایک شقہ اور ایک غزل جو اس موقع پر تصنیف کی تھی گذری ہے۔

آپ کی کرامت کے بیان کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ رسالہ خوارق عادات میں جو حکیم سید عرفان علی شاہ صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے آپ کی ایک سو چار ۱۰۴ کرامتوں کا مفصل حال قلمبند ہے جسے شوق ہو ملاحظہ کر سکتا ہے۔ ۲۲ صفر ۱۲۰۷ھ کو جمعہ کے دن آپ نے اس دار ناپائدار سے کوچ فرمایا اور بہشت نشینوں کے ہم نشین ہوئے۔ مزار مبارک متصل شفاخانہ احاطہ دیوان خانہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

مرشد آفاق نور الدین حبیب مصطفیٰ ۔۔۔ سرو باغ مرتضیٰؓ مقبول رب العالمیں
سید عالی نسب۔ زبدۂ انوار حق ۔۔۔ عالم والا حسب۔ گنجینۂ علم الیقیں
آں طبیب خستہ حالاں چارۂ بیچارگاں ۔۔۔ آں مسیح روح پرور خضر معنی آفریں
کرد رحلت زیں جہاں از بہر گلگشت جناں ۔۔۔ از غمش ماتم سرا شد ہر دل اندوہگیں

سال تاریخ وفاتش اوسروش غیب گفت   آفتابِ اولیا پنہاں شُدہ زیرِ زمیں
۲۳ صفر ۱۲۰۷ھ

آپ کے صاحبزادہ حکیم مہر علیؒ زیب بوستان اخیار ہیں۔

شاہ نور الزمانؒ

آپ آگرہ کے قدیم ونامور بزرگوں میں ہیں۔ آپ کا ذکر خیر کسی کتاب میں راقم کی نظر سے نہیں گذرا مگر اہل شہر کو آپ کے مزار مبارک سے بہت عقیدت ہے اور آپ کی کرامت اور بزرگی کی اکثر روایتیں اب تک مشہور چلی آتی ہیں۔ آپ کا مزار متصل درگاہ شاہ ابوالعُلیٰ قدس سرہٗ زیارت گاہ ہے نویں ربیع الثانی کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ چشتیہ صابریہ سلسلہ میں منسلک۔ حاجی حرمین شریفین اور خواجہ خانوں گوالیاریؒ کے مُرید وخلیفہ تھے واللہ اعلم بالصواب۔

امیر نور العلاؒ

آپ سید شاہ ابوالعلیٰ قدس سرہٗ کے فرزند رشید۔ مُرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ علم وفضل سے موصوف اور بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے۔ آپ نے ذکر نفی واثبات کو حبس نفس کے ساتھ کمال کے درجہ کو پہنچایا شاہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد عبدالرحیمؒ کے زبانی لکھا ہے کہ میں نے کسیکو امیر نور العلا سے زیادہ راست گو نہیں دیکھا۔ میں مدت تک ان کی صحبت میں رہا اور آپ کے کُلاہ مُبارک اور خرقہ شریف سے مشرف ہوا شیخ لطف اللہ صاحبِ اذکار احرار آپ ہی کے خلیفہ تھے۔ ۷ ربیع الثانی ۱۰۹۰ھ کو ۷۳ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی

اور اپنے پدر بزرگوار کے پائیں پر آسودہ ہیں۔ تعویذ مزار سادہ مگر سنگ مرمر کا ہے۔

مولوی سیّد وارث علیؒ

آپ اکبر آباد کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد سادات صحیح النسب اور کاکوری کے باشندے تھے۔ علم و فضل اور عہدہ قضا کے ساتھ مشیخت اور پیری مریدی کا سلسلہ مدت سے خاندان میں چلا آتا تھا۔ یہ پتہ نہیں چلا کہ آپ کے والد بزرگوار آگرہ میں کس سلسلہ سے رونق افروز تھے۔ بہرحال آپ نے آگرہ کے محلہ زین خانہ میں عالم غیب سے ظہور فرمایا۔ جس لاڈ پیار سے آپ کی پرورش ہوئی وہ اس امر سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ چار برس کی عمر تک آپ گود سے نہیں اترے اُسی کا نتیجہ تھا کہ آپ باوجود قوی الجثہ اور بلند قامت ہونے کے لنگڑا کر چلا کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی اور عربی زبان کی تعلیم بطور مادری زبان کے دی گئی۔ فارسی۔ اُردو گھر کی زبان تھی۔ عربی۔ انگریزی میں بھی ضرورت کے موافق آپ نے اعلیٰ تعلیم پائی خصوصاً ریاضی و ہئیت میں تو ایسا کمال حاصل کیا کہ شہرۂ آفاق ہوئے۔ آپ کے انگریزی اور ریاضی کے اُستاد پنڈت پنڈی شنکر تھے۔ ابتدائی زمانہ میں کچھ مدت تک آپ نے وکٹوریہ اسکول میں ماسٹری بھی کی تھی۔

آپ راقم بوستاں کے مخدوم خاص تھے مگر یہ امید نہ تھی کہ آپ کے حالات زندگی کے تحریر کی ضرورت اس قدر جلد پڑے گی۔ لہٰذا کبھی آپ سے ابتدائی حالات کے متعلق گفتگو نہیں آئی۔ افسوس کہ موت کے زبردست ہاتھوں نے خلاف امید آپ کو ہم سے اس قدر جلد جُدا کر دیا کہ جو باتیں تین برس پیشتر خود آپ کی زبان مبارک سے

سُن سکتے تھے وہ آج باوجود کوشش و تلاش کے بھی معلوم نہ کر سکے۔ آغاز شباب میں آپ ایک حسین و جمیل لڑکے کی کمند الفت میں پھنس کر قفسِ محبت میں محبوس ہو گئے تھے اور فرزانگی کو دیوانگی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ مدت تک معشوق کے پردۂ جمال میں قدرت الٰہی کا نمونہ دیکھتے رہے۔ لیکن زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ (لوگوں کو مرغوب چیزوں کے ساتھ دل بستگی بھلی معلوم ہوتی ہے) کے گرویدہ لوگوں سے مستثنیٰ اور صرف معشوق کی صفات کے عاشق تھے۔ اس کی ذات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ غرضکہ آپ کا یہ عشق مجازی حقیقت میں عشق حقیقی کا پہلا زینہ تھا۔
حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے ؎

زندہ نہ آن ست کہ جانے در وست — اوست کہ از عشق نشانے در وست
مرد کہ در عشق زجان مرد نیست — گر صفِ کافر شکند مرد نیست
زندہ دلاں خوش ز غم دل شوند — جانوراں پاک بہ بسمل شوند
گر نبود دیدۂ شہوت گرائے — چیست بہ از دیدنِ صنعِ خدا
دیدہ کہ در وے نظر پاک نیست — بہتر آں دیدہ بجز خاک نیست

اسی زمانہ سے آپ میں ایسا جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ چلتے پھرتے۔ اُٹھتے بیٹھتے گھنٹوں مراقبہ کی حالت میں رہتے تھے۔ اُس حالت میں خواہ کیسا ہی حقیقی دوست کیوں نہ ملتا کبھی اُس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے غرضکہ مجذوب سالک کے جملہ اوصاف آپ کی ذات میں موجود تھے۔ نماز ظاہری سے آزاد لیکن روزہ کے اس قدر پابند تھے کہ ایام ضعیفی اور بیماری میں بھی نہ چھوڑتے تھے۔ آپ کی شب کی حالت ایسی راز بستہ تھی کہ جس کا راز ہر وقت کے ہم نشینوں پر بھی اخیر دم تک نہ کھلا

تمام ایام حیات میں جہاں جہاں رہے شب کے وقت ہمیشہ تن تنہا رہے۔ غالباً ایک رات بھی ایسی نہیں ہوگی کہ آپ کسی کے ساتھ ایک کمرہ میں بلکہ ایک مکان میں رہے ہوں جہاں رہتے مکان کی کُنڈی بند کرنے کے بعد پھر خواہ کیسا ہی یار دوست نہ پکارے کیسا ہی ضروری کام کیوں نہ پیش آئے کبھی کنڈی نہ کھولتے تھے اور اگر کبھی مجبور ہوکر کھول بھی دیتے تھے تو خود دوسری جگہ چلے جاتے تھے۔ ہرچند یار دوستوں نے اس راز سے پردہ اُٹھانے کی کوشش کی مگر دم واپسیں تک یہ راز سربستہ ہی رہا جب کسی نے زیادہ اصرار کیا تو صرف یہ جواب دیکر ٹال دیا کہ گھر اور گور کا علیحدہ ہونا ہی اچھا ہے۔ غالباً والد بزرگوار کی حیات میں آپ متاہل ہوگئے تھے لیکن مدت سے قطع تعلقات کرلئے تھے آپ کی بی بی صاحبہ اور ایک صاحبزادہ سید ظہور علی نام موجود اور ریاست جے پور میں ملازم ہیں۔ بی بی بچہ سے ملنا کیا معنی ذکر تک سے گریز کرتے تھے۔

آپ کا وہ کارنامہ جس سے آئندہ نسلوں میں آپ کا نام نامی نیکنامی کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہیگا آپ کی تصانیف و تالیفات کا سلسلہ ہے۔ چونکہ آپ کی طبیعت فطرتاً اخفا دوست واقع ہوئی تھی۔ لہذا بفحوائے اَلشُّهْرَةُ آفَةٌ وَالْخُمُوْلُ رَاحَةٌ (شہرت آفت اور گمنامی آسایش ہے) آپ کو شہرت سے نفرت اور گمنامی سے اُلفت تھی بیسیوں کتابیں سیکڑوں اعلیٰ درجہ کے مضامین بلا نام یا دوسروں کے نام سے شائع کرادئے جس کا نگارندۂ بوستاں کو ذاتی علم ہے یہی وجہ ہے کہ آج آپ کی تصانیف کی مکمل فہرست پیش کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ آپ کا قلم مشین کی طرح برابر چلتا رہتا تھا۔ آخیر عمر میں بھی جبکہ آپ متواتر بیماریوں کی وجہ سے نہایت کمزور ہوگئے تھے۔ ہاتھ میں رعشہ پیدا ہوگیا تھا طبیبوں اور ڈاکٹروں نے کسی قسم کی دماغی

محنت کی قطعی ممانعت کردی تھی مگر آپ کا ہاتھ نہ رُکتا تھا۔ اگرچہ رعشہ کی وجہ سے دیر میں لکھا جاتا تھا مگر ہمیشہ قلم برداشتہ اور نستعلیق لکھتے تھے۔ آپ کا قلم قلم وحی کا مقلد تھا کہ جو ایک مرتبہ نکل گیا وہ پتھر کی لکیر ہوگیا۔ لکھکر وہ دوبارہ پڑھنا جانتے ہی نہ تھے اور واقعی کچھ ایسا کمال حاصل تھا کہ ایک نکتہ کی بھی غلطی نہ رہتی تھی۔ یہاں تک کہ انگریزی سے اُردو یا اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے میں بھی یہ ہی حالت تھی مشکل سی مشکل انگریزی کتابوں یا مضامین کا ترجمہ اس نفاست اور خوبی سے قلم برداشتہ لکھتے جاتے تھے کہ بڑے بڑے قابل بی۔اے اور ایم۔اے محو حیرت ہو کر آپ کا منہ تکا کرتے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے ریاضی کے چند رسالے قلمبند فرمائے جو اُستاد کے نام سے شایع ہوئے۔ اس کے بعد کئی برس تک آپ آگرہ کے مشہور اور مرحوم اخبار اسلام آگرہ کے اڈیٹر رہے جن لوگوں کی نگاہ سے اس اخبار کے پرزور مضامین گذرے ہیں وہ آج تک اُس کو یاد کرتے ہیں ۱۸۹۲ء سنہ سے ۱۸۹۸ء سنہ تک ایک بے نظیر جنتری تقویم حسینی کے نام سے آپ مرتب کرتے رہے جو ۱۸۹۷ء سنہ تک مطبع اکبری سے شایع ہوتی رہی اور ۱۸۹۸ء سنہ کی قلمی لکھی ہوئی دفتر مطبع مذکور میں موجود ہے۔ اکثر جنتریاں اس مطبع میں موجود ہیں جن میں شہر کے روزانہ واقعات آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ رسالہ نئی روشنی کے بھی جو ایک عالمانہ میگزین تھا آپ اڈیٹر رہے۔ رسالہ مڈیکل جنرل آگرہ جو ایک ڈاکٹری رسالہ تھا مدت تک آپ کے زیر اہتمام و امداد نکلتا رہا۔ آپ کی سب سے مشہور اور ضخیم کتاب شمس التواریخ ہے جس کے پہلے حصہ میں حضور رسول مقبول صلعم اور آپ کے خاندان کے مفصل واقعات معجزات۔ غزوات وغیرہ

دوسرے تیسرے حصہ میں خلیفہ اول و دوم کی عہد خلافت کے واقعات نہایت سلیس اُردو اور سلف صالحین کے طرز پر قلمبند کئے ہیں۔ یکم محرم ۱۳۱۷ھ کو اس کی بسم اللہ ہوئی تھی یہ کتاب مطبع لامع النور آگرہ سے شایع ہو کر بے انتہا مقبول ہوئی۔ جب آپ خلیفہ دوم کے حالات قلمبند فرما چکے تو مالکان مطبع نے بقیہ خلافت راشدہ کے حالات لکھنے کی فرمایش کی مگر آپ نے باوجود اصرار انکار کیا اور فرمایا کہ اب میں آگے قلم نہیں اُٹھا سکتا ممکن ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی جھگڑوں میں میرے قلم سے کسی کی شان میں کوئی خلاف کلمہ نکل جائے جو میری آخرت کی خرابی کا باعث ہو۔ آپ تاریخ نویسی میں طرز قدیم کے پیرو اور انگریزی طرز کے مخالف تھے۔ چنانچہ اسی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ اس زمانہ کی تحریریں جہاں تک میری نظر سے گذریں وہ خواہ مخواہ اور بلا ضرورت انگریزی رنگ پکڑتی جاتی ہیں میں نے اس اہم بیان کو اُسی طرح لکھا ہے جیسے کہ ہمارے سلف صالح ابتدا سے لکھتے چلے آتے ہیں تاکہ تصنع کے باعث اس کے کسی خط و خال میں فرق نہ آوے اور مسلمانوں کی موجودہ اور آیندہ نسلوں پر اس کا پاک و ربانی اثر پڑے جس کی نہایت ضرورت ہے الخ"۔ ایک کتاب کے ریویو میں لکھتے ہیں "نئے خیالات کے ڈر سے نئی باتیں بنائی جاتی ہیں اور تازہ تازہ تاویلیں گڑھی جاتی ہیں جو رفتہ رفتہ قوم کے عروج و زوال کے حالات بن جاوینگی اور اسلام کی سماویت بالکل جاتی رہیگی اور پھر معجزات کو کوئی قبول بھی نہ کریگا اور جب اسلاف اور اخلاف کے بیان میں اختلاف ہوگا تو اذا التعارضا تساقطا پر عمل ہو کے نہ یہ مانے جاینگے نہ وہ اور یہ مثل صادق ہو جاویگی "پانڈے دونوں دین سے

سگئے نہ حلوہ ملا نہ مانڈے"۔ اِس لئے میری رائے میں مؤرخین اسلام کو اپنے سلف صالحین کے بیان سے ایک قدم باہر نہ رکھنا چاہئیے اور نتیجہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہئیے اگر اسلام سچا ہے تو وہ خود حالت سنبھال لیگا۔ ہمیں جن لوگوں کے ہاتھ سے اسلام پہنچا ہے ہم اُن سے خلاف کیوں کریں اور پھر تیرہ سو برس کے بعد انگریزی تعلیم کے ڈر سے جس کا حال خود ہر وقت و ہر ساعت بدلتا رہتا ہے صبح اگر سفید ہے تو رات کو سیاہ کیوں ہم متاثر ہوں"۔ شمس التواریخ کے علاوہ سانحہ کربلا معرکہ کربلا جنگ روس و جاپان و رسالہ عروض۔ حیرت وغیرہ کئی کتابیں آپ کی اور بھی طبع ہو کر شائع اور مقبول خاص و عام ہو چکی ہیں۔ ان کے علاوہ ترجمہ شمس النہر العض مولفہ مولوی شمس الدین خاں بی اے سب جج (۱۸۹۷ء) ہدایتہ النحو۔ مفتاح الادب۔ بداہتہ الادب فی لسان العرب۔ رسالہ صرف۔ رسالہ نحو وغیرہ چند صرف نحو کے ۲۱ ورق کے رسالے جو جنوری اور فروری ۱۸۹۷ء کے لکھے ہوئے ہیں کتب خانہ محمدیہ آگرہ میں قلمی موجود ہیں۔ ان کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔

دو تین کتابوں کے تالیف کی آپ کو تمام عمر تمنا رہی اور مرتے وقت صرف یہ ہی ایک دیرینہ تمنا آپ اپنے ساتھ لے گئے ان میں پہلی کتاب قرآن مجید کی تفسیر ہے جسے مرحوم ایک جدید طرز پر نہایت خوبصورتی اور اعلیٰ پیمانہ پر لکھنا اور چھپوانا چاہتے تھے اور اس کے متعلق بہت سا ذخیرہ فراہم کر کے دو تین پاروں کی تفسیر لکھ بھی چکے تھے ان میں پارہ الم کی تفسیر کتب خانہ محمدیہ آگرہ میں موجود ہے۔

اس کے متعلق خود ایک مقام پر لکھتے ہیں "میں نے پہلے کلام مجید اور فرقان حمید کی تفسیر و تحقیق لغات کی طرف توجہ کی۔ لیکن کتاب اقدس کے ہاتھ میں لیتے ہی

آنکھیں کھُلیں کہ اس۔ کے مضامین بغیر واقفیت تاریخ اسلام اور سوانح عُمری حضرت رسول انام صلعم کے سمجھ میں نہیں آسکتے پس اس تھپیڑے سے کُتب سیر کے بحرِ ذخّار میں جا پڑا۔" اگرچہ اِس بے نظیر تفسیر کی تکمیل کی نوبت نہیں آئی مگر اس کی کچھ جھلک ہفت سورہ مطبوعہ مطبع عثمانی ۱۳۱۸ھ اور پنجسورہ مطبوعہ مطبع مذکور ۱۹۰۲ء کے ترجمہ۔ اسناد اور حاشیہ وغیرہ میں نُمایاں ہے جو آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔ قرآن پاک کے انگریزی ترجمہ سے بھی آپ کو بہت دلچسپی تھی۔ بیس پچیس برس کا عرصہ ہوا کہ ایک مُسلمان اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ شروع کیا تھا اُس وقت کوئی مسلمان مالک مطبع قرآن مجید کو مع انگریزی ترجمہ کے چھاپنے پر آمادہ نہ ہوا۔ مولوی مجید الدین صاحب مالک مطبع اکبری نے اپنے پیر کی اجازت اور آپ کے مشورہ سے اس کام کو منظور کر لیا اور جو آٹھ صفحہ کی پہلی کاپی بطور نمونہ چھاپی گئی اُس کے انگریزی حصہ کو خود آپ نے اپنے اہتمام سے ٹائپ میں جا کر چھپوایا لیکن مترجم صاحب کے تبادلہ ہو جانے سے دوسری کاپی کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ دوسری کتاب جس کے خیالات آپ کے دل میں ہمیشہ موجزن رہے۔ ایک اسلامی قاموس العلوم (انسائیکلوپیڈیا) کی تالیف تھی اِس کا بھی کچھ مواد فراہم کر لیا تھا مگر آگرہ میں بہت سی کتابیں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے یہ کام نہ ہو سکا۔ تیسری کتاب جس کی طبع کا آپ کو بہت ہی اشتیاق تھا منشی معین الدین صاحب کی تاریخ آگرہ تھی جس کے بعض مضامین خود آپ کے لکھے ہوئے تھے اور تلاش و ترتیب میں تو برابر آپ ساعی رہے تھے اس کتاب کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ معین الآثار کے نام سے شایع ہوا لیکن وہ حصہ جس سے آپ کو خاص دلچسپی تھی شائع نہ ہو سکا اور آپ نے منشی صاحب

موصوف کے خیال سے بطور خود اس کو قلمبند کرنا خلاف وضع خیال فرمایا۔ منشی صاحب موصوف۔ راقم بوستان اور آپ کئی برس تک تعطیل کے ایام میں قدیم عمارات کی تلاش و پیمایش وغیرہ میں بادیہ پیما رہے ہیں۔ آپ کا سب سے آخری مضمون جو آپ کے علمی مشاغل کا تمت بالخیر اور آپ کی وفات کے بعد رسالہ العزیز آگرہ ماہ جولائی ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا مرض سِل پر ہے اور تہائی رسّس یا کن سمشن کے عنوان سے موسوم ہے۔ راقم الحروف کو تالیف کا شوق آپ ہی کی صحبت اور نظر عنایت سے حاصل ہوا چنانچہ میں نے سب سے پہلے ۱۹۰۳ء میں تحصیل باہ ضلع آگرہ سے رسالہ حیات صالح (سوانح عمری نواب سعد اللہ خاں) قلمبند کر کے آپ کی خدمت بابرکت میں روانہ کیا۔ آپ نے اُس کو ملاحظہ فرما کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور خود دست مبارک سے صاف اور اکثر جگہ اصلاح فرما کر اپنے اہتمام سے چھپوا دیا۔ اس کے بعد حیات خسرو بھی آپ کے شرف ملاحظہ سے مشرف ہو کر طبع ہوئی غرضکہ ؎

شمع من یافتہ ضیا از وے — مس من گشتہ کیمیا از وے

تصنیف و تالیف کے علاوہ آپ کا تمام وقت درس و تدریس میں صرف ہوتا تھا۔ عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ انگریزی خصوصاً ریاضی بہت کثرت سے لوگ آپ سے پڑھا کرتے تھے۔ اکثر کالجوں کے اعلیٰ درجوں کے طالبعلم بھی آپ سے ریاضی سیکھا کرتے تھے۔ شروع میں آپ بالکل مفت پڑھایا کرتے تھے لیکن آخیر میں متمول لوگوں سے اُجرت قبول فرما لیتے تھے۔ آگرہ میں ہزارہا آپ کے شاگرد موجود ہیں۔ جو سب آپ کی تعلیم و برتاؤ کے مداح ہیں آپ چھوٹے بڑے سب شاگردوں سے نہایت محبت و اُلفت سے پیش آتے اور سب کو یار کے لقب سے مخاطب فرمایا کرتے تھے۔

باوجود اس کے کہ آپ تمام عمر اپنے کمالات ظاہری و باطنی کے اخفا کرنے میں کوشاں رہے مگر پھر بھی خدا شناسوں کے بہت سے پسندیدہ افعال آپ کے چہرہ پر نمایاں تھے نہایت متوکل۔ قناعت دوست۔ اخفا پسند۔ صلح کل۔ بلند ہمت۔ گرسنگی پرور اور صادق القول بزرگ تھے۔ آپ کا وعدہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا سا وعدہ اور پتھر کی لکیر ہوتا تھا۔ جس بات کا ایک مرتبہ وعدہ فرما لیتے خواہ کیسی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھاتے۔ کیسے ہی موانع کیوں نہ پیش آجاتے مگر حتی المقدور وعدہ کو ضرور وفا فرماتے تھے۔ ایام شباب میں دوست سے کچھ امداد کا وعدہ کر لیا تھا۔ تصنیف و تالیف درس و تدریس سے جو کچھ ہاتھ لگتا اوس کو دیدیتے تھے۔ خود متوکلانہ زندگی بسر کرتے۔ یار دوستوں۔ شاگردوں کے یہاں بلا طلب جو کچھ مل جاتا خوشی سے کھا لیتے تین تین۔ چار چار وقت بھوکے رہتے لیکن کبھی دل تنگ نہ ہوتے نہ زبان پر لاتے تھے۔ یار کی بی بی کی جھڑکیاں سہتے۔ لیکن کچھ خیال نہ کرتے اور جو کچھ کماتے سب یار کی نظر کر دیتے اور اُس کے بچوں کے ساتھ اپنے بچوں سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ اخیر دم تک یہ ہی حال رہا۔ آپ کی غذا نہایت سادہ تھی۔ میسنی روٹی۔ چٹنی آچار اور ماش کی دال کو بہت خوشی سے نوش فرماتے اور ان کے ہوتے ہوئے پلاؤ زردہ وغیرہ کی نعمت پر ہاتھ نہ ڈالتے تھے۔ آپ اعلیٰ۔ اوسط اور ادنیٰ ہر طبقہ کے لوگوں سے نہایت خلق اور اس محبت سے ملتے تھے کہ ہر شخص یہ ہی خیال کرتا تھا کہ سب سے زیادہ مجھ سے آپ محبت رکھتے ہیں جس طرح ایک ڈپٹی کلکٹر یا منصف سے ملاقات فرماتے اُسی طرح ایک بازاری اور لونی سے ادنیٰ شخص سے ملتے تھے اسی وجہ سے آپ کی ہر دل عزیزی بہت بڑھی ہوئی تھی جس طرح

آپ کسی شریف ورئیس کے دولت خانہ پر جانے سے نہ جھجکتے تھے اسی طرح بوقت ضرورت بلا کسی خیال ولحاظ کے طوائفوں کے مکانات پر بھی چلے جاتے اور اُن کے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ سادگی کا یہ عالم تھا کہ جو آدمی آپ سے ناواقف ہوتا وہ بمشکل آپ کو ایک پڑھا لکھا ہوا شخص تصور کرسکتا تھا۔ اکثر و بیشتر شام کے وقت بازار میں مجذوبانہ صورت اور استغراق کی حالت میں پھرا کرتے یا کشمیری بازار میں کسی دوکان پر مراقبہ کی حالت میں بیٹھے رہتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی قسم سے طالب امداد ہوتا تو حتی المقدور جس قدر ہو سکتا اُس کی امداد فرماتے۔ اگرچہ نماز کے پابند نہ تھے مگر نہایت رقیق القلب اور خوش اعتقاد تھے۔ معمولی وعظ و نصیحت و مرثیے سُنکر بے اختیار زار و قطار رو دیتے تھے۔ عشرہ کے دن تعزیوں کے ساتھ کربلا میں ضرور پہنچتے تھے۔

آپ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ (وطن کی محبت۔ ایمان کی نشانی ہے) کی تفسیر اور اکبر آباد کے عاشق زار تھے۔ ہمیشہ دہلی پر اُسے فوقیت دیتے اور اس شہر سے کہیں دوسری جگہ آباد ہونے کو کفر کی برابر سمجھتے تھے۔ شہروں میں اکبر آباد۔ بادشاہوں میں اکبر اعظم۔ عمارتوں میں روضہ اکبر۔ مطبعوں میں مطبع اکبری۔ مسجدوں میں مسجد اکبری کو فوقیت دیتے گویا لفظ اکبر کے عاشق زار تھے۔ اکبر کے روضہ سے ایسا عشق تھا کہ اگر موقع ہوتا تو دن میں دو تین مرتبہ بھی وہاں جانے سے نہ گھبراتے تھے۔ کبھی اُس کے دید سے آپ کی سیری نہیں ہوئی۔ راقم بوستاں سے اکبر و عالمگیر اور روضہ ممتاز محل اور روضہ اکبر بادشاہ کے متعلق اکثر دوستانہ بحث رہا کرتی تھی۔

وفات سے ایک ہفتہ پیشتر آپ منشی فیض احمد صاحب انسپکٹر کے ہمراہ ایک مولود شریف کی تقریب میں قصبہ مہابن تشریف لے گئے تھے - ایک ہفتہ قیام کا ارادہ تھا - دو تین دن کے بعد یکایک آپ کی طبیعت میں ایک خاص انقلاب پیدا ہوا اور خلاف عادت واپسی کی جلدی کی - ہر چند اصرار کیا مگر آپ نہ ٹھیرے اور تن تنہا آگرہ واپس آ گئے - یہاں آکر اُسی دن مرض فالج میں مُبتلا ہوئے - دوست احباب نے ہر چند علاج میں کوشش کی مگر چونکہ پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا تھا لہذا کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی اور سنیچر کے دن دسویں ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ کو تخمیناً ۷۰-۷۵ برس کی عمر میں آپ اس عالم فانی سے راہی بہشت بریں ہوئے - منشی فیض احمد صاحب مذکور سے منقول ہے کہ ایک روز ایام حیات میں نماز کے متعلق میں نے کچھ گفتگو کی تھی جس پر آپ خاموش ہو گئے - جب میں نے کہا مولوی صاحب آپ نماز نہیں پڑھتے آپ کی بخشش کیسے ہوگی اُس وقت کچھ جوش آ گیا بولے کہ اللہ کی رحمت وسیع ہے دیکھ لینا کیسے بخشش ہوتی ہے وفات کے چند ہی دن بعد میں نے خواب میں آپ کو نہایت اچھی حالت میں ایک تر و تازہ اور نہایت پُر بہار باغ میں ٹہلتا ہوا دیکھا کہ ایام حیات کی طرح دونوں ہاتھ پیچھے باندھے ہوئے نہایت خوش و خرم روشوں پر خراماں خراماں سیر میں مصروف ہیں -

آپ کا مزار کربلا میں ایک مسجد چاہ پختہ کے قریب واقع ہے - لوح مزار پر منشی فیض احمد صاحب نے یہ تاریخ کندہ کرا دی ہے ؎

جانب جنت گئے وارث علی — خوب پایا فضل باری سے عروج
دس ربیع ثانی اور شنبہ کا دن — ہاتھ آیا دینداری سے عروج

تھے مہندس۔ مولوی۔ تاریخ داں کیوں نہ ملتا باری باری سے عروج
بعد مردن دیکھ لو ظاہر ہے صاف اس جنازہ کی سواری سے عروج
دی ندا ہاتف نے او آصف مجھے لکھ۔ ملا یہ خاکساری سے عروج ۱۳۲۷

شیخ وجیہ الدین حسینی چشتیؒ

آپ حافظ کلام پاک۔ عالم با عمل۔ عارف باللہ اور بزرگانِ چشت اہل بہشت سے تھے ۱۱۷۰ھ میں وفات پائی اور محلہ دولت آباد میں دفن ہوئے۔ اب اس نام کا کوئی محلہ آگرہ میں موجود نہیں ہے۔

شیخ ولی محمد نارنولیؒ

آپ شاہجہانی عہد کے مشائخین اکبر آباد سے ہیں۔ ۲۵ شوال ۱۰۵۷ھ کو وفات پائی۔ مزار لاپتہ۔ تاریخ از مخبر الواصلین

آنکہ او مرشد خواص و عام ہست او را ولی محمد نام
جمعہ بستم و پنجم از شوال نقل کرد از جہاں بحزن ملال
سال تاریخ نقل ہجرت او مظہر الحق ولی اعظم گو
مرقد او بہ اکبر آباد است راحتش از خدائے جواد است

مُلّا ولی محمد ابوالعلائیؒ

آپ علم و فضل سے موصوف اور سید شاہ ابوالعلیٰ قدس سرہٗ کے خلفائے اعظم

اور یاران جاں نثار سے تھے۔ جو نسبت شیخ نصیر الدینؒ کو حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ کے خلفا میں تھی وہی نسبت آپ کو خلفائے سید میر ابو العلیٰؒ میں حاصل تھی۔ عالم باعمل۔ عارف۔ عاشق اور علوم میں اہل زمانہ کے استاد تھے۔ خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادیؒ کو آپ کی شاگردی اور مریدی کا فخر حاصل تھا۔ آپ کا مزار لب سڑک پختہ متصل آبادی محلہ بالو گنج واقع ہے۔

میر ہادی (فضائل خاں)

آپ میر حاجی المقلب بہ وزیر خاں دیوان بادشاہ زادہ محمد اعظم شاہ کے فرزند ارجمند اور شیخ عبد العزیز اکبر آبادی کے شاگرد رشید ہیں علم و فضل میں یگانۂ روزگار اور دربار عالمگیری سے فضائل خاں کے لقب سے مفتخر تھے۔ عربی فارسی کے علاوہ ہندی زبان میں بھی کمال حاصل کیا تھا۔ ملازمت شاہی میں داخل اور مناصب جلیلہ میر منشی گری دداروغگی کتب خانہ شاہی اور خانسامانی وغیرہ پر مامور رہے۔ نہایت علم دوست اور عالم باعمل تھے۔ آپ کا دل کتابوں کا صندوق اور آپ کی زبان مشاہیر سلف کے علمی کارناموں کی حافظ تھی۔ آپ نے ایک بے نظیر کتب خانہ فراہم کیا تھا جس کی چند کتابیں منہاج امام نودی وغیرہ ندوۃ العلما کے اجلاس منعقدہ ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء مقام بنارس کی علمی نمائش گاہ میں رکھی گئی تھیں۔ ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۲ھ کو آپ نے وفات پائی۔ مزار لاپتہ

شاہ بھرے بھرے

آپ آگرہ کے خدا دوست سدا سہاگن اور اہل دل بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

اصلی نام یا تاریخی واقعات لاعلمی میں سا ہیں مگر آپ کی اکثر کرامات زبان زد خاص وعام ہیں۔ مزار متصل قبرستان پیر گیلانی مابین مال گودام الیسٹ انڈین ریلوے و سٹرک ریلوے میدان میں واقع ہے۔

ہرمن شاہ مجذوبؒ

آپ آگرہ کے مجذوبانِ باکمال سے تھے۔ بیس پچیس برس کا عرصہ ہوا کہ وفات پا گئے۔ قبرستان پیر گیلانی میں آپ کا مزار واقع ہے۔

ہمت خانؒ

آپ کا اصلی نام میر عیسیٰ تھا۔ نواب اسلام خاں (میر ضیاء الدین حسین) بدخشی اکبر آبادی کے فرزند رشید۔ فضائل وخصائل اور قابلیت وکمالات کا مجموعہ اور مرجع سخن فہمان نکتہ پرواز تھے۔ نہایت سلیم النفس۔ نیک ذات۔ کریم الاخلاق۔ خیرخواہ کائنات علم دوست اور ارباب علم وہنر کے قدر دان اور کمال پرور تھے۔ موزوں طبع اور میرن تخلص تھا۔ عربی۔ فارسی کے علاوہ ہندی زبان میں بھی خاص ملکہ تھا اور سلیقہ حاصل تھا۔ عالمگیر بادشاہ کے عہد میں اُمرائے شاہی کے سلسلہ میں منسلک اور مدت تک آگرہ کے صوبہ دار اور دیگر مناصب جلیلہ مثل قلعداری و بخشیگری اول وغیرہ پر سرفراز رہے مگر تمام عمر علمی مشاغل کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۵ محرم ۱۰۹۲ھ کو اپنی فصاحت وبلاغت اور نظم ونثر کی بہت سی یادگاریں صفحۂ روزگار پر چھوڑ کر عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ مزار غالباً درگاہ میر محمد نعمانؒ میں ہے۔

ہانڈی موقوف شاہؒ

آپ کا اسمِ مبارک شاہ بایزید اور خطاب عاشق الٰہی تھا۔ پنجاب کے باشندہ ۔ سید شاہ عبدالرحمٰن دہلویؒ کے مُرید اور خاندان سُہروردیہ قادریہ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے آخر میں جذبات الٰہی میں بیخود ہو کر مست مولیٰ ہو گئے۔ آپ کی عجیب و غریب کرامتیں مشہور ہیں۔ ایک دن تکیہ میں بیس پچیس عرب درویش یکایک تشریف لے آئے آپ نے ہانڈی موقوف دیگدان جاری ارشاد فرما کر ہانڈی کو تو زمین میں گڑوا دیا اور خالی دیگ دیگدان پر چڑھوا دی اور اُسی میں سے نہایت لذیذ کھانے نکالکر مہمانوں کو کھلوادے اُس دن سے ہانڈی موقوف شاہ آپ کا لقب پڑ گیا چنانچہ اب تک آپ کا مزار اور تکیہ جو محلہ نائی منڈی میں واقع ہے اِسی نام سے موسوم ہے ۔ نواب نجف خاں کو آپ کی خدمت میں بہت اعتقاد تھا اور ایک روپیہ عہ یومیہ تکیہ کے اخراجات کے واسطے مقرر کر ۔ ے جسے مہاراجہ سیندھیہ نے بھی اپنی عہد حکومت میں جاری رکھا مبلغ اسی ۸۰ روپیہ سال اب تک سرکاری خزانہ سے صفدر شاہ موجودہ گدی نشین کو ملتے ہیں۔ فدا شاہ ۔ ہدٰی شاہ ۔ نہایت شاہ آپ کے تین چیلہ بہت زبردست اور صاحبِ کمال تھے ۔ ان تینوں کے مزار تکیہ کے اندر موجود ہیں۔ ۱۶ ار شعبان کو عُرس ہوتا ہے۔ تکیہ کے قریب کی زمین جس میں غلہ وغیرہ کی منڈی لگتی ہے اسی تکیہ کے متعلق معاف ہے۔

شاہ یار محمد چشتیؒ

آپ شاہجہاں بادشاہ کے عہد کے بزرگانِ اکبرآباد سے تھے ولایت و کرامت

میں شان عالی اور مرتبہ بلند حاصل تھا۔ اُستاد عیسیٰ آفندی جو روضہ ممتاز محل (تاجگنج) کے نقشہ کے مجوّز اور باکمال نقشہ نویس تھے آپ کے معتقدین خاص سے تھے آپ ہی کی دعا سے عالمِ خواب میں اُنہوں نے عمارت کی موجودہ شکل وہیت دیکھکر نقشہ بناکر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جو پسند خاطر ہوکر منظور کیا گیا۔ اب تک عیسیٰ آفندی کے خاندان کے لوگ جو نالہ پیپل منڈی میں آباد اور نقشہ نویس کہلاتے اور اکثر اب تک نقشہ نویسی میں اُستاد ہیں آپ کے مزار سے خاص عقیدت رکھتے اور ہر سال ماہ ربیع الثانی کے پہلے جمعہ کو مزار پر حاضر ہوکر عُرس کیا کرتے ہیں آپ کی درگاہ متصل سلطان گنج سڑک پُختہ کے قریب ایک ٹیلہ پر واقع ہے مزار حجرہ کے اندر ہے جس کے قریب ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔

ہاتھی شاہؒ

آپ آگرہ کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔ خرق عادات کی اکثر روایتیں اب تک مشہور چلی آتی ہیں۔ آپ کا مزار کٹرہ ہاتھی شاہ من محلات نائی منڈی میں واقع ہے جو آپ ہی کے نام نامی سے موسوم ہے۔

تیم شاہؒ

آپ نے اپنے کمالات کو مخنثوں کے لباس میں چھپا رکھا تھا۔ مخنثوں کی صحبت میں رہتے اور تیماں کے نام سے مشہور تھے۔ ایک سال آگرہ میں بارش نہیں ہوئی قحط سالی کے خوف سے حاکم وقت اور رعایا سب پریشان اور جملہ بزرگان عہد سے بارش کے

واسطے دعا کے ملتجی تھے۔ میر باقیؒ نے جو آپ کے ہم عصر تھے لوگوں کو آپ کا پتہ بتایا کہ اگر وہ صاحب دعا فرماوینگے تو بارش ضرور ہوگی۔ سب لوگ آپ کی تلاش کر کے حاضر خدمت ہوئے۔ اوّل آپ بہت اُکھڑے۔ بڑے بڑے ناز و نخروں سے لوگوں کو ٹالنا چاہا مگر جب لوگ کسی طرح نہ مانے اور آپ کا پیچھا نہ چھوڑا تو بولے خدا کرے جس موئے نے میرا پتہ بتایا ہو اُس کی قبر پر گدّھے لوٹیں۔ آخر کار ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے اور ایک پتھر اُٹھا کر بولے۔ پانی برسا ورنہ ابھی چوڑیاں توڑے ڈالتی ہوں خُدا کی قدرت سے اُسی وقت خوب بارش ہوگئی اور کھیتی کا کاروبار شروع ہوگیا۔ یہ کرامت دیکھکر لوگ بہت گرویدہ اعتقاد ہوئے۔ حاکم وقت نے کچھ روپیہ بطور نذر ارسال کیا مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا آخر کار اُس روپیہ سے ایک عالیشان سنگ سُرخ کی مسجد بنادی گئی جو محلہ لوہا منڈی میں اب تک موجود اور مسجد مخنثان کے نام سے مشہور ہے۔ چند ہی روز بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کا مزار اسی مسجد کے نیچے واقع ہے۔ میر باقیؒ کے مزار کی ویرانی کو لوگ اسی بددعا کا نتیجہ سمجھتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ یعقوبؒ

آپ شیخ نصیر الدین تمیمی انصاری کے بیٹے اور آگرہ کے قدیم بزرگوں میں ہیں۔ آپ نے تمام عمر درویشی کے چہرہ کو سپاہیانہ نقاب سے چھپائے رکھا اور سالکان طریقت کی طرح یہاں تک کوشش کی کہ واجب اور ممکن کی شناخت میں اپنا رتبہ اولیاء اللہ کے عالی مرتبہ کے برابر کر دیا۔ مزار لاپتہ

شیخ یوسف لنگؒ

آپ شیخ داؤد ملتانی کے فرزند رشید اور آگرہ کے نہایت قدیم اور مشاہیر اولیاء اللہ سے ہیں شیخ جلال تھانیسری کے مُرید تھے۔ آپ کا دل تحقیق کے نور سے منور اور آپ کا دماغ نور توحید سے آراستہ تھا۔ علم تصوف کی مشکلات کو نہایت فصیح البیانی سے حل فرمایا کرتے تھے۔ سادگی اور خاکساری کو نہایت خوبی کے ساتھ فراہم کیا تھا اپنے گھر کی ضروریات خود بازار میں خریدنے جایا کرتے تھے۔ اکثر راستہ میں لڑکے شوخی و تمسخر سے پیش آتے مگر آپ مسکراتے ہوئے نکل جاتے اور کبھی پیشانی پر چین نہیں آنے دیتے تھے۔

حضرت میر رفیع الدین محدث اکبر آبادیؒ سے منقول ہے کہ آپ کی ملازمت میں خاص تاثیر حاصل تھی۔ آپ کی رحلت کے وقت جو اصحاب حاضر تھے اُن میں سے بعض نے آپ کے معتقدین کے حالات کی نسبت دریافت کیا تو ہر ایک کے بارہ میں ایک جداگانہ عنایت فرمائی جب میری نوبت آئی تو فرمایا اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ (جو آگے ہیں۔ یہ آگے ہی ہیں۔ یہ ہی مقرب ہیں) میں نے ابھی اِس التفات کے اسرار پر آگاہی نہیں پائی لیکن اُمید وار ہوں کہ آپ کے موثر بیان اور فیض بخش ملازمت کی برکت سے دُنیوی اور اخروی فلاح کو انشاءاللہ تعالےٰ ضرور پہنچونگا۔ (خداوند قدیر کے فضل و کرم سے امید قوی ہے کہ پہنچ گئے)۔" مزار مبارک میر رفیع الدینؒ کے روضہ کے پہلو میں واقع مگر اب غیر معروف ہے۔

شیخ یوسف انصاریؒ

آپ شیخ عبد اللہ تمیمی انصاری کے فرزند ارجمند اور شاگرد رشید ہیں میر رفیع الدین صفوی۔ شیخ بہاؤ الدین مفتی۔ شیخ ابو الفتح مکیؒ۔ شیخ فخر الدین مداری وغیرہ بزرگان اکبر آباد کے ہم عصر اور سب کی خدمت سے مستفیض اور امیر سید اسمٰعیل قادریؒ کی بیعت و خلافت سے مشرف اور دامادی سے مفتخر تھے اور آپ کے انفاس متبرکہ کی برکت سے دریائے توحید میں غرق ہو کر کمال کی تہ پر پہنچ گئے ہجری ۹۹۴ھ میں شوال کی آخری تاریخ تھی کہ اپنے بیٹے شیخ افضل محمدؒ سے کہا کہ آج روز وصال ہے تم کہیں باہر نہ جانا۔ نماز مغرب کے بعد ہلال ذیعقدہ دیکھ کر مسجد سے مکان میں آئے اسی وقت تکیہ پر سر رکھ کر اپنی جان کو کلمہ شہادت کے ساتھ اصلی وطن میں پہنچا دیا۔ جب جسم خاکی کو سپرد خاک کرنے کے واسطے محل خاکی میں اُتارا تو آنکھوں سے آنسو اور بدن سے عرق جاری تھا۔ مزار لاپتہ

شیخ یوسف قادریؒ

آپ سید اسمٰعیل کے مرید ہیں جو شیخ کمال الدین قریشی کے خلفا میں سے تھے۔ آگرہ کے قلعہ میں سکونت پذیر اور طالبان خدا کی رہنمائی میں مصروف رہتے تھے۔ مزار لاپتہ

یوسف علی شاہ چشتی صابریؒ

مشہور ہے کہ آپ فرانسیسی الاصل اور تثلیث پرستی کو چھوڑ کر توحید پرست ہوئے تھے

پھر کسی بزرگ کے فیض صحبت سے عارفِ کامل ہو کر زمرۂ اولیاء اللہ میں شامل ہوئے
محلہ چڑیمار ٹولہ میں آپ کی تعمیر کرائی ہوئی عالیشان مسجد موجود ہے جو مسجد یوسف شاہ
کے نام سے موسوم اور زیر اہتمام لوکل ایجنبٹی ہے۔ احاطہ مسجد کے اندر شمالی جانب
آپ کا مزار ہے جس کے تعویذ پر سنگ سیاہ کا قدم شریف نصب ہے اور
یہ بیت کندہ ہے ؎

برزمینِ کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

سنہ ۱۲۷۹ھ کے بعد آپ رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے۔

